ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا



# سرمایۂ افتخار نیرنگ

۱۹۲۹ء

المعروف بہ

# دیوان نیرنگ

ریختۂ کلک گہر سلک افتخار الشعرا محقق یگانہ استاد زمانہ جناب منشی عبدالوحید صاحب
نیرنگ تلمیذ حسان الہند حضرت محسن کاکوروی
بحکم مہاراج رانا سر سری بھوانی سنگھ بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی مرحوم سابق
والی ریاست جھالاوار راجپوتانہ و بسرپرستی حضور پرنور معلی القاب مہاراج رانا سری
راجیندر سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہ فرمانروائے
حال ریاست جھالاوار

باہتمام و تصحیح
مولوی نور الحسن نیر بی۔ اے۔ ایل۔ بی۔ اڈوکیٹ مولف نور اللغات

مطبع نیری پریس پاٹا نالہ لکھنؤ میں طبع ہوا

# شکریۂ اعزاز

مین اس ناچیز مجموعۂ اشعار کی خوش قسمتی پر خداوند دو عالم کا شکر گذار ہون - اور یہ امر میرے لئے باعث ہزار گونہ افتخار ہے کہ میرے آقائے نعمت مہاراجرانا سر بھوانی سنگھ صاحب بہادر کے سی - ایس - آئی مرحوم والی جھالاوار نے اس مجموعہ کی ہر غزل کو مطلع سے مقطع تک ملاحظہ و سماعت فرماکر جا بجا قیمتی مشورون سے عزت بخشی - غالباً دنیا مین یہ پہلا دیوان ہے جسے ایک والی ملک نے خاص وقت مقرر کرکے حرف بحرف سماعت فرمایا اور دربار عام منعقد فرماکر اس ہیچ میرز کو سند افتخار الشعرا مطبوعۂ لندن عطا کرکے اعزاز و افتخار بخشا اور دیوان بغرض طبع تیر پریس لکھنؤ مین بھیجدیا -

ہزار حیف کہ طبع ہونے سے پہلے وہ قدردان سخن دفعتاً اس ناپائدار عالم سے اوٹھ گیا دیوان مطبع مین پڑا رہا جب سال ماتم ختم ہوا تو حضور پرنور سرکار عالیجاہ ہز ہائینس مہاراجرانا سری راجیندر سنگھ صاحب بہادر فرمانروائے حال ریاست جھالاوار نے اس مجموعہ کو اپنی سرپرستی مین لیا اور ڈیڈیکیشن اپنے نام گرامی سے منظور فرمایا ؎ اگر پدر نتواند پسر تمام کند -

اس موقع پر مجھے خان بہادر محترم نواب قاضی عزیز الدین احمد خان صاحب سی۔آئی۔ای۔او۔بی۔ای۔آئی۔ایس۔او۔ وزیر اعظم ریاست دتیا کا سپاسگذار ہونا لازم ہے کہ جناب موصوف نے بتقاضائے خصوصیت ہز ہائینس مہاراجرانا صاحب مرحوم کے اس ناچیز مجموعہ کا دیباچہ تحریر فرمایا ہے دربار عالی جاہ نے شکر بیحد مسرت ظاہر فرمائی سه

گر بر تن من زبان شود ہر موے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

خاکسار
نیرنگ

## دیباچہ از عالیجناب نواب خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد خانصاحب سی آئی ای - او بی ای - آئی ایس او وزیر اعظم ریاست دتیا ممبر کمیشن افیون

زوال سلطنت مغلیہ اور انتزاع سلطنت اودھ کے بعد ہندوستان مین شاعری کی قدر و منزلت مین بہت کچھ کمی آگئی اور بڑے بڑے شعرار نامدار جنکے اعلے مدارج باعث صد افتخار تھے - اب نظر نہین آتے برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان مین علوم مغربی سائنس و فلسفہ کو رواج دے کر اس ملک کے ذہین اور طباع باشندگان کو آسمان ترقی پر پہونچایا لیکن ایشیائی شاعری کو اُس نظر سے نہین دیکھا جس کی وہ مستحق تھی یہان تک کہ ہندوستانی خطابون مین بھی شمس العلمار کا خطاب تو نظر آتا ہے لیکن ملک الشعرار کا خطاب دکھائی نہین دیتا - اس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے خیالات مین زمین آسمان کا فرق ہے - ہماری شاعری کچھ ایسے مبالغہ آمیز خیالات سے بھری ہوئی ہے کہ جو یورپین دماغون کی فہم رسا سے کوسون دور ہے لیکن خداوند کریم ہر شخص ہر گروہ کو اپنے انصاف سے واجبی حصہ ضرور پہونچاتا ہے - اُردو شاعری بھی برٹش حکومت کے زمانہ مین باوجود

شاہی کس مپرسی کے عروج پر پہونچنے سے رک نہ سکی اور ان زمانوں میں ایسے
ایسے شاعر پیدا ہوئے ہیں کے نام ہندوستان کی ادبی تاریخ میں حروف زر
سے لکھے جائیں گے - اکبر الٰہ آبادی - اقبال لاہوری - عزیز لکھنوی - ریاض
خیرآبادی اسی زمانے کے شعرا ہیں جن کی شہرت اور عالی دماغی لازوال ہے
اسی فہرست میں ہمارے پرانے دوست اور مکرم منشی عبدالوحید صاحب نیرنگ
کاکوروی کا نام نامی بھی درج ہونے کے قابل ہے نہ کہ ... کر دیے گئے لندے
زمانہ میں بھی حضرت نیرنگ کے دل و دماغ کے لوگ موجود ہیں - میں اُس کو
اردو شاعری کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں کہ راجپوتانہ کی دوردراز ریاست جھالاواڑ
میں ایک ہندو فرمانروا یعنی مہاراجرانا سر بھوانی سنگھ صاحب بہادر کے سی
ایس آئی آنجہانی کو منشی عبدالوحید صاحب کے کلام بلاغت نظام کی طرف توجہ
فرمایا اور منشی صاحب نے اپنے نصف صدی زمانے کے قیام میں جھالراپاٹن میں رہ کر
اور اپنے قدردان و محسن مربی فرمانروا کے زیر سایہ نہ صرف اردو شاعری کو
معراج کمال پر پہونچایا بلکہ بہ کثرت قابل و ہونہار اردو شاعر راجپوتانہ میں پیدا کر دیے
مجھکو بھی ہز ہائینس مرحوم و مغفور سے بہت پرانی نیازمندی کا اعزاز حاصل تھا اور
جب میں افیون کمیشن کے سلسلہ میں جھالاواڑ گیا سری حضور مرحوم و مغفور نے

منشی عبدالوحید صاحب اور اُن کے کلام کا نہایت قدر و منزلت و محبّت سے تذکرہ فرمایا اور یہ خوشخبری سُنائی کہ نیرنگ صاحب کا دیوان عنقریب شایع ہونیوالا ہے۔ افسوس صد افسوس۔ آن قدح بشکست آن ساقی نماند۔

مہاراجہ مرحوم کی بیوقت وفات حسرت آیات سے اس مبارک کام کی تکمیل مین تاخیر ہو گئی مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہز ہائنس مہاراجرانا سری راجیندر سنگھ صاحب بہادر موجودہ فرمانروائے جھالاواڑ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے والے ہین اور ہر طرح مہاراجہ صاحب مرحوم کا نام نامی روشن کرنے کا خیال مدنظر رکھتے ہین۔ خدا کے فضل سے خود بڑے ذہین تعلیم یافتہ۔ قابل۔ فیاض اور ہر دلعزیز ہین۔ اور جو توقعات مہاراجہ صاحب مرحوم کے خیرخواہان اور وابستگان نے مہاراجہ صاحب موجودہ کی نسبت قائم کی تھین۔ اُن سے زیادہ ظہور پذیر ہو رہی ہین ہز ہائینس کی یہ فیاضی تمام ہندوستان مین اور خاصکر اردو ادبی دُنیا مین تا ابد احسانمندی کے ساتھ یاد کیجائیگی۔ منشی عبدالوحید صاحب کے کلام کی نسبت مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے پچاس سال شعرا کے تلامذہ کی مسرت حاصل ہے وہ خلقی ذہین قدرتی طبّاع اور زبان اردو کے ہر طرح ماہر ہین اُن کے کلام مین فصاحت و بلاغت کے علاوہ ایک ایسا جادو ہے کہ جو ہر اہل دل کو مسخر کر دیتا ہے مجھے پورا

بھروسہ ہے کہ حضرت نیرنگ کا دیوان بیحد مقبول ہوگا اور اُن کے کلام معجز نظام سے ملک کو اور زبان اُردو کو بیحد فائدہ پہونچے گا۔

---

## عرض مدعا

مین پانچ سال کے بعد دسمبر ۱۹۲۸ء مین جھالا وار گیا جناب والد ماجد قبلہ کی قدم بوسی سے جو خوشی حاصل ہوئی اُس سے زیادہ مسرت اس سے پیدا ہوئی کہ جناب قبلہ و کعبہ کے دیوان کی ترتیب مین ہز ہائینس مہاراج رانا سر بھوانی سنگھ جی بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی آنجہانی بذات خود گہری دلچسپی سے کام لے رہے تھے جس سے مجھ کو اس دیوان کے جلد طبع ہوجانے کی قطعی اُمید بندھ گئی۔ میرا ارادہ تھا کہ اس دیوان کے شروع پر ایک بسیط و طویل دیباچہ لکھکر عزت حاصل کرون لیکن افسوس ہے کہ میری ذاتی مشاغل نے کامل ایک سال تک اس کی فرصت نہ دی اب چونکہ دیوان قریب ختم ہے اور واقعات و حالات بھی تبدیل ہو چکے ہین لہذا چند سطرین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔

ریاست جھالرا پاٹن یا جھالا وار جس کے قیام کو ابھی پوری ایک صدی بھی

نہین گذری۔ راجپوتانہ مین اگرچہ ایک چھوٹی اور مختصر ریاست ہی لیکن اس کو
بڑی بڑی ریاستون کے مقابلے مین ایسی شہرت ونام آوری حاصل ہے جو
اظہر من الشمس ہی۔ اس مختصر مگر مشہور ریاست کی مسند حکومت کو یہ فخر وافتخار
حاصل ہی کہ اس کا مسند نشین ایک نہ ایک وصف مین خاص شہرت رکھتا ہی۔
مہاراجرانا مدن سنگھ جی دلیری شجاعت مردم شناسی مین یکتا تھے۔ پرتھی سنگھ جی
بہادر نے جو شہرت داد ودہش مین حاصل کی اس سے جہالاوار کی تاریخ کے اوراق
مزین ہین۔ مہاراجرانا ظالم سنگھ جی بہادر بیکنٹھ باشی کا نام بھی اُن کی خودداری اور
دوراندیشی کی وجہ سے آجتک نمایان ہی لیکن ان دونون متصف بالا اوصاف
والیان ریاست کے دور حکومت کے مقابلے میں اس ریاست کو بہت زیادہ شہرت اور
ناموری ہز ہائنس مہاراجرانا سر بھوانی سنگھ جی بہادر کے سی ایس آئی کے عہد معدلت میں حاصل ہوئی جنکو مغربی
اور مشرقی گیارہ زبانون کے عالم ہونے کا فخر حاصل تھا۔ آپ نے اگر ایک طرف دلچسپی
کے مختلف سامان فراہم ومہیا کئے تو دوسری جانب اپنی رعایا کے لئے شمع ہدایت
بنکر تعلیم وتعلم کی منزل کا راستہ پیدا کردیا۔ اور ایسے مشاغل علمی کو ازمنہ ماضیہ کے
مقابلہ مین بدرجہا ترقی دی جنکی اِس تہذیب جدیدہ کے دور مین اشد ضرورت ہی
آپ نے یورپ کے ممالک کی چند مرتبہ سیر کی اور اپنی قیمتی عمر کا ایک معتدبہ حصہ

وہان کے قیام مین صرف کیا لیکن اس سے محض سیر و تفریح یا تبدیل آب وہوا مقصود نتھی بلکہ وہان کے حالات کو بغور مشاہدہ کر کے اُن سے اپنی رعایا کی ترقی مین کام لیا۔ آپ کے کل عہد حکومت پر غایر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہو کہ اس عہد کی نمایان شان قدردانی و علمی سرپرستی تھی جس کی وجہ سے ہر علم و فن کے واقف کار اور فاضل دور دور سے آکر اس سایۂ عاطفت مین پناہ گزین ہو گئے۔ آپ کے دربار مین زبانِ انگریزی کے فاضل ہندی اور سنسکرت۔ بھاشا کے ودھوان پنڈت عربی و فارسی کے عالم اور زبان اردو کے ادیب و شاعر روزانہ صبح سے دس بجے تک دربار مین حاضر رہتے تھے۔ یہ علماء اور صاحبان فن پر مشتمل دربار محض نمائشی نہ ہوتا بلکہ راجہ بھوج اور ہارون الرشید و مامون الرشید کی مجالس علمیہ کی طرح ہر علم و فن پر دلچسپ مباحثہ ہوتے تھے۔ اور ہز ہائینس خود ہر علم و فن مین خاص دلچسپی سے کام لے کر باموقع داد دیتے اور طبعیت کو بڑہاتے تھے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ریاست جھالاوار کی اردو شاعری ہز ہائینس آنجہانی کے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہین ہو سکتی کہ آپ نے اپنی سرپرستی اور قدردانی سے اساتذۂ فن کو جمع کر کے اس چھوٹی سی بستی مین سیکڑون شاعر پیدا کر دیے۔ اسی اساتذہ پروری کے سلسلے مین ہز ہائینس آنجہانی نے میرے

والئ رامپور نے مجھی دیوان شایع کرنے کا تقاضا فرمایا یہ صرف زبانی تقاضا ہی نہ تھا بلکہ قدردان حکمران نے اپنی قدردانی و سرپرستی کا یہ حیرت انگیز عملی ثبوت پیش کیا کہ روزانہ وقت مقررہ پر دیوان نیرنگ کو تمام و کمال سنا اور بذات خاص غزلیات کا انتخاب کر کے بعد ترتیب بغرض اشاعت پریس میں بھجوا دیا۔ میرے خیال میں یہ عزت اسی دیوان کے مقدر میں تھی کہ ایک والئ ملک نے اس کا انتخاب کیا ابھی اس دیوان کے چند ہی اوراق طبع ہوئے تھے کہ دفعتاً ہز ہائینس علیل ہوئے اور چند ہی روز میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس حادثہ روح فرسا اور واقعہ جانکاہ کے بعد اس کی اُمید ایک امر موہوم تھی کہ یہ دیوان زیور طبع سے آراستہ ہو کر پبلک کی دلچسپی کا باعث ہو سکے گا کیونکہ

---

سلہ میں نے جناب والد ماجد قبلہ کے مختصر حالات زندگی اور خاندانی حالات کا تذکرہ مع شجرہ نسب ارض حال میں درج کیا ہے جو میں نے تاریخ رامپور جلد دوم کے شروع میں لکھی ہے اور جو بشرط زندگی بہت جلد ان شاء اللہ پبلک کے روبرو پیش ہوگی لیکن یہاں اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جناب قبلہ حضرت سحر مرحوم کے فرزند اور جناب ساحر کاکوروی علیہ الرحمتہ کے پوتے ہیں حضرت ساحر مرحوم کے کلام کا بیشتر حصہ لکھنؤ والوں کے زبان زد ہے ایک مثنوی اور چند غزلیں رسالہ ادیب اردو میں شایع بھی ہو چکی ہیں لیکن مکمل دیوان ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ آپ فن شاعری میں علی حزین خان آرزو اور نظیری وغیرہ کے ہم پلہ اور ہم رتبہ تھے اور آپ کی شاگردی پر مولوی غلام امام شہید الہ آبادی مولوی محمد امین الدین خاں ذوق منشی امیر حسن خان بسمل ایسے ماہرین فن کو ناز و فخر تھا حضرت ساحر کے فرزند رشید منشی عبد المجید سحر مرحوم فصیح الملک داغ مرحوم کے ہمعصر و ہمنوا تھے آپ کی مختلف اشعار و چند غزلیں جو زبان زد خلایق ہیں باقی رہ گئی ہیں۔ ورنہ آپ کا مکمل دیوان دستبرد زمانہ کے نذر ہو چکا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو شاعری اور وہ بھی اردو شاعری سے بالخصوص ایک قسم کا تنفر ہی اور وہ اس ضروری فن کو بیکار محض سمجھکر مٹانے پر تُلا ہوا ہو حالانکہ اس نئی روشنی سے چوندھیائے ہوئے طبقہ کے یورپین رہبرون مین زبردست رہبر بیکن کا قول ہی تاریخ کا مطالعہ انسان کو دانشمند بناتا ہی۔ اور اشعار لطیف الخیال اور رنگین مزاج بناتے ہین فلسفہ دقیق النظر۔ علم الاخلاق سنجیدہ مزاج اور منطق قوی البحث بناتی ہی" اس مختصر مضمون مین اس کا موقع نہین کہ فن شعر کی ضرورت پر بحث کی جائے لیکن اسقدر لکھدینا نامناسب نہ ہوگا کہ جدید تعلیم یافتہ ہندوستانی افراد کی نگاہون مین نہ سہی مگر اہل یورپ کی حقیقت بین نظر مین فن شعر بھی اوسی قدر قابل وقعت ہے جسقدر فلسفہ و تاریخ وغیرہ

میرے اس خیال کو جس کا تذکرہ مین نے مرقومہ بالا سطور مین کیا ہی جھالاوار کے نوجوان والی ریاست ہز ہائینس مہاراجرانا سر راجیندر سنگھ بہادر کے۔سی۔ایس۔آئی نے اپنے طرز عمل سے بالکل غلط ثابت کردیا۔ بمصداق الولاسرلابیہ ہز ہائینس کی علم پرست نگاہ مین فن شاعری کی اُسی قدر قدر و منزلت ہی جسقدر کہ سرکار مرحوم یعنی آپکے پدر بزرگوار کو تھی جسطرح ہز ہائینس بیکنٹھ باشی نے ولایت یورپ کے قیام مین علاوہ مختلف زبانون کے حصول کے یورپ کے مہذب حکومتون کے ذرائع ترقی کو بنظر غور دیکھکر اُس سے اپنی ریاست مین کام لیا اوسی طرح موجودہ ہز ہائینس خلداللہ ملکہم نے

حصول تعلیم کے علاوہ انگستان کے قیام مین بہت سے قیمتی اور بہترین تجربے حاصل کئے اور اُن ضروریات کو محسوس کیا جو ملکی حاجتون کے لئے ایک جزو لاینفک ہین۔ آپ نے خطۂ یورپ کے مذاق سلیم کو غایر نگاہ سے دیکھکر اس کا بخوبی اندازہ کرلیا کہ کون کون سے علوم و فنون قابل قدر ولایق سرپرستی ہین اور کن کن علوم و فنون کی ترقی ملک سے گہرا تعلق ہے۔ بلحاظ خدمت زبان ہز ہائینس نے اہل یورپ کی طرح فن شاعری کو قابل قدر اور ضروری فن خیال کر کے اپنی قدردانی کا ایک عمدہ ثبوت یہ دیا کہ اپنے پیشرو کے شروع کئے ہوئے کام کو بمصداق اگر پدر نتواند پسر تمام کند انجام و اختتام پر پہونچانے کی قطعی آمادگی ظاہر کی۔ اِس صورت حال کے پیدا ہوجانے کے بعد دیوان "سرمایۂ افتخار نیرنگ" کا زیور طبع سے بہت جلد آراستہ ہوکر پبلک کے لئے باعث دلچسپی ہونا بعید از قیاس نہین ہے۔ اِس دیوان کی اشاعت مین دلچسپی لینے پر مین ریاست جھالراپاٹن کے ہر دلعزیز نوجوان حکمران ہز ہائینس مہاراج رانا سر راجیندر سنگھ بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کی خدمت مین تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہون —————— اور دعا کرتا ہون کہ یہ علوم و فنون کی قدردانی و قدر افزائی ملک کے ارباب علم و فن کے لئے ہمیشہ ایک بہترین پشت پناہ بنی رہے۔ میری یہ دلی مبارکباد اُس گہرے تعلق پر مبنی ہے جو مجھکو ریاست جھالراپاٹن سے رہ چکا ہے اور ہے

کہ اوّل تو مین نے اسی ریاست مین ابتدائی تعلیم پائی۔ دوسرے حضرت والد ماجد کا سلسلۂ ملازمت اسی ریاست سے وابستہ ہے جسکی عنان حکومت ایک قدردان حکمران کے ہاتھ مین ہے۔ خداوند عالم اس نوجوان عالی مرتبت حکمران کا سایۂ عاطفت اہل جھالاوار پر قائم و دایم رکھے ؎

این دُعا از من و از جملہ جہان آمین باد

ابوالبیان سید رفیق احمد علوی ایم کاکوروی
مہتمم تاریخ ریاست راجگڈھ بیاورہ ۔ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء

## ازمولوی نورالحسن صاحب نیّر بی اے ایل ایل بی
## مؤلف نوراللغات

جناب نیّر نے عربی حافظ شاہ علی انور صاحب قدس سرہٗ سے کاکوری مین فارسی علم ادب مولوی محمد عباس علی خان بیتاب سے علم عروض نواب حسین خان مرحوم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر شاگرد جناب امیر سے ٹونڈہ مین پڑھا شعر و سخن مین اپنے بڑے ماموں حسان الہند حضرت محسن کاکوروی سے اصلاح لی ۔ جس شخص نے ایسے ایسے نامور ذی علم روشن ضمیر حضرات کے زیر زانوے ادب

تو کیا ہوا آپ کے باکمال ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

**ملازمت** - چند روز جیپور اور گوالیار میں ملازمت کرنے کے بعد پنڈت پرمانند چترویدی دیوان ریاست نے جھالرا پاٹن میں طلب فرمایا۔ اُن کی قدردانی اور خصوصیات خاندانی کی مراعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ یکم جنوری ۱۸۹۹ء سے ملازم دربار ہوئے۔

**مشاعرہ** - تقسیم ریاست کے بعد مشاعرے قطعاً موقوف اور بازار شعر و سخن سرد پڑ گیا تھا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں ہز ہائینس مہاراج رانا سر بھوانی سنگھ صاحب کی ایما سے ایک پندرہ روزہ بزم مشاعرہ کی بنیاد پڑی بلکہ یوں کہیے شاعری کے قالب بیجان میں جان ڈالی گئی۔ حضرت نیرنگ بھی شرکت کے لیے مجبور کیے گئے جس نے ذوق و شوق سخن دوبالا اور موزوں طبع کو شعر و سخن کا دلدادہ کر دیا۔

بیشتر شعرا جناب نیرنگ آپ کو غزل دکھانے اور عروض اور قواعد سے واقفیت حاصل کرنے لگے۔ یہ مشاعروں کی صحبت تین چار سال تک بڑی چہل پہل رونق اور گرما گرمی سے ہوتی رہی۔ تقریب سالگرہ میں خود حضور پُرنور مہاراج رانا رونق افروز ہو کر شمع انجمن ہوتے اور کمال توجہ و التفات سے نظمیں اور قصائد سماعت فرماتے۔

**والی ریاست کی خاص توجہ** - یکم نومبر ۱۹۱۱ء کو جناب نیرنگ کی پنشن ہو گئی

پنشن کے بعد حضور مہاراجرانا کی توجہ اور الطاف بے پایان دن دونے رات چوگنے ہو گئے۔ دوران ملازمت مین ایک ہی مرتبہ خوشنودی مزاج کا پروانہ اضافۂ تنخواہ کی صورت مین عطا ہوا۔ پنشن کے بعد متعدد مرتبہ مختلف صورتون مین قدریان خود را بیفزائے قدر، پر عمل کیا گیا۔ یکم جون ۱۹۱۸ء کے مشاعرے مین عالیجناب صاحبزادہ عطاء اللہ خان صاحب والی ریاست ٹونک کے خویش بھی رونق افروز بزم تھے۔ اِس صحبت مین جناب نیرنگ کی غزل خوب پھلی پھولی اور اضافۂ پنشن کی صورت مین بارآور ہوئی۔

۱۵ اپریل ۱۹۱۹ء کو جب ممتاز ارکین ریاست کو جاگیرین اور منصب عطا ہوئے جناب نیرنگ کی حوصلہ افزائی پنشن کے اضافہ سے کی گئی اور مزید بران درباریون کی فہرست مین نام چڑھایا گیا۔ نشست کی عزت دی گئی۔

۲ دسمبر ۱۹۲۷ء کی تقریب سالگرہ مین افتخار الشعراء کا خطاب عطا ہوا جس کی سند ۲۸ اپریل ۱۹۲۸ء کو دربار خاص مین عزت افزائی کا آل تمغہ ہوئی۔

قدردانی سے مہاراج کی بیشک نیرنگ
ہی شب و روز ہمین لطف سخن غربت میں
عجب کیا ہی چمک جائے جو میرا اخترِ قسمت
ہوا شوق سخن راجہ بھوانی سنگھ کے دلمین

خدا بخشے مہاراجرانا کو جو خاص لطف شعر وسخن کا تھا اُس کا حال اُن ترمیمون سے

معلوم ہوتا ہے جو حضور ممدوح نے دیوان نیرنگ مین جا بجا فرمائی ہین۔

**نیرنگ کا کلام** - اِس دیوان کو پڑہنے والے دیکھین گے کہ سوز و گداز شوخی اور رنگینی جناب نیرنگ کی کبھی آہ بنکر کلیجے سے نکلتی اور کبھی واہ بنکر داد سخن لیتی ہے۔

مین بطور نمونہ چند شعر لکھتا ہون اُمید ہے کہ اہل دل کلیجہ تھام لین گے اور میرے ہمنوا ہون گے۔

مٹا دیا ساری حسرتون کو ہوا یہ احسان یاس مجھ پر
خلش تھی ہر وقت جنکی دل مین وہ خار دل سے نکل رہے ہین

رُکی رُکی ہے طبیعت پھری پھری ہے نظر
اور آپ کہتے ہین دل مین غبار کچھ بھی نہین

کفن بہانہ ہے ایسا سیاہ کار ہون مین
کہ لیچلے ہین مجھے سب چھپا کے پردے مین

سفید ہو گئے نہ بیری مین بیخبر ہوتے
کہان کی نیند مجھے پھٹ پڑی سحر ہوتے

زمانہ آپ کو چاہے مگر قصور معاف
کوئی دکھائے تو دو دن نباہ کر کے مجھے

رات کی رات ٹھہر جاؤ سویرے جانا
دو گھڑی دن نہ چڑھے چار گھڑی رات رہے

حسرت و افسوس کے آنسو ٹپکتے ہین جب یہ خیال آتا ہے کہ دیوان نیرنگ اسوقت طبع ہو کر مطبع سے نکلتا ہے جب جناب نیرنگ کے قدردان حضور مہاراجا ناسر سری بھوانی سنگھ کے سی۔ ایس۔ آئی والی جھالاوار اِس عالم فانی کو خیرباد کہکر بیکنٹھ باشی
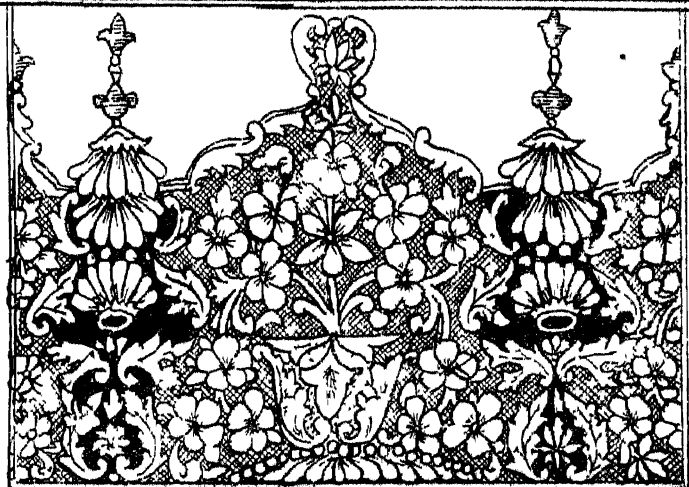
ہو چکے ہیں لیکن نام دیا ہم پایستہ و جہاں از روشن است۔ ان کے جانشین ہنوز پر نور
ہز ہائینس مہاراجہ تا سری راجیندر سنگھ بہادر فرمانروائے حال کی ہستی پیشانی۔
اہل علم و فضل کی قدردانی۔ رعایا اور برایا پر نظر لطف و مہربانی و تعارس بند حالی ہے
اور کیوں نہ ہو کس باکمال کی یادگار ہیں۔ ہز ہائینس نے کمال عنایت و کرم سے دیوان
کی سرپرستی اور اپنے اسم گرامی سے معنون ہونا منظور فرما کر جو حوصلہ افزائی فرمائی ہے
اس کا شکریہ ؎

دل من داند و من دانم و داند دل من

الٰہی در جہاں باشی بہ اقبال　　جوان بخت و جوان دولت جوان سال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چمکے فروغ حمد سے حُسن رقم مرا
سجدے میں سر جھکائے ادب سے قلم مرا

رحمت کا اُسکی خضر نہ ہوتا جو رہنما
کیونکر رہِ وجود میں آتا عدم مرا

سایہ صفت رہا میں سیہ مست عمر بھر
ڈھلتا یہ آفتاب رہا دم بہ دم مرا

مجکو بہار حسن کسی کی ہے دیکھنا
مقصودِ دل خیال ہے نہ باغِ ارم مرا

یہ بتکدہ ہو تیری محبت سے بزم نور
داغِ دل و جگر ہو چراغِ حرم مرا

لکھوں برنگ گل تری اُلفت کی داستاں
میرا لہو مداد تو سر ہو قلم مرا

روز شمار ہونگے گنہ کس حساب میں
تم کر چکے ہو سب سے فزوں ہی کرم مرا

حاسد جلیں گے سوز جہنم کی آگ میں
محشر میں دیکھ دیکھ کے جاہ و حشم مرا

نیرنگ کی دعا ہے الٰہی دمِ اخیر
تیرا زباں پہ نام ہو نکلے جو دم مرا

محفلِ قدس کی رونق کا بڑھانے والا
لامکاں میں کوئی مہمان ہے آنے والا

وہ بُراقِ نبوی خلد سے آنے والا
تیز مانند نظر عرش پہ جانے والا

میں چلا حشر میں روتا ہوا پیچھے پیچھے
آگے آگے مری بگڑی کا بنانے والا

خاک سمجھے جو گرفتار پس و پیش میں ہیں
سب سے اول ہی جو آخر میں ہے آنے والا

کلکِ قدرت سے یہ آغوشِ احد کہتی تھی
میم احمد مرے پہلو میں ہے آنے والا

بلبلِ دل کو سنائے یہ صبا خوشخبری
مجھکو وہ گل ہی مدینہ میں بلانے والا

صبر آئے جو دعا میں تو وہی رحمت ہو
تجھ سے مایوس نہ ہو ہاتھ اٹھانے والا

خم کے خم کیوں نہ چڑھاؤں لبِ کوثر نیرنگ
مجھ سا میکش مرے ساقی سا پلانے والا

دلِ ناداں کو محبت میں مٹانے والا
چھٹ چلے یہ فلکِ پیر ستانے والا

دل مرا کوئے محبت میں ہے آنے والا
جان سے جسمیں گزر جاتا ہے جانے والا

پاؤں گردش کیلئے دل ہے تڑپنے کیلئے
سر ملا ہے مجھے افتاد اٹھانے والا

خضر نے دشتِ محبت میں دیئے ہیں دھوکے
جو ملا مجھکو ملا راہ بتانے والا

ختم ہوا بار مظالم سے سپہر ظالم
ہو گیا آپ کماں تیر لگانے والا

طائر رنگ کی ہمراہ کف قاتل سے
اڑ گیا دزد حنا جان چرانے والا

دختر رز کو گرفتار کرے رندوں سے
ہو جو زاہد کی طرح تاک لگانے والا

لب جاں بخش سے کس کس کی مسیحائی ہو
مرنیوالے ہیں بہت ایک جلانے والا

بعد نیرنگ کے چرچا ہے پریزادوں میں
سو گیا ہائے محبت سے جگانے والا

آتا ہے جواب اُن کو تجاہل کے سوا کیا
کچھ حال جو کہتا ہوں تو فرماتے ہیں کیا کیا

اے دل رہ تسلیم میں ثابت قدمی کر
مایوس نہ ہو دیکھ تو کرتا ہے خدا کیا

آنکھیں مرے احوال پہ کیوں روتی ہیں مردم
مٹ جائیگا رونے سے مقدّر کا لکھا کیا

اس عشق کے بیمار شفا کیوں نہیں پاتے
قانون محبت میں نہیں دل کی دوا کیا

آغاز محبت میں قیامت کے ہیں دھوکے
کیا خواب میں دیکھا تھا زلیخا نے ہوا کیا

کیا دیر ہی ساغر مئے امید سے بھر دے
اے پیر مغاں جھومتی آتی ہے گھٹا کیا

نیرنگی قدرت کے تصور میں جنوں ہے
حیرت یہی رہتی ہے کہ کرتا ہے خدا کیا

اللہ رے وہ سختی ایام سے پس کر
رنگ اپنا حسینوں میں جماتی ہے حنا کیا

دولت وہی پاتے ہیں جنھیں قدر نہیں ہے
آغوش میں لیلی ہے تو محمل کو مزا کیا

تقدیر نے ڈالی ہے گرہ یار کے دل میں
ہو ناخن تقدیر یہاں عقدہ کشا کیا

بیدردیٔ معشوق کو نیرنگ نہ پوچھو!
گل بھی کہیں سنتا ہے کہ بلبل نے کہا کیا

حل ہوئی وردِ عمل سے مری مشکل کیا کیا
ہو گیا عقدہ کشا عقدۂ ناحل کیا کیا

کٹ گیا شرم سے رسوا ہوا قاتل کیا کیا
تھوکتے ہیں دہنِ زخم سے بسمل کیا کیا

اشکِ خوں دیدہ جو بھرنے نکلے غم سے
تیغ روتی ہے گلے سے مرے مل مل کیا کیا

ہے یقیں مجکو وجودِ صدف گوہر سے
ناقصوں میں بھی نکل آتے ہیں کامل کیا کیا

پھر بہار آئی اٹھاؤں گا گھڑی وحشت کی
گھورتی ہے مجھے پھر چشمِ سلاسل کیا کیا

طرزِ نالہ کا اڑایا تھا جرس نے مجھ سے
وجد میں جھوم کے جھک جھک گیا محمل کیا کیا

میں وہ ہوں ملکِ معانی میں فسوں گر نیرنگ
میں نے برسایا ہے آبِ چہِ بابل کیا کیا

کمالِ جذبِ الفت رنگ دکھلاتا ہے وحدت کا
وہ بت ہوں نور کا پتلا بنا ہوں محبت کا

بتوں کی تیغِ ابرو مجکو محرابِ عبادت ہے
وہ بسمل ہوں زمیں پر لوٹنا سجدہ ہے طاعت کا

کلامِ وصفِ چشمِ یار کا مطلب نہ ہاتھ آیا
مرے ہر شعر کا مضموں ہوا آہوئے وحشت کا

تھکے جاتے ہیں پائے جستجو کٹتے نہیں کٹتا
بیابانِ محبت ہے الٰہی کس مسافت کا

شرر نکلے بدن سے تپ کے بدلے ہیں وہ بلبل ہوں
ازل سے دل جلا ہوں آتشِ گل کی شرارت کا

شبستانِ طرب سے تم جو اٹھے پڑ گئی ہل چل
فروغِ شمع پر عالم تھا صبحِ قیامت کا

سیہ بختوں کو کیا سرگشتگی ہے دور گردوں میں
مری صبح وطن میں ہے اندھیرا شام غربت کا

نہ پوچھ حال دل کیوں ہنستے ہنستے رونے لگتا ہوں
دہانِ زخم ہوں ہے ایک عالم رنج و راحت کا

ثمر خرمن سے حاصل اگر دانہ کا طالب ہوں
گرے برق بلا سائل جو میں ہوں آب رحمت کا

علاج آتش دل ہو اگر مد نظر مجھکو !
ہلاہل ہو لبوں تک آتے آتے جام شربت کا

سیہ بختی فروغ آرزو سے یاس رکھتی ہے
سرشک چشم عاشق ہے ستارہ میری قسمت کا

جہاں ہے کیوں نہ بیخود نغمہ ہائے بے تمیزی سے
کہ ساز دہر میں پردہ لگا ہے خواب غفلت کا

زمین کشت دہقاں میں اگر اُگنے سے منہ موڑے
پکارے کیا عجب بجلی کو دانہ میری قسمت کا

کمال یاس کیا سامان راحت ہو گیا مجھکو
ہمارے طفل دل نے رنگ کھیلا خون حسرت کا

عبث نیرنگ سودا لے بتاں ہیں یہ غزل خوانی
وفور وحشت دل ہے نتیجہ اس حکایت کا

نہاں سوزِ دروں ہے نالۂ آتش فشاں کیسا
میں دل ہی دل میں پھکتا ہوں شرر کیسے دھواں کیسا

طلب پر میری بولا وہ پری کس آدمیت سے
جہاں کہیے میں حاضر ہوں یہاں کیسا وہاں کیسا

تجھے اے مرغ دل بہتر ہے باز آنا محبت سے
کہ پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑا ہے آسماں کیسا

بنے سرخاب پاس آبرو سے ہجر کی شب میں
مرے اور یار کے حائل ہے دریا درمیاں کیسا

صدا لے اسکی ہے شور قیامت دیکھی جریا
ملاتا ہے تری چھاگل کا گھنگرو ہاں میں ہاں کیسا

تجھ میں ہوتے جاتے ہیں مئے الفت کے متوالے
ترے بازار میں سستا ہوا خواب گراں کیسا

وطن چھوڑے ہوئے مدت ہوئی صحرا میں پھرتا ہوں / میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

ہر اصیاد مجکو ساتھ رکھتا ہے محبت سے / میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

مجھے نیرنگ الفت ہے صیاد ستمگر سے / میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

اُڑایا ہے خزاں نے آج رنگ گلستاں کیسا / چمن سے بلبلوں کا مٹ گیا نام و نشاں کیسا

ڈرانا مجکو شمشیر جفا سے میری جاں کیسا / ہتیلی پر لیئے پھرتا ہوں سر پھر امتحاں کیسا

ستانا ہر گھڑی ہنس ہنس کے اے نامہرباں کیسا / گرانا خندۂ دنداں نما سے بجلیاں کیسا

ترا دل بجھ گیا ہے آج اے پیر مغاں کیسا / بجائے شمع محفل میں بھرا ہے یہ دہواں کیسا

برابر پوچھنا رومال سے اشک رواں کیسا / ہوا ہے دوستوں کا غم نصیب دشمناں کیسا

بھلا ہے یا بُرا ہے دل ہے حاضر مفت میں تجکو / جو دیتا ہوں وہ لے جھگڑا نہ کر ارزاں گراں کیسا

مشبک ہیں سب نگاہوں میں گراں ہیں سب کی خاطر پر / ہمارا دم عجب دم ہے سبک کیسا گراں کیسا

کہے خس کم چمن پاک در لگا دے آگ شوخی سے / پھر اس صیاد سے بچنا کسیکا آشیاں کیسا

غبار رفتگاں کا بھی پتہ ملتا نہیں مجکو / عدم کی راہ میں چھوٹا ہے مجھ سے کارواں کیسا

دیر دلدار پر ہوش و خرد کا قافلہ چھوٹا / لٹا ہے آہ کنعاں میں پہونچکر کارواں کیسا

زمین کوچۂ دلبر میں بنتا ہے مزار اپنا / ہوا ہے آج یہ انقلاب اے آسماں کیسا

اجاڑا غنچہ و گل کو مٹایا سرو سنبل کو / بچا صیاد کے ہاتھوں یہ میرا آشیاں کیسا

خداکا فضل ہو تو سنگدل بھی رام ہوتے ہیں
ہوا ہی مہرباں مجھ پر بُت نا مہرباں کیسا

مجھے کیوں دیکھکر آہو کی صورت بھاگ جاتے ہو
مری آنکھوں میں تم پھرتے ہو پردہ میری جاں کیسا

دبستانِ وفا میں تذا برو تیغ ہے مجکو
قلم کرکے میں سر لایا ہوں حرفِ امتحاں کیسا

دبا کر زلفِ مشکیں ہونٹھ سے وہ شوخ کہتا ہی
نکالا آتشِ لعلِ بدخشاں نے دہواں کیسا

تمھیں بھی کچھ خبر ہے فاتحہ کو کون آیا ہے
اُٹھو لے خفتگانِ خاک اب خواب گراں کیسا

ملی رہتی ہی کیوں وہ تیغ ابرو زلف مشکیں سے
الٰہی ملک چیں میں ہی سوادِ اصفہاں کیسا

جرس کی طرح نالاں ہوں کلیجہ کٹ کے بہتا ہی
رواں ہی کوچۂ زخمِ جگر سے کارواں کیسا

یہ کہکر طفل بدخو رو گیا عاشق کی تربت پر
ملایا خاک میں پیرِ فلک نے نوجواں کیسا

چھپائے لاکھ عاشق سوزِ الفت چھپ نہیں سکتا
زبانِ حال پر ہی حالِ شمعِ بے زباں کیسا

عروجِ فکرِ معنی سے طلسمِ طبعِ عالی سے
زمینِ شعر پر ہم نے بنایا آسماں کیسا

جلا دل آتشِ اُلفت میں خود بدنام ہونیکو
مرے پہلو میں یہ شعلہ ہی ننگِ دودماں کیسا

عجب واماندہ بیکس ہی مجنوں اُسکی جانب سے
نکل جاتا ہی کترا کر غبارِ کارواں کیسا

اگر اُلفت نہیں نیرنگ تم کو زلفِ جاناں سے
تو کیئے شاعری میں اسقدر طولِ بیاں کیسا

قفس میں عمر کاٹی باغ کیسا باغباں کیسا
میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

پھنسا ہوں دام میں جسوقت میں نے آنکھ کھولی ہے
میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

ابھی کمسن ہے وہ ڈرتا ہی اپنے مرنیوالوں سے
جھجکتا ہی مری آغوش میں وہ نوجواں کیسا

جنوں میں بھی خیال زلف سے پیچھا نہیں چھٹتا
مرا سودا لیئے پھرتا ہی پیچھے بیڑیاں کیسا

چڑھی فوج فلک شبخوں کو میرے ہجر کی شب میں
پھریرا چرخ پر کھولے ہوئے ہے کہکشاں کیسا

یہاں وہ بت تو منکر ہی ہمارے خونِ ناحق سے
خدا جانے کرے دیوان محشر میں بیاں کیسا

کلیجے میں مرے خوں ہو گئیں سب حسرتیں میری
پڑا ہی کوچہ زخم جگر میں کارواں کیسا

مسی لب پر لگاتے ہو یہ کیا اندھیر کرتے ہو
کدھر ہو آتشِ لعل بدخشاں میں دھواں کیسا

بجا ہی خوب تیر نالۂ دلدوز سے ظالم
رہا ہی دور دور آہوں سے میری آسماں کیسا

رہو ہشیار دختِ رز کے جھنٹوں میں نہ آجانا
جوا نوتا کتا ہی تمکو پیر میکشاں کیسا

ریاض دہر میں وہ بلبل بے خانماں ہوں میں
جسے شاخ نشیمن بھی ہے عنقا آشیاں کیسا

جنوں وروں یہ ہی اور ضعف سے سر اٹھ نہیں سکتا
مرا سودا ہی بازار محبت میں گراں کیسا

کوئی ترچھی نظر نیرنگ دکھلاتی ہی عالم کو
کسی کے چشم کی گردش ہے دور آسماں کیسا

ادا سے اے اڑا دلکو مرا سرو رواں کیسا
قیامت یہ تجاہل ہی کہ کہتا ہی کہاں کیسا

قفس میں ہوں میں بلبل مجھسے ذکر گلستاں کیسا
میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا

عجب اک طعن سے کہتا ہی وہ گل وصل کی شب میں
کہو درد و غم فرقت کا وہ قصہ تھا ہاں کیسا

جھکا ہی سر اسیراں دست خنجر اٹھ نہیں سکتا
مرا قاتل ہی کیسا نازنیں ہی ناتواں کیسا

سبک ہیں سب نگاہوں میں گراں ہیں سب کی خاطر پر
ہمارا دم عجب دم ہے سبک کیسا گراں کیسا

کہے خس کم جہاں پاک او رنگا دے آگ شوخی سے
پھر اس صیاد سے بچنا کسی کا آشیاں کیسا

غبارِ رفتگاں کا بھی پتہ ملتا نہیں مجھکو
عدم کی راہ میں بچھڑا ہے مجھسے کارواں کیسا

درِ دلدار پہ ہوش و خرد کا قافلہ چھوٹا
لٹا ہے آہ کنعاں میں پہنچکر کارواں کیسا

بھڑک اٹھیں نہ کیوں گلشن میں شعلے آتش مے کے
اٹھا ہے قبلہ کی جانب سے بدلی کا دھواں کیسا

زمینِ کوچۂ دلبر میں بنتا ہے مزار اپنا
ہوا ہے آجکل یہ انقلابِ آسماں کیسا

اجاڑا غنچۂ و گل کو مٹایا سرو سنبل کو
بچا صیاد کے ہاتھوں میرا آشیاں کیسا

نہ کیجے خانہ آرائی کی خاطر دوڑ دھوپ اتنی
بھلا تنکوں کا چننا پھر فکرِ آشیاں کیسا

نہ لیلیٰ ہے نہ شیریں ہے نہ سلمیٰ ہے نہ عذرا ہے
مٹا ہے گلرخوں کا دہر سے نام و نشاں کیسا

نسیم صبح ہوں سب نکہت و رنگ چھوڑ آیا
چلا ہوں خاکدان دہر سے دامن فشاں کیسا

زندگی بھر کوئی جانے نہ کسی پہ مرنا
دیکھ اے دیدۂ تر راز نہ افشا کرنا

جان دیتا ہے حسینوں سے محبت کرنا
کیا کہوں دیدہ و دل کہتے ہیں لڑنا مرنا

دل کو کہتے ہو کہ خود کاکل پیچاں میں پھنسا
واہ وا اپنی خطا غیر کے سر پہ دھرنا

زندگی موت میں وقفہ نہیں مانند حباب
ایک ساں دیدۂ عبرت میں ہے جینا مرنا

میرا اندازِ محبت جو نہیں بھاتا ہے
آپ ہی کہیے مجھے چاہیئے کیا کیا کرنا

دیکھتے ہیں نگہ شوخ سے وہ سبزۂ خط
آہوئے چشم کو سکھلاتے ہیں سبزہ چرنا

میری ہر بات پہ کہتا ہی غلط وہ نیرنگ
مجھکو بیکار رہے اب عذر رفکر کرنا

حسن جس رام نا زلیخائے گا دل مرا
بھاگو گے تم تو اور بھی آئے گا دل مرا

غیروں کے گھر میں آگ لگائے گا دل مرا
جل جل کے اور کس کو جلائے گا دل مرا

قاتل کو ضبط عشق دکھائے گا دل مرا
آنسو پیئے گا زخم جو کھائے گا دل مرا

پردہ رہیگا میرے گناہوں کا شرم سے
دامن میں اُنکی مجھکو چھپائے گا دل مرا

دم بھر کو آیئے میرے پہلو میں بیٹھیے
دو حرف حال دل کی سنائے گا دل مرا

دریا میں جاکے ڈوب مرونگا میں دلجلا
اپنی لگی کو آپ بجھائے گا دل مرا

رگڑوں جو پاؤں بھی تو نہ موت آئے ضعف سے
جینے سے بھی نہ ہاتھ اُٹھائے گا دل مرا

بنت العنب کا ہم نہ پیئیں آب آتشیں
کیا آبرو میں داغ لگائے گا دل مرا

محشر میں ہوگا رنگ حنا سے ثبوت خون
تمکو پکڑ کے ہاتھ بتائے گا دل مرا

اللہ رے جذب عشق بتوں کو کریگا رام
ہر سنگدل کے دلمیں سمائے گا دل مرا

قاتل لگائے تیغ تو قدموں پہ سر گرے
خود زندگی سے ہاتھ اٹھائے گا دل مرا

ممکن نہیں ہوائے محبت سے جانبری
جب تک کہ خاک میں نہ ملائے گا دل مرا

تیر نگہ نے چھید کے روزن بنا دیے
پہلو سے تاک جھانک لگائے گا دل مرا

گو ناتواں ہے عشق میں ہمت مگر قوی
اتنا دجو پڑے گی اٹھائے گا دل مرا

ہوگا نیا دیارِ محبت میں سکہ زن
دینار داغ عشق چلائے گا دل مرا

نرگس کے پھول قبر پہ روزن ہے گور میں
موقع ملا تو آنکھ لڑائے گا دل مرا

مر کر کسی کی عشق میں جائیگی گر یہ جاں
بنکر مری اجل کہیں آئے گا دل مرا

دو حرف سنکے مکتب لیلےٰ سے بھاگ جائے
مجنوں تجھے سبق وہ پڑھائے گا دل مرا

سمجھا ازل میں سوز محبت کو دیکھکر
موسیٰ کا ہاتھ اور جلائے گا دل مرا

دکھلاؤں اپنے عشق کی زور آزمائیاں
بھاگو جو مجھسے کھینچ کے لائے گا دل مرا

فانوس میں یہ داغ محبت کی شمع ہے
پہلو سے دیکھیے نظر آئے گا دل مرا

کہدو فلک سے آپ نہ کچھے میری آہ سے
خود پھٹ پڑیگا تو جو ستائے گا دل مرا

تم ہو چکے ہو مد نظر چشم یار کو
نیرنگ کس سے آنکھ لگائیگا دل مرا

زنگار دور ہو جو صفائے خیال کا
ہر دل ہوا آئینہ ترے حسن و جمال کا

اخگر ہے آتش غم دل سے ہر ایک داغ
ہر ذرہ ہے شرر مری گرد ملال کا

اطفال غنچہ ان کے دہن سے ادب شناس
سنبل چمن میں گیسوئے مشکین کا بالکا

ہوش اڑ کے جائیں ہجر کی شب بزم یار تک
قاصد ہو مرغ شوق پیام وصال کا

تا زندگی فروغ رہے داغ عشق کو
خورشید عمر وقت نہ دیکھے زوال کا

ہر شعر دردناک پہ روتے ہیں آپ ہم
ہے زخم دل میں ڈھنگ مری بول چال کا

آتے ہیں صبح سے وہ شہیدوں کی گور پر
انداز نے اڑے ہیں قیامت کی چال کا

یہ تو کہو ہوئی ہے کدورت کی کیا بنا
کیوں دل میں گھر بنا مری گرد ملال کا

کیوں بیگناہ زلف نے دلکو پھنسا لیا
کافر کو ڈر نہیں ہے سر مو وبال کا

مانند زلف ہوں گے پریشاں سیاہ کار
ہوگا حساب حشر کے دن بال بال کا

میری طرح فلک کو بھی جوش جنوں ہوا
ہے دست کہکشاں میں گریباں ہلال کا

پائی ہلال چرخ نے کیا نان بے طلب
رتبہ ہے یہ بلند لب بے سوال کا

نقش قدم ہے رہگذر دست عشق میں
نقشا بگڑ گیا ہے دل پائمال کا

نیرنگ چشم شوخ پہ ہم خاک میں ملے
سرمہ مرا غبار ہے چشم غزال کا

مست رہتا ہے مگر شوق سے شیدا اسکا
بھول جاتا ہے زمانے کو شناسا اسکا

ہے ہما اوج شرف پر قد بالا اس کا
قاف قدرت کا جو عنقا ہے وہ سایا اسکا

جب حضور دام اقبالہم کے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شعر بہت اچھا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ نان کی تشبیہ بدر سے دی جائے
پائے ہیں بدر چرخ ہی اک نان بے طلب :: رتبہ بلند ہو دہن بے سوال کا۔ نیرنگ عفا عنہ

یعنی مطرد ف شبیہ بہ آفتاب طرف کو تشبیہ بہ بنا پایا جائے۔ اس سے حضور کی ذہانت اور شعر فہمی ظاہر ہے اسلیے اب برعایت "بدر" یہ شعر اس طرح قابل ملاحظہ ہے۔ اور حضور والا کی اصلاح سے اور بھی بلاغت پیدا ہو گئی

قیس کو یہ اثرِ خطِ جبیں پیش آیا — لے گیا مکتبِ لیلےٰ میں جو لکھا اُسکا

ہوں وہ بلبل میری آنکھوں میں جو کچھ ہو گل ہے — ہے ہر ایک رنگ میں بو یار کی جلوہ اُسکا

شمع ہے انجمنِ قدس میں نورِ عارض — گلشنِ دہر میں بوٹا قدِ بالا اُسکا

مجھسے پوچھیں گے جو محشر میں کہ کس کا شیدا — تمکو اُنگلی سے بتاؤں گا کہ اُسکا اُسکا

لاغری میں جو یہ دیوانہ ہے انگشت نما — کیا عجب طوقِ گلوگیر ہو ہنسلا اُسکا

رل گیا رنگ طلائی سے زرِ داغ جنوں — میں ہوا زرد تو ہے رنگ سنہرا اُسکا

زینتِ بزمِ دو عالم کے لیے دستِ قضا — کھینچ لایا قلمِ صنع سے نقشا اُسکا

عاجزی پر مری قاتل کو ذرا رحم آیا — میں جو قدموں پہ گرا ہاتھ نہ اُٹھا اُسکا

عمر بھر غیر کے احساں سے سبکدوش رہوں — بارِ منت نہ اُٹھے دوش سے اِسکا اُسکا

سخت جانی سے مروں توڑ کے تیغِ قاتل — ایکدن خاتمہ بالخیر ہو میرا اُسکا

حسرت جلوۂ ساقی ہے عجب شے نیرنگ
دل پُرخون ہے مرا شیشۂ صہبا اُسکا

رنگ کیا کیا نہ زمانے کو بدلتے دیکھا — مگر ارمان کسی کا نہ نکلتے دیکھا

چشمِ مخمور سے نکلی جو تری نیچی نظر — ہمنے میخانہ سے زاہد کو نکلتے دیکھا

زندگی کس کی سوا اُس کے کٹی جل جل کر
ہم نے جب شمع کو دیکھا تو پگھلتے دیکھا

زور بازوئی نبی دست ید اللہ میں ہے
تام لیتے ہوئے گرتے کو سنبھلتے دیکھا

اُس پہ بیدردی نہ زلفوں سے بچایا دل کو
کوئی لٹکا ترا نیرنگ نہ چلتے دیکھا

حسرت سے میری لاش پہ کہتے ہیں مرگیا
اب پوچھیے وہ دل کا جلایا کدھر گیا

پہلو دبا کے تیر نہ دم بھر ٹھہر گیا
غمخوار دل کا بھی ادھر آیا ادھر گیا

منہ ہی لگا کے آئے عیادت کیواسطے
بالیں سے ہاتھ مل کے مرا چارہ گر گیا

ادنیٰ سی ہے یہ وادی وحشت کی سرگذشت
کانٹا لگا جو پاؤں میں سر سے گذر گیا

تیغ ادا کا روز ازل سے شہید ہوں
آئے قضا تو تجھ سے میں پہلے ہی مر گیا

اب کیا کروں کہ عمر گناہوں میں کٹ گئی
جو کام میرے دل کو نہ کرنا تھا کر گیا

مٹی خراب کرتا ہے یہ کو بکو میری
آندھی ہے دل مرا ادھر آیا ادھر گیا

دل جام یاس پی کے ہوا مست عشق میں
شیشہ بغل میں خون تمنا سے بھر گیا

اب آفتاب جوش جوانی تو ڈھل گیا
سایہ پری کا سر پہ چڑھا تھا اتر گیا

کیا کیا جوان خاک میں اس نے ملا دیے
پیر کہن یہ چرخ ستمگر نہ مر گیا

کس درجہ بیخودی ہے مجھے کوئے عشق میں
رہ رہ کے پوچھتا ہوں مرا دل کدھر گیا

اچھا ہوا کوئی دل مضطر کو لے گیا
جھگڑا گیا فساد مٹا شور و شر گیا

یہ حسن زلف عارض سیمیں ہے بے ثبات
شب بو کی طرح شام کو مہکا سحر گیا

کیا آبرو ہے محفل زاہد میں مثل جام
مجھکو کسی نے منھ نہ لگایا جدھر گیا

بو ہو کے گل چمن میں خزاں سے ہوا ہوئے
شبنم سا کاروان نسیم سحر گیا

کہتے ہیں سنکے وہ مری افسوں بیانیاں
نیرنگ نام اپنا زمانے میں کر گیا

حسن کا جلوہ کسے آنکھوں سے دکھلایا گیا
طور پر موسیٰ گئے یاں دل مرا آیا گیا

رحم قاتل سے نہ بسمل پر کبھی کھایا گیا
دم ذرا جس نے لیا چرکوں سے تڑپایا گیا

سرد مہری ان بتوں کی مجھکو رحمت ہو گئی
گرمی خورشید محشر میں نہ جھلایا گیا

ہاتھ سے پکڑے رہی دامن ہوائے شوق دل
مثل بوئے گل جدھر وہ قد بے سایا گیا

میں فریب عشق سے نام خدا واقف نہ تھا
دل نہ اس رستہ کبھی آتا مگر لایا گیا

شوخیاں طفلی کی کیونکر وہ پریرو چھوڑتا
میرے سمجھائے دل ناداں نہ سمجھایا گیا

کون ہوگا مجھسا مہماں آسماں سا میزباں
خوب غم ہمکو کھلایا جسقدر کھایا گیا

سامنے آئی تصور میں شبیہ روئے یار
طفل دل مچلا تو اس پہلو سے بہلایا گیا

کام اپنا کر کے کب پیک قضا رخصت ہوا
وہ مسیحا جب مرے بالیں سے سرکایا گیا

رشک آیا اسے پری دیکھا جو میں نے دوسرا | پیچھے پیچھے کیوں ترے گھر میں ترا سایا گیا
آفتاب حشر سے سایہ میں سب آئے سمٹ | دامن رحمت ترا محشر میں پھیلایا گیا
جو کیا غفلت میں میں نے سب وہ آیا سامنے | آئینہ یہ حشر کے دن مجھکو دکھلایا گیا

کس کے دامن سے مرا نیرنگ جھپکا سوز عشق
دل کا شعلہ کیا ہوا دے کے بھڑکایا گیا

رہا شب بھر جو سودا سر میں زلف روئے جاناں کا | سحر تک سلسلہ آنکھوں میں تھا خواب پریشاں کا
کھلا کیوں دیدہ گریاں سے پردہ راز پنہاں کا | کہ پاس آبرو نے راستہ روکا نہ طوفاں کا
دم شمشیر جادہ ہے رہ گنج شہیداں کا | یہیں سے دوسرا رستہ کٹا گور غریباں کا
دل پر داغ یاد آیا خیال گلشن رخ سے | سبق پڑھنے لگے ہم بوستاں میں بھی گلستاں کا
مرا دل اسقدر لبریز ذوق مے ہے اے زاہد | ٹھکانا جس میں توبہ کا نہ موقع عہد و پیماں کا
گرفتاری سے بدتر ہے قفس سے چھوٹکر اڑنا | تن بسمل سے ظاہر ہے پھڑکنا طائر جاں کا
بہار گل کے وعدے پر بھی ساقی مے نہیں دیتا | بھروسہ کیا ہے اس پیماں شکن کے عہد و پیماں کا
ذرا سا مسکرا کر روغن قاز آپ ملتے ہیں | بھڑک اٹھے نہ شعلہ آتش لعل بدخشاں کا
ڈوبے جاتے ہیں مرغان چمن بار محبت میں | کہاں سے پھٹ پڑا جوبن حسینان گلستاں کا
جوانی اور سیہ کاری تنزل پہ ہوئے دم توڑ | ڈھلی ہے دوپہر اترا ہے سایہ مہر تاباں کا

بھروسہ ہے فقط اے رحمۃ للعالمیں تیرا
کہ دامانِ شفاعت ہوگا پردہ میرے عصیاں کا

نگاہِ بد سے فصلِ گل میں اے بلبل نبچے رہنا
تجھے صیاد نے چھیر روزنِ دیوارے جہاں کا

لگایا کرتا ہے یہ آگ میرے گھر میں روزن سے
ہر اک ذرہ شرر ہے آفتابِ روزِ ہجراں کا

نوید موسم گل سے مرے داغِ جنوں چمکے
بہار آئی ہے طوطی بولتا ہے اس گلستاں کا

پسِ دیوار لایا کھینچکر دستِ جنوں مجھکو
تمھارے گھر کا روزن چاک ہے میرے گریباں کا

مرا تختِ رواں نیرنگِ وحشت ہے وہ مجنوں ہوں
اثر داغِ جنوں پر نقش ہے مُہرِ سلیماں کا

پریرو گرد ہیں لاشے کے عالم ہے پرستاں کا
گماں ہے تختۂ تابوت پر تختِ سلیماں کا

کرے گا گرمیاں مجھ سے جو شعلہ مہرِ تاباں کا
مرا سر حشر میں ڈھونڈیگا سایہ تیرے داماں کا

لحد میں بھی یہ جلوہ ہے طلسمِ عشقِ خوباں کا
فرشتہ اک پری شیشہ میں اُترا ہے پرستاں کا

تجھے ہم خود فراموش اپنے دلمیں یاد رکھتے ہیں
پری کو قید میں رکھتا ہے شیشہ طاقِ نسیاں کا

خزاں بدنام ہے لیکن زمانہ دشمنِ گل ہے
قضا پہلے سے دیتی ہے کفن گلچیں کے داماں کا

لگائی ہاتھ میں مہندی کرینگے خون کس کس کا
نیا کچھ گل کھلائیگا شگوفہ شاخِ مرجاں کا

کھلے اسوقت خاک وادیِ وحشت کی غمخواری
کہ جب مجنوں کو مٹی دے بگولا ہر بیاباں کا

پھنسا ہے بلبلِ شیراز کس کے دامِ گیسو میں
کہ باندھا رشتۂ سنبل سے شیرازہ گلستاں کا

تمنا ہو کے کشتہ دبگئی گرد کدورت میں
جنازہ تک نہ نکلا دل سے میرے دل کے ارماں کا

بُرا یا لا پڑا دل کانپتا ہے لے خدا یہ کیا
بتوں کی سرد مہری ہے کہ موسم ہے زمستاں کا

چُبھے کانٹے تو چھالے پھوٹ نکلے دشت وحشت میں
کہ بھاگے میزباں گھر سے نہ اُٹھا بوجھ مہماں کا

میرے مرنے سے پہلے مر چکی تھی آرزو دل کی
میری میت سے آگے ہو جنازہ میرے ارماں کا

فقیرِ کوچہ شاہنشہ بطحیٰ ہوں اے نیرنگ
مجھے اوروں کی کیا پروا گدا ہوں اپنے سلطانکا

یہ کہکر کہ جاتے ہیں قاتل گیا
میں روتا رہا دل گیا دل گیا

گنا ہونکا بھی گر پڑا سر سے بوجھ
قیامت کو دیکھا تو دل ہل گیا

نہ آنا تھا آئی نہ میری قضا
گلا تیغ قاتل سے ہِل مِل گیا

بگولوں سے مجنوں یہ پوچھا کیا
کہ اس دشت سے کوئی محمل گیا

نہ آئے کبھی بھول کر گور پر
مرا حوصلہ خاک میں مل گیا

ادھر ہے پریشاں ہمارا غبار
اُدھر کارواں سوے منزل گیا

ازل سے جو گم تھا رہ شوق میں
مدینے میں ڈھونڈا تو دل مل گیا

ہوا کس کی شوکت کا یہ زلزلہ
کہ ایوانِ کسریٰ بھی ہل گیا

جو تیغِ محبت نے بسمل کیا
تڑپنے کو تن رہ گیا دل گیا

جنوں میں ہے پابوس زنجیر پا — گلے سے مرے طوق مل مل گیا

ہنسا زخم خوں مثلِ مے بہ چلا — جو انگور ٹوٹا تو گل کھل گیا

لحد ہے کنارِ محیطِ ہوس — عدم تک مرے ساتھ ساحل گیا

مبارک بہارِ چمن بلبلو — ہنسے غنچے ہر پھول کھل کھل گیا

اُلجھتی نہیں زلف نیرنگ سے — دہن یار کاکل کا بھی کل گیا

ہمنے بتوں پہ جان فدا کی تو کیا ہوا — توبہ خدا سے بھی جو دعا کی تو کیا ہوا

کہتے ہیں بس یہی ہے طریقہ نباہ کا — میری ادا سے تمنے قضا کی تو کیا ہوا

افسوس دل جلوں پہ نہ آیا کسی کو رحم — ہر انجمن میں شمع جلا کی تو کیا ہوا

رونا تو کیا ہنسی مرے مرنے کی جب خبر — کہتے ہیں ہنس کے خیر قضا کی تو کیا ہوا

آئی نہ ڈر کے خرمنِ غم کے قریب بھی — بجلی جو دور دور ہنسا کی تو کیا ہوا

مرغِ سحر کے شور سے ہنستے ہو وصل میں — ہمنے جو رو کے آہ ذرا کی تو کیا ہوا

کیا کام صرفِ پرسشِ لب سے نکل گیا — عیسیٰ نے بھی جو دل کی دوا کی تو کیا ہوا

غصہ میں آکے ابر کی صورت برس پڑے — میری جو مشتِ خاک اُڑا کی تو کیا ہوا

ہم دور سے بھی دیکھ کے قاتل کو جی اُٹھے — دل مل گیا جو آنکھ لڑا کی تو کیا ہوا

نیت ہو پاک دل سے وہ طاعت قبول ہے — گر بے وضو نماز ادا کی تو کیا ہوا

گردش میں ہے سپہر بھی نیرنگ کی طرح
اُس نے جفا جو ہم سے وفا کی تو کیا ہوا

بھیجا جو خط تو کہتے ہیں ساماں ہے جنگ کا
ہے مرغ نامہ بر تیرا توتا تفنگ کا

شیریں ہوئی ہے ہم نفسِ عشق کوہکن
دل اُس کا سنگ اُس کا کلیجہ ہے سنگ کا

رقصِ نشاط یا طپشِ عندلیب ہے
شورِ شکستِ گل ہے کہ نغمہ ہے چنگ کا

مجھ سے کرے گا غیر کا دل کیا مقابلہ
ترکِ فلک سے جس کا ارادہ ہے جنگ کا

قائم رہے گی آتشِ غم سے نہ گور بھی
آتا ہے درد دل کو اُڑانا سُرنگ کا

برباد ہوگا کوئی اُڑینگے کسی کے ہوش
اک طفل سیکھتا ہے اُڑانا پتنگ کا

زاہد کو مے پلائے گی فصلِ بہار بھی
آتا ہے عنقریب زمانہ اُمنگ کا

نیرنگ جلد اپنی کرو فکرِ عاقبت
پیری ہے اب نہیں ہے زمانہ ترنگ کا

جاگ اُٹھا وصل کے چھینٹوں سے نصیبا کس کا
گرم ہے کس کی بغل سرد کلیجا کس کا

ہو چکا اپنا جگر تیرِ نظر پر قرباں
خنجرِ ناز کو دوں اور کلیجا کس کا

ناز ان سب کے اٹھائے دلِ بسمل کیونکر
تیغ کا تیر کا جلاد کا کس کا کس کا

کون پوچھے نگہِ نورِ تجلی سے مگر
چشمِ موسیٰ تو کہے طور ہے سر کس کا

کلکِ رحمت سے بُرائی کی تو اُمید نہیں
لے خدا ہے مری تقدیر میں لکھا کس کا

بام پر دیکھنے آتا ہے وہ قاتل کس کو
کون بسمل ہے سر راہ تماشا کس کا

ایک سا دل آپ کی الفت میں گنہگار رہا
حسن کا ناز کا انداز کا کس کا کس کا

کون صحرائے ہدایت میں خضر ہے نیرنگ
جلوہ گر طور حقیقت یہ ہے سایا کس کا

گور میں گھر ترا قاتل جو مجھے یاد آیا
میں فرشتے کو بھی سمجھا کہ یہ جلاد آیا

قد بے سایہ عجب آئینہ حیرت ہے
قاف قدرت سے یہ انساں کہ پریزاد آیا

عشق وہ شحنۂ بیداد ہے جس کے ڈر سے
خواب شیریں میں کسی رات نہ فرہاد آیا

غیر گلشن میں ہے ساتھ مجھے بھول گئے
جب چلے سیر بیاباں کو تو میں یاد آیا

ایک سی آمد و شد حشر کے دیواں میں ہوئی
میں گیا داد طلب وہ ستم ایجاد آیا

بھاگ کر بھی نہ بچا بخت سے وہ بلبل ہوں
میں نکلتا تھا گلستاں سے کہ صیاد آیا

خون ناحق کا یہ ہے خوشی کا حیلہ
ہاتھ ملتا ہوا مہندی سے وہ جلاد آیا

دل کے آنے کو وہ کہتے ہیں کوئی چیز نہیں
کس کے پہلو سے نکل کر دل ناشاد آیا

موج آب لب جو پاؤں کی زنجیر رہی
سرو بھی قید تعلق سے نہ آزاد آیا

کر لیا سحر بیانی سے مسخر نیرنگ
یہ وہ ہے دام کہ خود اڑ کے پری زاد آیا

پہونچا جو نامہ بر تو وہاں قتل عام تھا
لکھا مرا یہ اس کی قضا کا پیام تھا

قاتل تری گلی میں عجب اژدہام تھا
آثار صبحِ حشر تھے روزِ قیام تھا

چاہت کی پہلے گرمیِ بازار ہو چکی
یوسف کا پھر تو مصر کا مولے غلام تھا

اے چارہ گر علاج نہ کر مجھ مریض کا
اب کر چکی وہ سب جو محبت کا کام تھا

کیا مرغِ دل کو صید کیا خال و زلف نے
دھوکے کی ٹٹیاں تھیں نہ دانہ نہ دام تھا

کیوں دستِ نازنیں سے وہ تلوار کھینچتے
ترچھی نظر سے کام ہمارا تمام تھا

سرگوشیاں تھیں ساغر و مینا میں دیر تک
کچھ مغبچوں سے دخترِ رز کا پیام تھا

مانند اشک چشمِ جہاں سے گرا دیا
چرخِ ستم کہ قصرِ ہمایوں کا بام تھا

رہ جائے بات اور دلِ ناشاد دیکھنا
آئے نہ لب پہ شکوۂ بیداد دیکھنا

ڈھیا نہ جائے گا دلِ ناشاد دیکھنا
ڈوبی نہ آئے خون میں فریاد دیکھنا

نالے ذرا اُٹھ کے ہوئے فرہاد دیکھنا
اُڑ جائے بیستوں بھی نہ اُستاد دیکھنا

کوچے میں تیرے خونِ شہیداں کی ہے سبیل
پیاسا نہ جائے خنجرِ بیداد دیکھنا

موزوں تمہارے قد کے برابر نہ ہو سکا
کچھ بڑھ گیا ہے مصرعۂ شمشاد دیکھنا

افسردہ ہو نہ بزم تری روزِ عیش میں
بھولے سے آ نہ جائے مری یاد دیکھنا

آنکھوں میں ہم نے شوق سے تجھکو بٹھا لیا
مشکل ہوا ترا ستم ایجاد دیکھنا

مکتب میں آکے کھل گئی سب نوشت قیس
اک دن مرے لکھے کو بھی اُستاد دیکھنا

کرنے دو جسقدر کہ ستم آسماں کرے
جس دم کہ لب پہ آگئی فریاد دیکھنا

گر پڑ کے دیکھیں راہ طلب کس طرح ہو طے
ہر ہر قدم پہ ہے عجب افتاد دیکھنا

بیٹھا ہوں آکے چین سے گلشن میں صبحدم
آتا نہ ہو کہیں کوئی صیاد دیکھنا

آنے لگے نہ بوئے ریا پھول میں کہیں
اس میکدہ میں آئیں نہ زہاد دیکھنا

راہِ جنوں میں پانوں پہ گر گر تو روک لیں
بھاری ہوں بیڑیاں مری حداد دیکھنا

لالے پڑیں گے جان کے داغِ فراق سے
وہ دن بھی آئے گا دلِ ناشاد دیکھنا

کیا شمع کو رُلاتی ہے ہر بار بزم میں
پروانے کی جلی ہوئی فریاد دیکھنا

آمد ہے فصلِ گل کی طبیعت بگڑ چلی
پھر رنگ لا چلا دلِ ناشاد دیکھنا

عاشق کے خوں کا داغ چھٹے گا نہ عمر بھر
بھر جائے آستیں بھی نہ جلاد دیکھنا

اُس مہ نے مجھکو خواب فراموش کر دیا
آئی نہ بھول کر بھی مری یاد دیکھنا

نیرنگ دل میں رکھیے تمنا وصال کی
شیشے سے اُڑ نہ جائے پریزاد دیکھنا

بیاں کیا ہو سکے افسانہ اپنے دیدۂ تر کا
بنایا جس نے دامن کو مرے دامن سمندر کا

کچھ ایسے جوش پر نیساں ہے اب طبع سخنور کا
رگوں میں کلک کے طوفاں بھرا ہے آب گوہر کا

مری ہر بیت کو حسنِ سخن سے آپ شہرت ہے
مرے یوسف نے قصہ کہہ دیا بازار میں گھر کا

محبت وہ بلا ہے جذب دکھلائے اگر اپنا
نمو خاکسترِ قمری سے ہو شاخِ صنوبر کا

ہمارے ذبح کرنیکا تماشا دیکھ اے قاتل
ہوا ہر خون کا قطرہ گریباں گیر خنجر کا

ہماری شمعِ تربت کو تو بجھ جانے سے مطلب ہے
ہوا ہو تیرے آنچل کی کہ دامن بادِ صرصر کا

لگائی آگ جب پانی میں عکسِ روئے تاباں نے
تعجب کیا اگر آتش میں ہو مسکن سمندر کا

ذرا سی جنبشِ ابرو میں سر اترا مرے تن سے
قیامت کاٹ ہے قاتل تری تیغِ دو پیکر کا

ترے کوچہ کی خاک افشاں بنے گیسوئے دارا کی
ترا نقشِ قدم آئینہ ہو روئے سکندر کا

طلب جس وقت ہونگے نامۂ اعمال محشر میں
ہمارے ہاتھ میں ہوگا وہاں دامن پیمبر کا

بحمد اللہ کہ تجھ میں خلق اور میں بے تکلف ہوں
میں رندِ لاابالی تو ہے ساقی آبِ کوثر کا

مئے الفقر فخری کا چڑھا ہے نشہ کچھ ایسا
پتہ ہے میری محفل میں نہ شیشہ کا نہ ساغر کا

مجھے فصلِ جنوں میں کچھ نہیں فصاد کی حاجت
یہاں خارِ بیاباں کام کر جاتے ہیں نشتر کا

نہا کر تم جو نکلے ہو گیا دریا کا یہ عالم
نمونہ بن گیا آغوشِ ساحل دیدۂ تر کا

ضیائے روئے روشن سے ہوا ہے ماہ کا ہیدہ
نورِ دنداں نے پھیکا کر دیا ہے رنگ اختر کا

نظر میں اسکے دورِ آسماں کی کیا حقیقت ہے
اٹھایا جس نے صدمہ گردشِ چشمِ فسونگر کا

کہونگا عالمِ یاس اب مرے دل میں ہے آ کر
کہ ہے آباد کرنا مجھکو اس اجڑے ہوئے گھر کا

یہ نیرنگ حواد ثِ شاعر تمہیں ستانہ سکی ہے
پتہ دیتا ہے دورِ چرخ کس کے دورِ ساغر کا

سرمہ ستم ہوا نگہ چشم یار کا
چمکا دیا کسی نے جوہر کٹار کا

قصہ ملال کا نہیں لازم وصال میں
کیا پوچھتے ہو حال شبِ انتظار کا

سوئیں گے چین سے تری آغوشِ لطف میں
کھٹکا نہیں ہے ہمکو لحد کے فشار کا

ہنستے ہیں پھول عشق میں روتی ہیں بلبلیں
ہے رنگ باغِ دہر میں فصلِ بہار کا

سچا ہوا کبھی نہ ہمارے نصیب سے
یہ وعدۂ وصال ترا بار بار کا

اے خار اپنے راز انا الحق نہیں کہا
گل کیوں ہوا چمن میں سزاوار دار کا

جاتی ہے اڑ کے خاک مری اسکے بام تک
ہے عرش پر دماغ ہمارے غبار کا

نیرنگ کیا کلام ہے ضرب المثل ترا
شہرہ ترے سخن سے ہے تیرے دیار کا

کب یہ دشمن کیلیے زیبِ کمر ہو کر کھلا
اس کرے جب کھلا میرے لیے خنجر کھلا

دوستو آؤ گلے مل کر مجھے رخصت کرو
وہ ہلالِ عیدِ قرباں صورتِ خنجر کھلا

وصل کا پیغام آیا مٹ گیا دل کا غبار
اب مرے آئینہ تقدیر کا جوہر کھلا

سینہ زانو سے دبا کر ڈال کر تیوری پہ بل
پھر گلے پر رکھدیا جلاد نے خنجر کھلا

اب مرے دل میں کسی کی یاد تک آتی نہیں
ایک مدت سے پڑا رہتا ہے یونہیں گھر کھلا

تیز چلنا چلکے رکنا رک کے مڑ جانا ستم
خنجر سفاک کا اک ایک اب جوہر کھلا

وہ ادا کتنی دید کے قابل مرے جلاد کی
ایک سے تھامے گا اک ہاتھ میں خنجر کھلا

پھر خدا معلوم ہوتے دھار پر کتنے گلے
اور تھوڑی دیر تک رہتا اگر خنجر کھلا

پاؤں میں کس کام کے نوچے جو پر صیاد نے
کیا نتیجہ گر قفس سے طائر بے پر کھلا

چشم پوشی اپنی عادت ہے مگر کیا کیجیے
دن کو نکلا لیکے واعظ ہاتھ میں ساغر کھلا

دیکھنا کس شان سے اسنے کیا مقتل کا قصد
ایک خنجر میان میں اور دوسرا خنجر کھلا

دیکھ لیں جب آہ سے اڑتی ہوئی چنگاریاں
پھینک مارا دور سے جلاد نے خنجر کھلا

اسکے آنچل اگر مدفن پہ ہوتی کچھ امید
گوشۂ مرقد کا رکھ لیتے کوئی پتھر کھلا

اتنی کم ظرفی نہ کر دو چار قطرے اور بھی
دیکھ لے ساقی ابھی تک ہے خط ساغر کھلا

تر لپٹتا تھا جو اشکوں سے شب ہجراں اسے
ہر شکن تھی موج دریا جب مرا بستر کھلا

شکر ہے پونہچے بخیریت عدم آباد میں
حشر تک سوئیں گے اطمینان سے بستر کھلا

رو رہی ہے بیکسی لاشہ کو عریاں دیکھکر
کوئے قاتل میں پڑا ہے اک تن بے سر کھلا

کون ایسا رند بے پروا یہاں آیا تھا آج
جسنے چھوڑا خم کھلا بوتل کھلی ساغر کھلا

خاک ہو تیر نگہ کو اپنی شہادت کا یقیں
تیرا خنجر تو نہیں اکثر بندھا اکثر کھلا

جز یار کوئی دل میں سمانے نہیں پاتا
اب اور تصور بھی تو آنے نہیں پاتا

کیا ظلم ہے اس رعبِ محبت کا برا ہو
میں وصل میں بھی ہاتھ لگانے نہیں پاتا

کیوں آتشِ دل اشک بجھا دیتے ہیں اکثر
میں آگ میں بھی دل کو جلانے نہیں پاتا

میں داغِ محبت ہوں وہ معشوق کا دل ہے
خود جا نہیں سکتا ہوں وہ آنے نہیں پاتا

منہ ضبط نے گویا کہ سیا زخم کی صورت
کچھ بات تو کیا ہونٹھ ہلانے نہیں پاتا

کرتی ہے محبت مجھے پھر آپ سے باہر
میں اپنی طبیعت کو ٹھکانے نہیں پاتا

مہندی کی طرح سے دلِ اغبار کو پیسوں
افسوس کہ میں رنگ جمانے نہیں پاتا

دو روز کبھی یار سے صحبت نہ ہوئی گرم
اس آگ میں غیروں کو جلانے نہیں پاتا

افسوس کس طرح کوچۂ جاناں میں گرا کر
پھر جوشِ جنوں مجھکو اٹھانے نہیں پاتا

نیند اڑ گئی اب دردِ غمِ عشق میں تیزنگ
دل جب سے لگا آنکھ لگانے نہیں پاتا

دم نکل جائے جو یارب شبِ ہجراں اپنا
میں یہ جانوں گا کہ نکلا کوئی ارماں اپنا

کثرتِ یاس سے آخر کو یہی ہونا ہے
خود بخود دل سے نکل جائیگا ارماں اپنا

جو نہ ہو بات جتا نگی بتاؤں کیونکر
کوئی کہتا ہے کسی سے کوئی ارماں اپنا

ایک نکلے تو چلے آتے ہیں لاکھوں ارمان
یہ سمجھ کر نہ نکالا کوئی ارماں اپنا

کیا تر و تازہ ہیں گلہائے مضامین نیرنگ
چمن گلشن فردوس ہے دیوان اپنا

پہلا سا اضطراب جو اے دل نہیں رہا
کیا اب نگاہِ شوخ کا بسمل نہیں رہا

فرقت میں دو رفیق تھے دونوں نہیں رہے
غم بھی نہیں رہا جو مرا دل نہیں رہا

سر بھی ہے سینہ بھی ہے جگر بھی ہے جان بھی
سب اپنے حال پر ہیں مگر دل نہیں رہا

ہوتا ہے اسقدر جو تہ تیغ ناشکیب
پاس ادب ذرا تجھے اے دل نہیں رہا

اے چشم اشکبار بھروسہ ہی کیا ترا
جو رازدار عشق تھا وہ دل نہیں رہا

امید دوستی کی رکھیں بیکسی میں کیا
جب دشمنی کیواسطے بھی دل نہیں رہا

تیغ ستم کے وار رقیبوں پہ کیجیے
قبضہ میں اب حضور کے یہ دل نہیں رہا

کیا یک بیک ہوا مری حالت میں انقلاب
وہ میں نہیں رہا وہ مرا دل نہیں رہا

یوں بیقرار ہو کے وہ پہلو سے اٹھ گئے
گویا مری بغل میں مرا دل نہیں رہا

اٹھ جائے بزم غیر سے بے چین ہو کے یار
اتنا اثر بھی اے طپش دل نہیں رہا

باقی رہا شباب نہ وہ دل کا شور و شین
اب اس چمن میں شور عنادل نہیں رہا

اب کیا رہا ہے نام کے عاشق رہے ہیں ہم
ارماں نہیں امنگ نہیں دل نہیں رہا

لاؤں کہاں سے ہائے تجھے عالم شباب
وہ ولولے نہیں رہے وہ دل نہیں رہا

زانو سے بیوفا نے مرا سر ہٹا دیا
غفلت ہوئی تجھی سے کہ غافل نہیں رہا

اک بیگنہ کے خون سے بچنا محال تھا
چھینٹوں سے پاک دامن قاتل نہیں رہا

وہ شوخیٔ نگاہ وہ چین جبیں نہیں
ترکش میں ایک تیر بھی قاتل نہیں رہا

کیوں آئینہ کو دیکھ کے حیرت میں رہ گئے
دعویٰ یہ تھا کہ مد مقابل نہیں رہا

اسکو وہی دیا ہے طلب جس نے جو کیا
بندوں سے ایک پل بھی وہ غافل نہیں رہا

سو بار مر چکا ہوں بتوں کی ادا سے میں
مرنا کسی پہ اب مجھے مشکل نہیں رہا

ہے بے نقاب عارضِ روشن جو بزم میں
پروانہ اب چراغ پہ مائل نہیں رہا

گھل مل کے خوب غیر سے باتیں کیا کیے
میرا خیال کچھ سرِ محفل نہیں رہا

پالا پڑا تھا جس سے غضب تھا وہ سخت جاں
دم تجھ میں آج خنجر قاتل نہیں رہا

عشق و ہوس میں فرق نظر آگیا حضور
اب تو کسی کو دعوی باطل نہیں رہا

نیرنگ اشک آنکھ کے حلقوں سے بہ چلے
گویا محیط عشق کا ساحل نہیں رہا

نکہتِ گل ہوں کہ جس دن سے چمن چھوڑ دیا
پھر پلٹ کر نہ گیا جب سے وطن چھوڑ دیا

لطف غربت میں ملا عیش وطن چھوڑ دیا
جی لگا کنج قفس میں جو چمن چھوڑ دیا

دل شگفتہ جو ہوا داغ الم دھو ڈالے
میں نے ایک پھول کے سودے میں چمن چھوڑ دیا

کیا ہوا آج مرے سینہ پر داغ سے دل
جو مہکتا تھا اُسی گل نے چمن چھوڑ دیا

چمن دہر سے نیرنگ تعلق نہ گیا
طائر روح نے جب تک بدن چھوڑ دیا

کنارِ غیر سے ڈالے ہوئے نقاب آیا
گہن سے چھوٹ کے بدلی میں آفتاب آیا

ہم ایسی نیند سے سوئے کہ کچھ خبر نہ ہوئی
کہاں گیا وہ لڑکپن کہاں شباب آیا

گرا جو کوچۂ قاتل میں بس وہیں کا ہوا
زمیں سے مجھکو اُٹھانے نہ اضطراب آیا

جلن سی ہوتی ہے زاہد سمجھے جلن تو یہ
کہ میکشوں کی طرح جب گیا کباب آیا

جلا رہی ہیں تری سرد مہریاں دل کو
یہ ماہتاب کی منزل میں آفتاب آیا

چڑھایا سر نہ کبھی دخت رز کو اے زاہد
دماغ تک نہ مرے نشۂ شراب آیا

مسافر رہِ ملکِ عدم کا سبزہ ہوں
کہ پڑ گیا سرِ منزل تو مجھکو خواب آیا

ترا جمال یہ کہتا ہے میں وہ شاہد ہوں
کہ عین پردۂ عظمت سے بے نقاب آیا

جو ایک دل تھا مرا دوست اب وہ دشمن ہے
عجب طرح کا محبت میں انقلاب آیا

سمجھ گیا کہ طلسمِ جہاں ہے سب دھوکھا
محیطِ دہر کو دیکھا نظر سراب آیا

وصال میں بھی نہ کچھ دل کی آرزو نکلی
یہاں تو رعبِ محبت اُنہیں حجاب آیا

غضب ہوا تھا جو ملتا نہ آپ کا دامن
کہ روزِ حشر مرے سر پہ آفتاب آیا

بہا جو خونِ دل آنکھوں سے وہ چلبن نہ رہی
یہ جام بادۂ گلرنگ بے کباب آیا

تمھاری زلف ہوا سے اگر ہوئی برہم
طپش جگر کو نہ ہوئی دل کو پیچتاب آیا

سوار ابلق لیل و نہار ہے نیرنگ
ہمیشہ پا بہ رکاب عالم شباب آیا

کیا دم ذبح تڑپتا دلِ ناشاد مرا
سینہ زانو سے دبائے رہا جلّاد مرا

خون ناحق کا مرے حشر میں دعوےٰ کس پر
سر مرا دل مرا گردن مری جلّاد مرا

طائرِ قبلہ نما ہوں قفس الفت میں
آب و دانہ بھی اُڑا دیتا ہے صیّاد مرا

ناتوانی پہ مری نقش قدم کو حیرت
آنکھ کھولے ہوئے منہ تکتی ہے افتاد مرا

وحشت دل سے ملی خانہ بدوشی مجھکو
کیا بگولے کی طرح گھر ہوا برباد مرا

وہ سبق دل سے کہاں قیس نے مکتب میں پڑھا
میرے پہلو میں سکھاتا ہے جو اُستاد مرا

سر مرا کٹ کے گرا تیرے قدم پر قاتل
خون گردن پہ چڑھا استم ایجاد مرا

آئیگا بل طپش دل سے کہیں تیور میں
تیغ ابرو سے کرے ذبح نہ جلّاد مرا

خود سکھاتا ہے محبت کے طریقے کیا کیا
دل ہے پہلو میں کہ مُرشد مرا اُستاد مرا

چھوٹے وعدوں سے کہیں دل کی لگی بجھتی ہے
شاد چھینٹوں سے نہ ہوگا دل ناشاد مرا

بھاگ کر دردِ محبت سے کہاں جان بچے
خود جگر دشمنِ جاں ۔ دل ستم ایجاد مرا

یار مہندی کے بہانے سے مسل ڈالے گا
ہاتھ ملتے ہوئے آجائے نہ دل یاد مرا

تب وہ جانیگا مزہ دلکی گرفتاری کا
پڑ گیا اور کے پھندے میں جو صیّاد مرا

کہہ رہا ہے مرا قاتل کہ وہی ہے منصور
جسکو سولی پہ چڑھائے قدِ آزاد مرا

بھاگ جاتا ہے نہ بجلی کیطرح شوخی سے
اپنے سائے سے بھڑکتا ہے پریزاد مرا

یہ چڑھا خونِ تمنا ہے مری گردن پر
سر لیے پھرتا ہوں خنجر ہے نہ جلّاد مرا

اُڑکے خود دام میں پھنس جاؤنگا وہ بلبل ہوں
مری ہمّت پہ بھڑک جائے گا صیّاد مرا

طفلِ مکتب ہے ابھی درسِ محبت کیسا
قیس بھولا ہوا کرتا ہے سبق یاد مرا

گر مسخر نہ ہوا یار تو تیرنگ نہیں
اڑکے جائیگا کہاں مجھ سے پریزاد مرا

رہتا کوئی غمخوار نظر کیوں نہیں آتا
پہلو میں مرے زخمِ جگر کیوں نہیں آتا

صدمے جو نہ ہوں دل کے جلن جھل نہیں سکتی
بے چوٹ کے پتھر سے شرر کیوں نہیں آتا

تقدیر کی کھوئی ہوئی دولت جو پھر آتی
پھر لوٹ کے سیپی میں گہر کیوں نہیں آتا

بھڑکائے نہ مرغانِ گرفتار کو صیّاد
قینچی سے پر و بال کتر کیوں نہیں آتا

مر جاؤں مگر یار کو پروا نہیں ہوتی
آتا ہے جو دل دل کا اثر کیوں نہیں آتا

ہے خنجرِ ابرو پہ اگر دوڑ کے مرنا
باہر مرے سینہ سے جگر کیوں نہیں آتا

غمخوار نہیں عشق کی لذت کو سمجھتے
دل حسن پہ آتا ہے جگر کیوں نہیں آتا

وہ رشک پری دور سے دکھلاتا ہے جلوہ
شیشے کی طرح دل میں اتر کیوں نہیں آتا

اُن کی نگہ ناز سے کہتا ہے کلیجا
اے تیر قضا دل میں اتر کیوں نہیں آتا

دل داغ ہوا کچھ نہ محبت سے ملا پھل
اس نخل میں پھول آئے ثمر کیوں نہیں آتا

ممکن نہیں وعدے نہ کرو غیر کے پورے
اقرار کرا تا ہے مکر کیوں نہیں آتا

بجلی کی طرح میرے تڑپنے پہ نہیں رحم
اے ابر کرم دل ترا بھر کیوں نہیں آتا

دولت وہی پاتے ہیں ازل نے جنھیں بخشی
ہر پھول لیے ہاتھ میں زر کیوں نہیں آتا

تو وہ ہے جو دل زیر بغل ناوکِ غم کا
پھوڑے کی طرح پک کے ابھر کیوں نہیں آتا

ہر دل کو کرو سحر بیانی سے مسخر
تیرنگ ہو جادو کا اثر کیوں نہیں آتا

ہے خاتمہ بخیر جو تیرے شہید کا
دیکھا ہے اس نے چاند محرم میں عید کا

اقرار کر کے مجھ سے گئے گھر میں غیر کے
وعدے نے بھی عذاب کیا ہے وعید کا

کیا حال عندلیب کہے گوش گل ہے کر
دونوں کے دل میں شوق ہے گفت و شنید کا

ٹپکایا آنکھ سے دل سوزاں نے خون دل
کھنچتی تبارہی ہے طریقہ کشید کا

مجھ کو تبسم لطف و کرم مژدہ دے گئی
پھولے پھلے گا نخل ریاض امید کا

میرے سخن کو مصحف روئے نبی کہو
ہر شعر میں ہے نور کلام مجید کا

مقتل میں یہ خوشی ہے شہیدان ناز کو
خنجر بھی ماہ نو نظر آتا ہے عید کا

وہ ہوں چراغ کشتۂ حسرت دھواں مرا
کاجل ہے چشم روزن گور شہید کا

تم آہ نارسا کی طرح کر گئے سفر
قاصد کے ہاتھ خط بھی نہ بھیجا رسید کا

اسلام و کفر کیا ہے سمجھے ملک عشق میں
بالکل ہے اختیار سیاہ و سفید کا

ضد سے وہ منہ چھپائیں مگر نامہ بر سے بھی
مضمون لکھوں جو خط میں تمنائے دید کا

لاتقنطو کو بھول گیا۔ تو معاف کر
گھبرا اٹھا جو صبر دل ناامید کا

نیرنگ جلد ہاتھ اٹھا کر دعا کرو
اب منتظر ہے قفل اجابت کلید کا

تصور ترا دل کو بھاتا رہا
میں اجڑا ہوا گھر بساتا رہا

سلگتی رہی دل میں اک آگ سی
مرا دیدۂ تر بجھاتا رہا

سر کوئے الفت جو رکھا قدم
تو دل میرے ہاتھوں سے جاتا رہا

پڑا ہوگا دل کوچۂ زلف میں
نہ گم ہو گیا ہے نہ جاتا رہا

کٹی عمر احسان خنجر ہوا
مرے سر کا جھگڑا تو جاتا رہا

مصیبت میں ہمت نہ ہارا کبھی
فلک عمر بھر آزماتا رہا

کسی پہ دل آیا ہے یا مرگیا
خبر ہے کہ نیرنگ جاتا رہا

دل لگانا وہ قیامت ہے کہ آنا دل کا
گور جھکوا کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

لے اوڑا نقش قدم مجھسے مٹانا دل کا
شمع سیکھی مری آہوں سے جلانا دل کا

کیوں نہو کوے حسیناں میں ٹھکانا دل کا
وقت ہے جوشش جوانی کا زمانہ دل کا

بخت سوسو کے نہ کیونکر شب فرقت کاٹے
عمر رو رو کے سناتی ہے فسانہ دل کا

تم جواں ہو کے محبت کا مزہ جانوگے
وقت آئے تو کہیں دل کا زمانا دل کا

سر اُٹھانے نہیں پاتا ہی نہال اُمید
ہم جو بوتے ہیں تو اُگتا نہیں دانہ دل کا

دیدۂ تر سے گرے اشک محبت پیہم
میری آنکھوں سے ٹپکتا ہے لگانا دل کا

دست وحشت میں گیا چھوڑ کے تنہا مجکو
بیکسی ڈھونڈھتی پھرتی ہے ٹھکانا دل کا

گرم کرتا ترا اغیار سے صحبت ہر دم
پھونکدیتا ہے کلیجے کا جلانا دل کا

آپ پہلو سے نکل آیا جو وہ گل آرا
آج دیکھے کوئی پھوڑے نہ سمانا دل کا

چپکے رونے سے کہیں عشق کا غم چھپتا ہے
یہ تو چھیتے ہیں طبیعت کے۔ بہانہ دل کا

خنجر ابروے خمدار نے صد چاک کیا
زلف مشکیں کیلیے چاہیے شانہ دل کا

پر لگائے نگہ ناز نے اُن پلکوں سے
تیر خود اُڑ کے اُڑاتا ہے نشانا دل کا

اُسکے کوچے میں گرا شوق سے آنسو کیطرح
سر کے بل آپ میں جاتا ہوں بہانا دل کا

کس طرح داغ محبت کا یقیں ہو تم کو
کیا کروں آنکھ سے مشکل ہے دکھانا دل کا

اشک وہ ابر ہے جس سے نہ رکی یہ بجلی
دل کی وہ آگ کہ مشکل ہی بجھانا دل کا

کیسے چوکے نگہ ناز کسی سے نیرنگ
تیر اُنگلی سے بتاتا ہے نشانا دل کا

کسی بسمل کو تیغ ناز نے بسمل نہیں سمجھا
بتانِ سنگدل نے دل کسی کا دل نہیں سمجھا

مری جانبازیوں کو کچھ مرا قاتل نہیں سمجھا
کلیجے کو کلیجا دل کو ہمنے دل نہیں سمجھا

تصور میں کبھی دیکھا نہ جلوہ حسن لیلے کا
دلِ شیدا کو جب تک قیس نے محمل نہیں سمجھا

صدائے دردِ دل سنتا تو شاید رحم آجاتا
دہانِ زخم کی بولی کبھی قاتل نہیں سمجھا

جگر ٹکڑے ہوا۔ دل پھٹ گیا۔ پر اُف نہ کی ہمنے
تمھیں دشمن نہیں جانا تمھیں قاتل نہیں سمجھا

رہا یہ قافلہ عمر رواں کا خواب غفلت میں
غبار دہر فانی کو فقط منزل نہیں سمجھا

جلایا کیوں نہ آخر شعلۂ برق تجلی نے
ہمارے خرمن دل میں مگر حاصل نہیں سمجھا

نہ چوکا مرتے دم تک میرا قاتل دلربائی سے
کہ خود لیکر مرا دل بھی مجھے بیدل نہیں سمجھا

کس آسانی سے ہر عقدہ کیا وا میری ہمت نے
کسی مشکل کو میرا دل کبھی مشکل نہیں سمجھا

مرا طرز سخن بھی گرچہ خود اک سحر ہے نیرنگ
مگر رنگ معانی کو کبھی بابل نہیں سمجھا

تجھے دلکی لگی ہے آب خنجر ہو نہیں سکتا
علاج دل کبھی اس قاتل سے دم بھر ہو نہیں سکتا

ملا ہے جسکو مشت زر وہی جامہ سے باہر ہے
برنگ غنچہ ہر مفلس تونگر ہو نہیں سکتا

فلک سے کیا کوئی امید رکھے بزم عشرت کی
کہ دور پیر گردوں دور ساغر ہو نہیں سکتا

تمھیں ہر دم خود آرائی مجھے از خود فراموشی
جہاں میں مجھ سا بیدل تمسا دلبر ہو نہیں سکتا

بھروسا کیوں کریں مثل صدف ہم ابر نیساں کا
ترے دست کرم سے کیا میسر ہو نہیں سکتا

ترا جوش کرم ہر بوند سے طوفان رحمت ہے
ہر اک قطرہ کسی نیساں کا گوہر ہو نہیں سکتا

شب معراج میں روح الامیں کیا تجھسے بڑھجاتے
رفیق راہ پیغمبر۔ پیمبر ہو نہیں سکتا

تلاش آرزو سے ہاتھ اٹھایا دلکی ہمت نے
زمانہ کیطرح پانوں سے چکر ہو نہیں سکتا

دل مضطر کی بجلی خرمن جاں پھونک دیتی ہے
مگر ابر بہاری دیدۂ تر ہو نہیں سکتا

دعا ہو یا دوا سب کا اثر ہے دست قدرت میں
نکلنا آرزو کا بے مقدر ہو نہیں سکتا

پھنسا کر زلف میں دل ہو گیا نیرنگ بھی قائل
وہ کافر ہے وہ ناگن جس کا منتر ہو نہیں سکتا

خوشی سے گا رہی ہے سامنے اک گلبدن سہرا
مبارک ہو تجھے پھولوں کا اے رشک چمن سہرا

معطر ہو دماغ اہل محفل کیوں نہ خوشبو سے
کہ بسکر تیرے بالوں میں ہوا مشک ختن سہرا

بنایا جب تجھے نوشہ شہنشاہ دو عالم نے
ہما بنکر ہوا سر پر ترے سایہ فگن سہرا

بڑھی ہے کو وہ سہرے کی کہ محفل ہو گئی روشن
بندھا ہے سر پہ تیرے رشکِ شمع انجمن سہرا

اُدھر دستار کی زینت اِدھر طرہ کی زیبائش
دکھاتا ہے ترے رخسار پر کیا بانکپن سہرا

بنا کر نے گل شبو کی اور منقار میں لیکر
عجب اک لطف سے گاتے ہیں مرغانِ چمن سہرا

ہو گل بلبل کو پروانے کو شمع اور قمری کو
مبارک ہو تجھے نیرنگ کا رشکِ چمن سہرا

مطلع
تیغ ابرو کے تصور کا نتیجا نکلا
آنکھ کی راہ سے کٹ کٹ کے کلیجا نکلا

مطلع
اور اک معصیت کا یہاں کس کو ہوش تھا
اُس وقت جو ہوا وہ جوانی کا جوش تھا

کدورت سے مرا دامانِ دل دامانِ صحرا تھا
غبارِ خاطرِ آشفتہ صحرا کا بگولا تھا

فلک صبحِ شبِ فرقت میں یہ اندھیر کیسا تھا
کہ سورج غیر کے گھر میں مرے گھر میں اندھیرا تھا

اثر پیچ و تاب خاطرِ مجنوں کا پھیلا تھا
برنگِ گیسوئے لیلیٰ پریشاں ہر بگولا تھا

ہٹایا کس لیے رومال آنکھوں سے پس مرگ
یہی تو دیدۂ گریاں کا میرے ایک پردا تھا

کسی سے واسطہ نیرنگ نے ہرگز نہیں رکھا
نہ ہوتی بدگمانی اس سے کچھ تم کو تو اچھا تھا

## غزل سالگرہ

جلوہ ہے پھر سپہر پہ بدرِ کمال کا
چمکا ہوا ستارۂ قسمت ہے سال کا

دنیا عجیب حسن میں نکھری ہوئی ہے آج
عہد شباب پھر سے ہوا پیر زال کا

آئی ندائے غیب کہ یہ سب ہے اسلیے
جشن طرب ہے آج شہنشہ خوشحال کا

پائے ہیں دست فیض سے گوہر نجوم کے
تھا دست آسماں میں جو کاسہ سوال کا

ہر شخص کی ہے جیب تمنا بھری ہوئی
ہوتا نہیں ہے کوٹ میں دامن سوال کا

پھولے پھلے جہاں میں ولی عہد نامور[1]
سایہ رہے زمانے میں اس نونہال کا

نیرنگ یہ دعا ہے کہ راجہ بھوانی سنگھ
حاکم ہو شرق و غرب جنوب و شمال کا

## ردیف با

اغیار سے ہے خوب بڑھی رسم و راہ اب
باقی رہی وہ کہاں ہے تمھاری نگاہ اب

ہشیار آسماں ہو کہیں آگ لگ نہ جائے
سینہ سے گرم ہو کے نکلتی ہے آہ اب

ہو گی جو عاصیوں کی قیامت میں جستجو
اس شوق میں ہم اور کرینگے گناہ اب

طول شب فراق مٹا صبح وصل سے
قلعی تری تو کھل گئی روز سیاہ اب

جب سختی بتاں سے بہت تنگدل ہوئے
نیرنگ چاہتے ہیں خدا کی پناہ اب

[1] مہاراج کنور راجندر سنگھ بہادر

کر چلا کیا سب مجھے خراب شباب
ہو گیا جان کا عذاب شباب

دیکھتے دیکھتے ہی ڈھلتا ہے
دوپہر کا ہے آفتاب شباب

نہ گیا سوز عشق پیری تک
کر گیا دل کو کیا کباب شباب

زاہدو کس طرح کروں توبہ
دل مرا مست اور شراب شباب

اتبو پروا نہیں حسینوں کی
ہو چکا خوب کامیاب شباب

اب وہ صورت وہ آب و تاب نہیں
بحر خوبی میں تھا حباب شباب

نوجواں دخت رز سے عیش کریں
ہمکو رونا ہے ہائے ہائے شباب

خوب دھوکا دیا جوانی نے
اب میں سمجھا کہ تھا سراب شباب

ان حسینوں پہ جان کیوں دیتا
جانتا گر یہ انقلاب شباب

ہیکلتی کیوں بہار پہ موقوف
کر رہا ہے جو اضطراب شباب

دل صد چاک اب کہاں نیرنگ
لے گیا ساتھ یہ کتاب شباب

## ردیف تا

رنگ اپنا جما گئی برسات
ہر نگہ میں سما گئی برسات

شور طاؤس کوک کویل کی
نغمہ تر سنا گئی برسات

گریہ ابر و شور خندۂ برق — کیا ادائیں دکھا گئی برسات

منھ سے چھوٹے نہ ساغر ناب — میکشوں کو سنا گئی برسات

یاد رندوں کو جس کی تھی نیرنگ — لو مبارک وہ آگئی برسات

---

فرقت میں اجل سے طپش دل کی بدولت — بے جرم گلا کٹتا ہے قاتل کی بدولت

مرتے ہیں ہجوم ہوس دل کی بدولت — خود برق بلا گرتی ہے حاصل کی بدولت

کعبہ میں ٹھکانا۔ نہ مری دیر میں پرسش — یہ خانہ خرابی ہے فقط دل کی بدولت

رو رو کے غبار اپنا بٹھایا مرے دل نے — یہ قافلہ جاتا نہیں منزل کی بدولت

اللہ پہ روشن ہے تو تم کو خبر کیا — مجھ پر جو گذرتی ہے مرے دلکی بدولت

تمکو دل دیوانے نے پردے میں بٹھایا — لیلے نظر آتی نہیں محمل کی بدولت

دونوں ہیں پھنسے قید محبت میں ازل سے — تم حسن کے رنگ روپ سے ہم دلکی بدولت

شامت تھی رکھا زلف حسینان سے سروکار — ہم آپ گرفتار ہوے دل کی بدولت

تر دامنی آغوش شفاعت کو ہے دریا
نیرنگ تبھی بچے دامن ساحل کی بدولت

---

خنجر سے نباہے تو کوئی دل کی محبت — لوہے کے چنے ہیں مرے قاتل کی محبت

حسرت کا لہو کرکے گئے نادر قاتل — خنجر سے ٹپکتی ہوئی بسمل کی محبت

کمبخت یہی پردۂ رازِ عشق نہاں ہیں
آنکھوں کی تری۔ دردِ جگر۔ دل کی محبت

موجیں دلِ بیتاب ہوئیں تم جو نہائے
آغوشِ تمنا ہوئی ساحل کی محبت

سچ ہے کہ دمِ ذبح تماشے کے ہے قابل
قاتل کی ادا۔ دیدۂ بسمل کی محبت

جو گور میں رہتے ہیں مسافر ہیں عدم کے
لائی ہے انھیں کھینچ کے منزل کی محبت

زلفوں میں مرا دل ہے پھنسا جوشِ جنوں سے
لائی مجھے زنداں میں سلاسل کی محبت

ممکن ہے کہ نیرنگ جو مرتے ہیں ذقن پر
جھکوائے کنوئیں اس چہِ بابل کی محبت

چشمِ بسمل سے رہے ہم نگراں آچکی رات
رہ گیا لے مرے قاتل تو کہاں آچکی رات

دن کو یہ وصل کی شب خواب سی یاد آئیگی
میں کہاں یار کہاں اور۔ کہاں آچکی رات

آچکی شب ہیں یہاں وہ ان کو ہے غیر کے گھر
کل وہاں عید شبِ قدر یہاں آچکی رات

صرف شکووں میں شبِ وصل کٹی جاتی ہے
خوب شرارے سی چلتی ہے زباں آچکی رات

آتشِ وصل کی گرمی میں نہ سوجھا دل کو
ہوگئی شمعِ شبستاں کا دھواں آچکی رات

چھیڑنے کو کوئی نیرنگ یہ ان سے کہدے
ہم بھی واقف ہیں ہے آپ جہاں آچکی رات

## ردیف ثا

روز کے یہ نئے ستم روز کی یہ جفا عبث
دل جو نہیں تمھارا صاف مجھکو بھی اب کرو معاف
عشق کے کھیل تھے تمام۔ تھے جو تمھارے ہم کلام
میں نے تو کچھ کہا نہیں مجھ سے عبث بگڑ گئے

مجھ سے ہوئی ہے کیا خطا کیوں ہوئے تم خفا عبث
لطف عبث کرم عبث مہر عبث وفا عبث
اب وہ جنون اُتر گیا جور عبث جفا عبث
تھی وہ خطا رقیب کی مجھکو ملی سزا عبث

اُن کے تو ابتدا میں رنگ تھی ہر ایسے روز جنگ
اُن سے امید لطف کیا اُن سے سر وفا عبث

## ردیف جیم

کیا گرم عنان ہے وہ سوار شب معراج
پرکار صفت گھیر لیا کون و مکان کو
انوار کواکب کہ کف چرخ بریں سے
جبرئیل امیں حاشیہ بردار سعادت
اس رات کو کہتا ہے شب قدر کا دل بھی

پہونچا ہے سر عرش غبار شب معراج
ہے عرش کے نقطے پہ مدار شب معراج
ہیں در ہم و دینار نثار شب معراج
جاتا ہے جلو ریز سوار شب معراج
ہے نور قدم زیب کنار شب معراج

ہے تختۂ رنگزار ارم چرخ زبرجد
کس شان سے آئی ہے بہار شب معراج

مہمان کوئی معشوق ہے نیرنگ کسی کا
مصروف ہے خود عشق بکار شب معراج

## ردیف ہائے حطی

حسرت جہاں سے لیکے گذرتے ہیں کس طرح
تمکو جو چاہتے ہیں وہ مرتے ہیں کس طرح

نادان بن کے اور ستم ہے یہ پوچھنا
جس کا دُکھا ہے نام وہ کرتے ہیں کس طرح

مقتل میں تشنگانِ محبت کو دیکھیے
تیغ ستم کے گھاٹ اُترتے ہیں کس طرح

دم بھر کی زندگی میں اُٹھائے سر غرور
دریا میں یہ حباب اُبھرتے ہیں کس طرح

جاتی ہے آکے جان کی صورت شب وصال
مر مر کے روز ہجر گذرتے ہیں کس طرح

کہتا ہے مجھکو دیکھ کے وہ شوخ ناز سے
جیتے ہوئے بھی نام کو مرتے ہیں کس طرح

دُردِ خمارِ نشۂ نخوت کا ہے آل
اہل غرور چڑھکے اُترتے ہیں کس طرح

نقش نگیں ہیں بیٹھ کے اُٹھے نہ ضعف سے
ہم بھی تمھارے نام پہ مرتے ہیں کس طرح

اپنی خطا پہ سچ ہے کوئی منفعل نہیں
پھر سے بنا بنا کے مکرتے ہیں کس طرح

انکی تو زندگی ہے حسینون کی دید سے
نیرنگ چشم شوخ یہ مرتے ہین کس طرح

سختی راہ عدم سے لے مسافر غم نہ کہا
گو یہیں آرام ملجاتا ہے منزل کی طرح

رشک کیسا غیر نے جب پاؤں میں مہندی ملی
سچ تو یہ ہے میرے تلوؤں سے لگی دل کی طرح

اے بت مغرور ناحق حسن پہ اتنا گھمنڈ
چار دن کی چاندنی ہے ماہ کامل کی طرح

پیار کرتا ہون مگر نیرنگ جی بھرتا نہیں
چیر کر پہلو میں رکھ لوں کسطرح دل کسطرح

## ردیف خا

خون رگ جنوں سے ہوا جسم زار سرخ
ہر داغ تن اب صفت لالہ زار سرخ

صحرا نورد نے ترے گلشن بنا دیا
چھالوں نے کر دیئے ہیں بیاباں کے خار سرخ

بو ہمکو لگئی ہے چھپانے سے فائدہ
گردن میں کس رقیب نے ڈالے ہیں ہار سرخ

خون ہے کسی شہید محبت کا اسکے سر
اسواسطے فلک پہ آج چڑھا ہو غبار سرخ

نیرنگ دیکھیں کس کی تمنا کا خون ہو
غصہ سے ہو رہے ہیں جو رخسار یار سرخ

## ردیف دال

اب کہاں وہ دل رہا افسردہ ہوجانیکے بعد
تازگی کب پھول میں آتی ہے مرجھانیکے بعد

کل مریض عشق کے جینے کی کس کو آس تھی
آج کچھ سنبھلی طبیعت آپ کے آنے بعد

فاتحہ کیسا کسیکو یاد بھی آتی نہین
تین دن کا سوگ ہوجاتاہے مرجانیکے بعد

آتش الفت سے آخر مفت جلکر جان دی
اب جلائیگی کسے اے شمع پروانے کے بعد

آپ کا تشریف لانا جان کا جانا ہوا
کھل گیا آپکا مطلب آپکے جانیکے بعد

اک گھڑی بھی تنگ راحت سے نہ دنیا میں کٹی
ہان اگر راحت ملی ہمکو تو مرجانیکے بعد

بردش برق دل بیقرار میگزرد
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

خدا بن خود دل امیدوار میگزرد
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

سنان غم نہ دل و دل زکار میگزرد
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

گذشت خون دل از چشم و آب چشم زسر
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

پیام مرگ بدل بار بار میگزرد
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

بچشم شوق تمناکے یار میگزرد
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

رسید جان با بر از سوزش طعید دل
چہ حالت ست کہ در انتظار میگزرد

دل اشتیاق رخ و زلف یار میگذرد — درین زمانه چه لیل و نهار میگذرد

بتاب و تپ چه شب انتظار میگذرد — که هر نفس بعذاب فشار میگذرد

نسیم صبح نه از کوے یار میگذرد — شمیم نکهت مشک تتار میگذرد

بیا که عالم ناپائدار میگذرد — بیار باده که فصل بهار میگذرد

بیار ساغر بیهوشی ابد که بهار — برنگ موج مے خوشگوار میگذرد

بیار بادۀ پرشور آب آتش رنگ — که زندگانی ما چون شرار میگذرد

بیار بادۀ آئینہ رنگ دور وصال — که عمر من همه در انتظار میگذرد

بیار باده که آشوب فتنه محشر — بفضل رحمت پروردگار میگذرد

بیار بادۀ گلرنگ و از خمار مترس — که رونق گل و ابر بهار میگذرد

بهوش باش که سرو بلند قامت یار — قیامتیست که در رهگذار میگذرد

بجاے باده چه آشوب بخت ساقی ما — که آب از سر پرهیزگار میگذرد

به بین ز چهرۀ نیرنگ صورت شب هجر
چه حالت ست که در انتظار میگذرد

دوش آئینه سرشتان در میخانه زدند — لاے حیرت بسرشند و به پیمانه زدند

دلفگاران غمت تا در میخانه زدند — خشت از خمکده بردند و به پیمانه زدند

دوش مستانہ غمت نعرۂ مستانہ زدند
آتش اندر حرم کعبہ و بتخانہ زدند

دشنہ ہا در جگر ہمت مردانہ زدند
چہ بلا تیغ ستم بر دل دیوانہ زدند

دادرنگ طپشم دفتر مجنوں بر باد
بانگ شاباش بگوش دل دیوانہ زدند

گشت از شورش مے شیشہ و ساغر برہم
چہ بلا بود نوائے کہ بہ میخانہ زدند

اے خوش آنانکہ چو از راہ طلب بگزشتند
بر دو عالم قدم نعرش مستانہ زدند

گلعذاراں چہ بنائے دل ویراں کردند
آتشیں بود نگاہے کہ بکاشانہ زدند

اے خوش آں روز کہ لبیک نوایان قبول
غل ناقوس فغانے بصنم خانہ زدند

خاکساران رہت در سحر روز الست
بر سر ہر دو جہاں نوبت شاہانہ زدند

برد ہوش از سر من مصرع حافظ نیرنگ
دوش دیدم کہ ملایک در میخانہ زدند

# ردیف دال

انھیں جب اشتیاق دید کا میں نے لکھا کاغذ
وفور شوق میں ہاتھوں سے میرے اڑ چلا کاغذ

دم تحریر سنائی سے دل کی اسقدر رویا
کہ خون دیدۂ دل سے ہے ہمرنگ حنا کاغذ

نہ بھولے صبا ممنون احسان عمر بھر ترا
اگر اس بیمروت کو تو پہنچا دے مرا کاغذ

ٹپکتا خوں مری آنکھوں سے جب دیکھا تو قاصد نے
کہا کمبخت اس حالت میں تو نے کیوں لکھا کاغذ

نہ مضموں میں تسلسل ہے نہ کچھ مطلب سے مطلب ہے
عجب وحشت میں اے نیرنگ یہ لکھا گیا کاغذ

مانتا کون ہے منت سے منائیں کیونکر
کیا کریں بگڑی ہوئی بات بنائیں کیونکر

اب یہ حیلہ ہے کہ غیروں سے چھپائیں کیونکر
روز ہوتے ہیں نئے عذر کہ آئیں کیونکر

چین لینے نہیں دیتا ہے ہمیں درد نہاں
دل کو پکڑیں تو کلیجے کو دبائیں کیونکر

حضرت شیخ خضر بنکے بتائیں ہمکو
راہ پر اس بت گمراہ کو لائیں کیونکر

دل میں ہیں داغ نہاں سر و چراغاں کی بہار
یہ تماشا تمھیں آنکھوں سے دکھائیں کیونکر

سنگدل ہو تمھیں پروا نہیں مرنیکی مرے
کس طرح تم سے بنے دل میں سمائیں کیونکر

ہو گیا ضبط محبت سے کلیجا پتھر
آنکھیں نیرنگ مری اشک بہائیں کیونکر

مر کے دیکھے یہ تماشا کوئی بسمل کیونکر
ناز سے پھر کے چلا جاتا ہے قاتل کیونکر

ہمسے ہے تنگی آغوش تصور کا گلہ
تم دبا رکھتے ہو مٹھی میں مرا دل کیونکر

کس طرح کرتا ہے خنجر سے مرے سر کو قلم
دیکھیے مشق جفا کرتا ہے قاتل کیونکر

چشم تر میں دل مضطر ہے تعجب کیا ہے
موج آتی ہے تڑپ کر لب ساحل کیونکر

زخم کھانے میں مزہ ہے کہ چھری مٹھی ہے
چوستا ہے دہن زخم سے بسمل کیونکر

تم بہاتے ہوئے ناز سے ہر دم دل کو
ہر گھڑی ہو مرے پہلو میں نیا دل کیونکر

اے شہ عقدہ کشا بندہ نوازی فرما
ورنہ حل ہوگی یہ نیرنگ کی مشکل کیونکر

---

چلا ہوں گھر سے۔ مرنے سوئے قاتل چشم تر لیکر
حباب آسا میں نکلا ڈوبنے ہاتھوں پہ سر لیکر

نہ صبح وصل آئی شام فرقت میرے گھر لیکر
نہ شام وصل آئی میرے گھر داغ سحر لیکر

جواب خط اگر مانگا تو قاصد سر قلم ہوگا
پلٹ آتا تو اس قاتل کو خط دیکر خبر لیکر

کہاں افشا کیا راز محبت شمع ساں ہمنے
کہاں گھر گھر پھرے سوز دل و داغ جگر لیکر

تصور میں مرے جوش جنوں نے یہ ترقی کی
فلک سے بھی چلے لڑنیکو آہ بے اثر لیکر

تمھارے دانت وہ ہیں خود پڑھیں جنپر درود آنکھیں
وضو پہلے کریں۔ آنسو کی جا آب گہر لیکر

ٹھکانا کس جگہ رسوا شدہ خانہ خرابوں کا
گزارا ہو مرا کس گھر میں یہ دل یہ جگر لیکر

کہا قاصد نے خود آئینگے تو تمکو مبارک ہو
جواب خط کہاں۔ آیا یہ فقرہ نامہ بر لیکر

عبث اے بدگمان صیاد رحمت قید کرنیکی
کہاں جائینگے ہم کنج قفس سے مشت پر لیکر

کیا پامال مثل نقش پا اس جوش وحشت نے
خیال یار پھرتا ہے مرا سر دربدر لیکر

تصدق ہو ہمارا مرغ جاں اس شہ کے روضہ پر
تمنا ہے اڑے روح الامیں سے بال و پر لیکر

تنک ظرفوں سے ضبط مال و دولت ہو نہیں سکتا
صدف دریا سے نکلی آبرو دیکر گہر لیکر

گزر جاتا ہے اس پہلو سے اس پہلو میں اے قاتل
کسی کا تیر لیتا ہے خبر دل کی جگر لیکر

ازل سے اہل دانش کے مقدر میں ہے سرسبزی
کہ باغ دہر میں آتا ہے ہر دانہ شجر لیکر

گئے نیرنگ خود پرکالۂ دل کوئے قاتل تک
نہ صبر آیا جواب خط تو آئے نامہ بر لیکر

فریاد کبھی بلبل شیدا کی سنا کر
کیا اے گل تر ہیں ترے گوش شنوا کر

کرے چمن گنج شہیداں کی زیارت
اے باد صبا طوف مزار شہدا کر

تلوار جو اس دست حنائی سے نہ اٹھے
خود خون مرا شوق سے اے رنگ حنا کر

سوئے ہوئے سب گور غریباں کے اٹھیں گے
اے فتنۂ قامت تو قیامت تو بپا کر

اے دل ترا مقصد یہ ہے فکر رسا سے
کچھ حمد میں کچھ نعت پیمبر میں لکھا کر

شاخوں کی طرح ہو گل مقصد سے سرافراز
پھیلائے ہوئے دست تمنا کو دعا کر

اک صبر کی اکسیر ہے کافی تجھے اے دل
اللہ ہے شافی نہ دوا کر نہ دعا کر

اے قوت بازوئے نبی زور ید اللہ
حل کر مری مشکل مری حاجت بھی روا کر

باقی جو رہی اتنی بھی کٹ جائیگی نیرنگ
جادو کی طرح چشم حسیناں میں رہا کر

جھجک کر اس نے پھیرا نیمچہ بسمل کی گردن پر
وہاں زخم دل ہنسنے لگے قاتل کے جبیں پر

قدم پر گر کے سر بسمل کا یہ کہتا ہے قاتل سے
گناہ شوق مجھ پر خون ناحق کس کی گردن پر

نزاکت پہ تری حیرت ہے یہ بسمل کو اے قاتل
رہے گا حشر تک یہ خون ناحق کس کی گردن پر

نکلے ہیں سکے شاید کہکشاں زنار الفت ہی
ہوا پیر فلک شیدا کسی طفل برہمن پر

ہمارے آبلے پاؤں کے ٹوٹے خار صحرا پر
کیا خود راہرو نے سر تصدق اپنے رہزن پر

محبت وہ بلا ہے آگ سے اڑ کر کون بچتا ہے
جلا دیتی ہے پروانے کو آخر شمع روشن پر

مسی مالیدہ لب پر گوہر دنداں کا پرتو ہے
شب تاریک میں جگنو گرا گلبرگ سوسن پر

رہائی دی تو کب صیاد نے فرسودہ بالوں کو
کہ اڑ کر جا نہیں سکتا کوئی دیوار گلشن پر

ہزاروں حسرتیں آ آ کے خود کشتہ ہوئیں دل میں
خدا ہی جانے کیوں مرتے ہیں یہاں میرے مسکن پر

مجھے کھٹکا نہیں ہے حشر میں خورشید محشر کا
نظر ہے ابر رحمت پر بھروسا ترے دامن پر

عجب شوخی سے وہ سرو رواں تربت پہ آیا ہی
قیامت فاتحہ پڑھنے کو آئی میرے مدفن پر

اٹھا وہ ابر کے مانند اے نیرنگ پہلو سے
گرے آنکھوں سے آنسو ٹپکتے میرے دامن پر

ارماں بھی دم نزع نکلجاتے ہیں کیونکر
تم آؤ تو دیکھو کہ سنبھل جاتے ہیں کیونکر

دل اس کف نازک سے مسل جاتے ہیں کیونکر
مہندی کی طرح ہاتھ سے ملجاتے ہیں کیونکر

ویرانۂ دل دیکھ کے کہتا ہے کہ یہ گھر
بے آگ لگائے ہوئے جلجاتے ہیں کیونکر

تا حشر کروں وعدۂ فردا کا بہانہ
آجائیں اگر آج تو کل جاتے ہیں کیونکر

دیکھوں کبھی صیاد جو چھوڑے تو چمن تک
لیکن مجھے یہ بازوئے شل جاتے ہیں کیونکر

آجائیں تو دیکھیں کہ مرے دل کی طرح سے
اگر مرے پہلو سے نکل جاتے ہیں کیونکر

نیرنگ نظر مجھکو وہ آجائیں تو دیکھوں
آنکھوں کی طرح مجھ سے بدلجاتے ہیں کیونکر

آئے بے مہر میرے گھر کیونکر
ہجر کی رات ہو بسر کیونکر

شب فرقت کی ہو سحر کیونکر
ہجر کی رات ہو بسر کیونکر

صبر آنسو کا تار توڑ گیا
حال دل کی ملے خبر کیونکر

دل نے روکے ہیں تیغ ناز کے وار
ورنہ بچتا میں بے سپر کیونکر

آبلے دل کے کس طرح ٹوٹے
پھوٹ نکلی ہے چشم تر کیونکر

آتش حسن سے نہ سینکے آنکھ
دل جلاتا ہے اپنا گھر کیونکر

کس سے تیغ ادا کے ناز اٹھیں
کوئی ہو دل سا بے جگر کیونکر

مرتے دم تک امید وصل نہیں
دل سے ہو صبر عمر بھر کیونکر

غنچہ گل سے پوچھ اے مفلس
ہاتھ آتا ہے مشت زر کیونکر

مے اڑے رات دن لب دریا
ہوں بط مے کے بال و پر کیونکر

چاند نکلا ہے کس طرف سے آج
پھول نکلے کہاں کدھر کیونکر

موج نکہت ہے تیغ اے نیرنگ
کوئے کاکل میں ہو گذر کیونکر

مجھکو جنوں کا زور وہ مایل سنگسار پر
آفت مرے ہوا ہے اُسکے ستار پہ

صیاد تیرا تیر تراز و جگر میں ہے
اب تو لٹا ہے طائر جان بار بار پر

دین اُسنے فاتحہ کے عوض مجکو گالیاں
تیوری چڑھائی پھول کے بدلے مزار پر

صیاد کا ہی قول کہ سیر چمن ہے دور
مرجاؤگے قفس میں یونہیں مار مار پر

جی بھرکے کہہ گئے پس مردن برا بھلا
گویا برس پڑے مری خاک مزار پر

کچھ تو فنا کے بعد محبت کا ہو اثر
آؤ کبھی تو دل کی طرح سے مزار پر

حق بات ہم کہیں گے تبو حق کے سامنے
منصور ہم نہیں جو چڑھائیں گے دار پر

ہمکو مے کہن کا مزہ ہے شباب میں
پیری میں دخت رز کی جوانی اُبھار پر

سینے میں درد داغ سے نالاں ہے دل مرا
بلبل غم خزاں میں چمن ہے بہار پر

دیتی ہے خاک آگ محبت کی بعد مرگ
جلتا ہے مثل شمع مرا دل مزار پر

ملجائے سوز عشق میں گر آفتاب حشر
پھاہا لگاؤں زخم دل بیقرار پر

کٹتی ہے زندگی غم دنیا و دین کے ساتھ
کشتی رواں ہے تیغ دو پیکر کی دھار پر

نیرنگ دم یہ شیشے کے چڑھ جائیگا ضرور
نشہ ذرا شباب کا آئے اُتار پر

در دولت سے گیا بھی کوئی اچھا ہو کر
جی چراتے ہو مریضوں سے مسیحا ہو کر

جلوۂ طور کا کیا حال سناتے موسیٰ
آپ ہی میں نہ رہے محو تماشا ہو کر

جذبۂ حسن نے ہاروت پہ جادو وہ کیا
گر پڑا چاہ محبت میں فرشتا ہو کر

ہر گھڑی رہتے ہیں پُرنم یہ مرے دیدۂ تر
بند کوزے میں ہیں آنسو مرے دریا ہو کر

ہو تمنا جو اجل کی تو مری عمر بڑھے
ملک الموت بھی آئے تو مسیحا ہو کر

زندگی ہے لب جاں بخش پہ مرنا میرا
موت رہتی ہے مرے پاس مسیحا ہو کر

دل نہ ہو صاف تو ملنے سے نہ ملنا اچھا
پھر کسی روز بگڑ جائے گی جھگڑا ہو کر

یہ پیچ تابِ دل مجنوں کا اثر تو دیکھو
خاک بھی قیس کی اُڑتی ہے بگولا ہو کر

فیصلہ اُن سے ہمارا نہ ہوا اور نہ ہو
باتوں ہی باتوں میں رہجاتا ہے شکوا ہو کر

کیا گھٹا ٹوپ سیاہی تھی مرے عصیاں کی
چھا گئی عرصۂ محشر میں اندھیرا ہو کر

شکوۂ ظلم پہ نیرنگ کہا اُس بت نے
کیوں یہ تکلیف سہی آپ نے شیدا ہو کر

یہ بھی پوچھا نہ نکلتا ہے ترا دم کس پر
بے نیازی کی یہ خو ناز کریں ہم کس پر

میرے ماتم نے زمانے کو سیہ پوش کیا
رات بھر ہجر کی شب روتی ہے شبنم کس پر

کوئی تدبیر نہیں زخم دل مضطر کی
دل ٹھہرتا نہیں رکھے کوئی مرہم کس پر

کس کا دشمن ہے تری زلف سیہ کا افعی
زہر کھائے ہوئے ہے گیسوئے پرخم کس پر

برق وباراں کی طرح خاک میں ملنا تھا مجھے
دل جلا کس پہ۔ بہا دیدۂ پرنم کس پر

جوش خوں دل میں ہے سودائے شہادت سر میں
خنجر ناز رکھے کس کو مقدم۔ کس پر

گور مجنوں کا نشاں بھی نہیں صحرا میں رہا
آہ نیرنگ کرے دشت میں ماتم کس پر

اے رہرو محبت چلنا سنبھل سنبھل کر
دیکھا بڑے بڑوں کو گرتے پھسل پھسل کر

اٹھتا نہیں دھواں منفذ زمیں سے
کشتوں کی جا رہی ہیں آہیں نکل نکل کر

ابرو پہ بل پڑے ہیں خنجر نکل رہے ہیں
پھر گھورتا ہے قاتل تیور بدل بدل کر

وہ منتیں ہماری پاؤں پہ سر کو دھرنا
وہ تیری توتا چشمی آنکھیں بدل بدل کر

جی بھی جو اپنا نکلا نکلی نہ ہائے جی کی
سینے میں رہ گئی ہے حسرت مچل مچل کر

تنے خود آرزو کا خوگر مجھے بنایا
پیدا ہوئے ہیں ارماں۔ ارماں نکل نکل کر

تکرار قافیہ کی محدود ہے جو نیرنگ
سو سو طرح سے لکھے مضموں بدل بدل کر

## ردیف زا

گھر گھر کے آرہا ہے جو ابر بہار روز
رندوں کے جمگھٹے ہیں لب جوئبار روز

گرد ملال خاطر دلبر سے اے اجل
ہمکو تو جیتے جی ہے عذاب فشار روز

انجام کا خیال نہیں بلبلوں کو کچھ
رہتی ہے یہ چمن کی ہوا صرف چار روز

آئے گا کب نظر مجھے وہ آفتاب حشر
آنکھوں میں کٹ رہی ہے شب انتظار روز

یا رب بھوانی سنگھ کو دایم رہے عروج
ہے یہ دعا سے عابد شب زندہ دار روز

رہ گیا آنکھوں میں آ کر دل کا راز
حسرت دیدار ہے بسمل کا راز

بات قاتل نے نہ پوچھی زخم کی
خون ہوا ہونٹوں پہ آ کر دل کا راز

ہے مری دلسوزی شمع بے زبان
کھل نہیں سکتا مری محفل کا راز

وصل میں اپنا نہیں کہتے ہیں بھید
پوچھتے ہیں مجھ سے میرے دل کا راز

حسرت دیدار مجنوں کیا کرے
ہے اگر لیلے دل محمل کا راز

برگ گل غنچہ سے لے آئی شمیم
آ گیا آخر زباں پر دل کا راز

دل سے دل کو راہ ہوتی ہے ضرور
اپنے دل سے پوچھو میرے دل کا راز

ہے دل مجنوں میں لیلے خود نماں
پردۂ محمل میں ہے محمل کا راز

تیغ کا کھنچنا ہے لے نیرنگ موت
ہے زبان تیغ پر قاتل کا راز

## ردیف سین

دل میں پھر پیدا ہوئی سیر گلستان کی ہوس — پھر سمائی نغمۂ مرغ خوش الحان کی ہوس

اس لب جان بخش کا رہنے لگا ہر دم خیال — جان لے گی ایک دن لعل بدخشاں کی ہوس

بیٹھکر مکتب میں تلوے اسکے کھجلانے لگے — قیس کو پیدا ہوئی سیر بیاباں کی ہوس

تھا زلیخا کو سواد مصر سے اتنا ہی انس — جسقدر یوسف کے دل میں سیر کنعاں کی تھی ہوس

قیس کل تک فرش مخمل تھا تری آرامگاہ — آج ہے دشت و جبل خار مغیلاں کی ہوس

شور تحسین ہو مرے ہر شعر کی ہو واہ واہ — ہے یہی بزم سخن میں ہر سخنداں کی ہوس

دیکھیے نیرنگ کا انجام کیا ہوتا ہے آج
پھر لیے جاتی ہے اسکو کوے جاناں کی ہوس

## ردیف شین

پہلے کرنا چاہیے اک تیز دم خنجر تلاش — پھر مبارک ہو تجھے لے دل تو کر دلبر تلاش

گر نہو تقدیر میں تدبیر کام آتی نہیں — بھیک بھی پاتا نہیں کرتا پھرے گھر گھر تلاش

بعد مردن کوچۂ قاتل میں بنتا ہے مزار — جذب الفت نے کیا کیا خوب اپنا گھر تلاش

جستجو رہتی ہے کس کی ایک مدت سے انہیں — رات دن کرتے ہیں کسکو مہ و خاور تلاش

یاد ابرو رات دن ہے حضرت نیرنگ کو — آپ اپنے واسطے کرتے ہیں خود خنجر تلاش

## ردیف صاد

کیا گلستاں کیا بہار ہے خاص
تن پر داغ لالہ زار ہے خاص

دام گیسو میں پھنسا دل کا
اس پری رو کا یہ شکار ہے خاص

شوخیاں چھوڑ دیں براق نے سب
جب سنا یہ کہ شہسوار ہے خاص

دیکھ کر اسکو بلبلوں نے کہا
سب گلوں میں یہ گلعذار ہے خاص

جس کے پاس نمک ہو آقا کا
وہ ملازم وفا شعار ہے خاص

کیا سخن فہم ہے بھوانی سنگھ
نقد معنی کا وہ عیار ہے خاص

یاوہ گوئی سے کذب سے ہے نفور
بس یہ نیرنگ کا شعار ہے خاص

## ردیف ضاد

جنت نہ لوں گا کوچۂ دلدار کے عوض
صحرا پسند کیوں کروں گلزار کے عوض

اس دست نازنیں کو نہ تکلیف دیجیے
ابرو سے وار کیجیے تلوار کے عوض

ایسے سخی سے سوم بھلا کچھ تو دے جواب
انکار ہی کرے کبھی اقرار کے عوض

سب کے گناہ میرے ہی پلے سے باندھ دیں
دوزخ ملے ہر ایک گنہگار کے عوض

نیرنگ سلطنت بھی اگر ہو تو میں نہ لوں
راجہ بھوانی سنگھ کی سرکار کے عوض

## ردیف طا

گل وگلزار لالہ زار رہے شرط
میکشی کے لیے بہار ہے شرط

آبلوں سے ہے سیر دشت کا لطف
بلکہ ہر آبلہ میں خار رہے شرط

بے جگر ہو ترا ہر اک بسمل
اور جگر ہو تو داغدار رہے شرط

جان دیتے ہیں اک نگاہ پہ ہم
قتل کو تیغ آبدار رہے شرط

لاش نیرنگ کی کہیں پھینکو
قبر اگر ہو تو کوئے یار رہے شرط

## ردیف ظا

جس طرح زاہد کا ہم کرتے رہے اکثر لحاظ
یوں ہی زاہد میکشی پر بھی کرے کمتر لحاظ

کیوں نہ آجائے لبِ مے اُڑ کے میخوارونکے پاس
خود کرے خون تمنا کا مے احمر لحاظ

کیوں رُکا کیوں مُڑ گیا کیوں کند ہی ہنگام ذبح
کرتا ہے شاید ترے بسمل کا یہ خنجر لحاظ

خیرہ سر ہو بدچلن ہو جرم پر بیباک ہو
ایسے نوکر کا کرے کب تک کوئی افسر لحاظ

مستعد ہو راست گو ہو کام میں ہشیار ہو
ایسے نوکر کا کیا کرتا ہے ہر افسر لحاظ

منزلیں طے کرکے اے نیرنگ لایا ہے جواب
اُس ستمگر نے کیا میرے کبوتر کا لحاظ

## ردیف عین

محو حیرت بزم میں ہے صورت تصویر شمع
دم بخود ہے دیکھکر رخسار کی تنویر شمع

محفل خورشید رویاں میں تجھے عزت ملی
خوب ہی چمکا ہے تیرا اختر تقدیر شمع

سوز دل سے رات بھر جلتی ہی کچھ کہتی نہیں
شکل الفت میں رہا کرتی ہے تو دلگیر شمع

چپ کھڑی تھی بزم میں ڈالے ہوئے کانوں میں تیل
کون پروانوں کا سنتا نالۂ شبگیر شمع

نقش ہے دل پر شب فرقت کی غمخواری تری
وصل میں آنکھوں میں پھرتی ہی تری تصویر شمع

یاس کا عالم وہ تنہائی لحد کی دیکھکر
بیکسی پر رات بھر روتی رہی دلگیر شمع

نالۂ نیرنگ سے بیچین ہوجاتی ہے بزم
تیرے گریہ میں کہاں ہے اسقدر تاثیر شمع

## ردیف غین

روشن ہو شمع گور کے بدلے جگر کا داغ
اک معجزہ ہے عاشق شوریدہ سر کا داغ

شرمندہ ہوگا جانے بھی دے شوق ہمسری
یہ ہے جگر کا داغ وہ طاؤس پر کا داغ

دولت اگر گئی کسی منعم کے پاس سے
تا زندگی رہیگا اُسے مال و زر کا داغ

نیرنگ ایک خستہ جگر کا سنا یہ قول
داغوں میں سب سے بڑھ کے ہے لخت جگر کا داغ

## ردیف فا

ہے شور برق و رعد جو گلزار کی طرف
ایما ئے میکشی ہے یہ میخوار کی طرف

وحشت زمین کوچۂ جاناں کی سیر کر
کیوں کی چلی ہے وادیٔ پرخار کی طرف

مفلس کی بات کوئی بھی تو پوچھتا نہیں
سارا جہان ہوتا ہے زردار کی طرف

فکر معاش و صدمۂ اخلاف بے ہنر
مائل ہو طبع کیا مری اشعار کی طرف

نیرنگ بیٹیوں کی ہے کیا جانفزا شمیم
لیچل مجھے تو خانۂ خمار کی طرف

## ردیف قاف

بلبل کو کیوں نہ شاق ہو گلزار کا فراق
عاشق کے دل سے پوچھیے دلدار کا فراق

دل ہے سنان و تیر کی فرقت میں مضطرب
گردن پہ ہے گراں تری تلوار کا فراق

صحرا سے لیچلا ہی سوے شہر کیوں جنوں
ہر آبلے پہ سخت ہوا خار کا فراق

ہمکو تمھاری بزم سے خود ہوگا احتراز
تمکو جو ناگوار ہے اغیار کا فراق

نیرنگ ہے یہ صحبت دلدار مغتنم
وہ دن خدا نہ لائے کہ ہو یار کا فراق

## ردیف کاف

جنوں کے جوش کو کب دسترس ہے خوباں تک
چاک دامن یوسف نہ تھا گریباں تک

ہمارا دیدۂ تر جوشش ابر رحمت ہے
کہ دھو گئے مرے آنسو سے داغ عصیاں تک

رہی یہ ضعف مقدر سے مجھکو مجبوری
کہ میں پہونچ نہ سکا اپنے دلکے ارماں تک

بلا کا پیچ کیا میری خاک نے پس مرگ
غبار بنکے گئی کاکل پریشاں تک

فنا کے بعد بھی افتادگی پسند رہی
جو خاک اڑکے گئی بھی تو آب باراں تک

بھرے کسی کے نہ سر میں ہوا محبت کی
جنوں کا ہاتھ نہ پہونچے کسی گریباں تک

بہار گل میں جنوں سے ہے جیب و دامن چاک
کھلی ہوئی ہیں مرے پیرہن کی کلیاں تک

فروغ داغ جنوں بزم یار تک نہ ہوا
ہماری شمع نہ پہونچی کسی شبستاں تک

پری رخوں کی میں آنکھوں کا سحر ہوں نیرنگ
بلاد ہند سے مشہور ہوں پرستاں تک

سُن سکے کوئی رحم نہ کھائیگا کہاں تک
جو دل پہ گذرتی ہے وہ آئے تو زباں تک

پیچھا نہ چھٹے آہ اگر آئے زباں تک
یہ پیر فلک بھاگ کے جائیگا کہاں تک

جلوے شب معراج کے پوچھے ہیں کہاں تک
اسرار رہ شوق بیاں سے ہیں یہاں تک

کہتے ہیں تجاہل سے مری خاک اڑا کر
کس آگ نے پھونکا ہے کہ اٹھا نہ دھواں تک

قاتل کو ہوا خوف جو حسرت کی نگہ سے
بسمل کی نکالی گئی چشم نگراں تک

سو جاں سے تری بندہ نوازی پہ فدا ہوں
ہو شکر زباں سے تری رحمت کا کہاں تک

ہر درد و مصیبت میں ہے یہ صبر کا ایما
یعنی دہن زخم کو بخشی نہ زباں تک

آخر کو تہ سنگ لحد جائے گا غافل
پہنچائیگی یہ نیند تجھے خواب گراں تک

آیا جو نہ الفت کا یقیں چیر کے پہلو
دیکھے مرے قاتل نے مرے داغ نہاں تک

دارا کی کہانی پہ مجھے نیند سی آئی
جاگا میں کیا بخت سکندر کے بیاں تک

اے سوزن مژگاں میں کروں ضبط محبت
تو سی دے مرے ہونٹ کہ نکلے نہ فغاں تک

موج مئے گلرنگ کے ہو ہاتھ پہ بیعت
پونچھوں تو کہیں میکدہ پیر مغاں تک

اظہار حقیقت میں تو نیرنگ نہ چوکو
کٹ جائے جو خامہ کی طرح نوک زباں تک

نہ سادلائیگی زلف نگار ایک نہ ایک
پھنسے گا دام میں اُڑ کر شکار ایک نہ ایک

شراب پیتے ہو بھڑکے گی اور آتش حسن
کباب ہوگا دل بیقرار ایک نہ ایک

میں جانتا ہوں مجھے خاک میں ملائیگا
یہ جھوٹ سچ ترے دل کا غبار ایک نہ ایک

جو میں اُٹھا تو صبا خاک چھاننے آئی
تری گلی میں رہا خاکسار ایک نہ ایک

برنگ شیشۂ ساعت تمام عمر کٹی
نثار رہا مرے پر غبار ایک نہ ایک

بھرا ہوں پھوٹ بہونگا میں آبلے کیطرح
جو چھیڑ کرتے ہو تم بار بار ایک نہ ایک

ہوا میں قتل جو نیرنگ کی خو تو بڑھ گئی
رقیب پر بھی کبھی ہوگا وار ایک ایک

## ردیف لام

اُن کا سکوت ہے کہ لگایا زبان پہ قفل
گویا یہ خامشی ہے صنم کے دہاں پہ قفل

گیسو کے بدلے یار کے ابرو پہ ہے گرہ
زنجیر کس جگہ تھی لگایا کہاں پہ قفل

بادِ خزاں نہ آئے کبھی چور کی طرح
غنچے اگر لگائیں در بوستاں پہ قفل

مرنے کے بعد میری زباں بند ہوگئی
جب لوٹ ہو چکی تو لگایا مکاں پہ قفل

رستوں میں بند ہوگئیں کانوں کے بجلیاں
بدلی سمٹ کے ہوگئی برق طپاں پہ قفل

سنسان میکدے میں ہوئی بند میکشی
شیشے پہ مُہر ہے دہن میکشاں پہ قفل

کھلنا دعا سے باب اجابت کا دور ہے
کنجی تو ہے زمیں پہ اور آسماں پہ قفل

کیونکر زباں سے نقدِ معانی نکل سکے
یہ طرح وہ ہے جس نے لگایا وہاں پہ قفل

جنس سخن کا کون ہے نیرنگ مشتری
کہدے لبِ دہاں سے لگائیں دکاں پہ قفل

کس غم میں آبلہ کی طرح سے بھر آیا دل
روتا ہوں پھوٹ پھوٹ کے کس نے دکھایا دل

اک داغ کے خمیر سے لے صانعِ ازل　　موسیٰ کا ہاتھ اور ہمارا بنایا دل

دل جب سے کھو گیا ہے کلیجے میں داغ ہے　　ڈھونڈا چراغ لیکے جگر نے نپا یا دل

یارب ہے کس کے زخم کا دامن جگر مرا　　کس دل جلے کی خاک سے تونے بنایا دل

عشق دلی ہے اور دکھانے کا اور ہے　　آنکھیں سجھائیں غیر نے ہم نے بچھایا دل

رہا کرکے ایسے ناز سے انکار وصل تھا　　انگلی کی طرح دانت سے گویا دبایا دل

اللہ ری بیدلی کہ وہ آئے جو نزع میں　　آنکھوں میں جان آگئی دل میں نہ آیا دل

سوز فراق یار سے ہوں کس عذاب میں　　یہ آگ وہ ہے جسکو جہنم سے لایا دل

اے صانع ازل یہ مرے ساتھ کیا کیا　　پہلو میں میرے جان کا دشمن بنایا دل

سینے پہ زخم کھا کے اٹھائے ہیں لپہ داغ　　جانچا جگر کو پہلے تو پھر آزمایا دل

گھبرا گئے وہ فرط نزاکت سے آپ ہی　　غش آگیا جو چیر کے پہلو دکھایا دل

کیسا طلسم قدرت پروردگار ہے　　کیا جی لگا کے دست قضا نے بنایا دل

مانند خار و آبلۂ پائے رہرواں　　ہم رو کے رہ گئے جو کسی نے دکھایا دل

دامن ملے شفاعتِ محبوب کا مجھے　　ڈھونڈے جو آفتابِ قیامت میں سایا دل

اک شمع سوختہ ہوں شبستانِ عشق میں　　جلتا ہوں دیکھ دیکھ کے اپنا پرایا دل

نیز تنگ چاہ میں کسی یوسف کا ہے حال　　گر جان تھی عزیز تو پھر کیوں لگایا دل

کبھی شعلہ رو سے لگائیں گے دل
کہیں آگ بنکر جلائیں گے دل

جہاں ہوگا پامال حسن خرام
جو بھاگو گے تم اور آئیں گے دل

## ردیف میم

بگڑی مری نہ سن کے ہنسی میں اُڑاؤ تم
روتے کیئے جو آنکھ کسی سے لگاؤ تم

جھگڑا چکے کہ مجھکو ٹھکانے لگاؤ تم
گرد ملال سے مری تربت بناؤ تم

مرنیکے بعد میری لحد سے ملال کیا
اب ناک بھوں نہ پھول کے بدلے چڑھاؤ تم

دریا پہ جاکے غیر سے ہوں گرمجوشیاں
پانی سے مجھکو آگ کے بدلے جلاؤ تم

ہم ہیں تمھاری بزم میں پر غنچہ ساں خموش
نکلے جو منھ سے بات تو شاخیں لگاؤ تم

جاگیں نصیب چشم تمنا کے خواب میں
اپنا خیال بنکے مرے دل میں آؤ تم

دیکھو ابھی فسوں محبت کا کچھ اثر
نیرنگ سے بھی آنکھ تو جاکر ملاؤ تم

جب کہیں آپ کو پائیں گے ہم
دیکھنا مٹی میں ملجائیں گے ہم

مہندی ملکر مار ڈالا آپ نے
ہاتھ ملتے گور تک جائیں گے ہم

ظلم بیجا پر فقط یہ ہے ملال
کون تم اور کون کہلائیں گے ہم

یار دریا میں ہے بیکل اضطراب
موج بنکر اب لپٹ جائیں گے ہم

## ردیف نون

سیاقِ عفو مین رحمت کا کچھ شمار نہیں / تو اس حساب سے مین بھی گناہگار نہیں

بتوں کی جور و جفا کس کو ناگوار نہیں / مگر خدا کی قسم دل پہ اختیار نہیں

اُڑے گی پھر بطِ می زاہد و تصور معاف / بہار مین کسی توبہ کا اعتبار نہیں

بشکل آئینہ دونوں کے دل ہین باہم صاف / یہاں تو گرد کدورت نہین وہان غبار نہیں

حساب دلشکنی کا شب وصال نہ پوچھ / کہ ایک مرتبہ ہاں ہے ہزار بار نہیں

نہ شیشۂ دل پُر داغ مین رہا وہ پری / مرے چمن میں کوئی نخل سایہ دار نہیں

کہے گا پیش خدا بھی نہ وہ خدا لگتی / مجھے کسی بُت کا ترکا اعتبار نہیں

نگاہ ناز سے مجھکو نہ دیکھ لے صیّاد / لگا نہ تیر مرا دل ترا شکار نہیں

بتایئے دل مضطر کا کیا علاج کریں / بغل میں یار نہیں دل پہ اختیار نہیں

ہماری خاک کا ملتا ہی بیکسی سے نشان / وہاں ہے ڈھیر کسی کا جہان مزار نہیں

تمھارا قد تو لڑکپن سے آفتِ جاں ہے / مری قضا کو قیامت کا انتظار نہیں

ادھر تو آبِ شہادت کی پیاس بسمل کو / ادھر جو خنجر قاتل ہے آبدار نہیں

چھپے گی رنگِ محبت کی بو نہ گلچین سے / گلوں پہ مرتی ہے بلبل کہے ہزار نہیں

نہ اتنا رو کہ پھر آجائے نوح کا طوفان / تجھے قسم ہے نہیں چشم اشکبار نہیں

اسی زمین میں کہو دوسری غزل نیرنگ
ابھی تو نشۂ معنی کا کچھ اُتار نہیں

مرے سخن کا گلستاں ہی خارزار نہیں
خزاں کا خوف جسے ہے یہ وہ بہار نہیں

مرے سخن کی خلش کیوں ہے دلمیں حاسد کے
زباں کلک سخنداں ہے نوکِ خار نہیں

وہ مے پلائے گا ساقی مجھے لب کوثر
کہ جس میں دردِ کدورت نہیں خمار نہیں

کسی کے آب کرم نے بجھا دیا نیرنگ
وہ اب طپش دل نہیں وہ انتظار نہیں

## غزل

بہار تو یہ شکن زاہد و ملی محفل میں
لگا دی آکے ذرا چوٹ شیشۂ دل میں

اُدھر وہ تیغ بکف ہے ادھر طپش دلمیں
نہ تاب شوق کی قاتل میں اور نہ بسمل میں

بخیر داغِ محبت کا ہو گیا انجام
گئی تو جان بلا سے وہ رہ گیا دل میں

چھپے ہوئے ہیں نظر باز لیلےٰ و مجنوں
نگاہِ شوق نے رخنے کئے ہیں محمل میں

ملے گا ہر دلِ مضطر کو گور میں آرام
کہ موج چین سے سوئی کنارِ ساحل میں

شراب خون تمنا کی ہی شب غم میں
بھنا کباب کلیجے کا آتش دل میں

الٰہی نزع کی ایذا سے ہو نہ ناک میں دم
سفر کے وقت نہو چھینک پہلی منزل میں

تری تو بو بھی نہ پہونچے گی اے رقیب وہاں
مرے لہو کا جما رنگ کوچۂ قاتل میں

لکھا یہ تھا مری قسمت میں داغ رسوائی
بچے نہ قید محبت سے لیلےٰ و مجنوں

لگی ہے آگ محبت کی خانۂ دل میں
اگر یہ بند بگولے میں ہے وہ محمل میں

حباب وار ابھرتے ہی مر مٹے بیرنگ
جو آرزو تھی مرے دل کی رہ گئی دل میں

اتنی کبھی ہو جو وصل میں صحبت یقیں نہیں
اصرار ہو ادھر سے ادھر سے نہیں نہیں

اے دل جو تو نیاز سے سر بر زمیں نہیں
سجدہ ترا قبول ہو ایسی جبیں نہیں

اقرار وصل کا مرے دلکو یقیں نہیں
ہاں بھی ہے اک مذاق ہنسی ہے نہیں نہیں

غیروں کو ہے نگاہ سے وعدہ وصال کا
ہم سے ہلا کے ہاتھ اشارہ نہیں نہیں

کرتے ہو چشم شوق سے کیا پردہ داریاں
ہم نے جہاں تلاش کیا تم وہیں نہیں

دیر و حرم تمام خدائی میں پھر چکے
یہ آن یہ ادا تو کسی میں کہیں نہیں

پہونچیں گے پھر نہ کیوں مرے نالے حضور تک
کیا تیر آہ میں پر روح الامیں نہیں

پہونچائے گی کسی کی محبت کہیں مجھے
ناصح تری نگاہ مگر دور بیں نہیں

دست جنوں کا شغل گریبان فقط رہا
دامن نہیں ہے جیب نہیں آستیں نہیں

نالوں سے پھٹ پڑے نہ کہیں سر پہ آسماں
ایسا نہو کہیں دل مضطر نہیں نہیں

وہ دشت وہ غبار وہ مجنوں نہیں رہا
وہ کارواں وہ لیلیٰ محمل نشیں نہیں

جورِ فلک اٹھائے مجھے کوئے یار سے
سیدھی طرح اُٹھے یہ وہ نقشِ نگیں نہیں

داغِ جگر نہ موسمِ گل میں ہرے ہوئے
ہے ہر چمن میں فصلِ بہاری نہیں نہیں

چاہت کا ہے وہ جرم کہ شامل ہے غیر بھی
تنہا گناہگار تمہارے ہمیں نہیں

کیونکر نہ ہو غزل میں بھری شوخیٔ غزال
نیرنگ چشمِ یار کا کیا ہم نشیں نہیں

خفا نہو مرے شکوے کا یہ مقام نہیں
کہ وصلِ غیر کا اقرار میرا نام نہیں

مزہ کباب کا مجھ دلجلے کی بات میں ہے
جلا بُھنا نہ اگر ہو مرا کلام نہیں

تمہارے دل پہ تو نقشِ نگیں ہے غیر کا عشق
نکال دوں جو کلیجہ تو میرا نام نہیں

جُھکا جو سر بھی تو محرابِ تیغ سے نہ پھرا
مری نماز میں سجدہ تو ہے سلام نہیں

ستم ہے عشق کی دار القضا میں یہ کیسا
کہ خونِ آرزوے دل کا انتقام نہیں

بتوں کی سنگدلی ہے لکیر پتھر کی
یہی نگیں ہے محبت کا جس پہ نام نہیں

جو شامِ ہجر کی شب ہے تو اُسکی صبح نہیں
فراقِ یار کا دن ہے تو اُسکی شام نہیں

شہ سریرِ معانی ہوں صورتِ مجذوب
مرے سخن کے قلمرو میں انتظام نہیں

پتنگ سا شمع جلے اور زبان سے اُف نہ کرے
مرے سوا یہ کسی دلجلے کا کام نہیں

بھرا ہے زخم کے مانند مجھ سے وہ نیرنگ
کہ ہجرِ غیر میں بھی مجھ سے التیام نہیں

## غزل

لگی وہ دل میں کہ منھ سے شرر نکلتے ہیں
جو ہاتھ سینے پہ رکھو تو ہاتھ جلتے ہیں

لگا لگا کے وہ منھدی جو ہاتھ ملتے ہیں
جگر کو پیستے ہیں دل مرا مسلتے ہیں

ریاض عشق میں باد خزاں کا دور رہا
نہال مطلب دل پھولتے نہ پھلتے ہیں

وہی تجلی الفت کبھی دکھائے گی
ابھی جس آگ سے موسیٰ کے ہاتھ جلتے ہیں

بہ تنگ آ کے یہ کہتا ہے عاشق ناشاد
کہ ہمسے دل کوئی بدلے تو ہم بدلتے ہیں

وصال عاشق و معشوق کا مقام ہے اور
یہ بزم وہ ہے جہاں پر ملک کے جلتے ہیں

پکڑ کے ہاتھ کہا پیر مغ نے زاہد سے
کہ میکدے کے پھسلتے نہیں سنبھلتے ہیں

بتوں نے داغ دیئے دل میں چکنی باتوں سے
خدا کے گھر میں یہ گھی کے چراغ جلتے ہیں

ہر اک بلا مرے دشت جنوں میں ہے دہ چند
جو ایک آبلہ ٹوٹے تو دس نکلتے ہیں

وہ دستگیر نشیب و فراز دہر میں ہے
علی کے نام سے گرتے ہوئے سنبھلتے ہیں

کبھی نجائیں گے نیرنگ داغ عشق کے سوز
یہ آفتاب تو ایسے نہیں جو ڈھلتے ہیں

## غزل

پروانے عاشقوں کے دلِ داغ داغ ہیں
تو ہے وہ شمع جسکے پتنگے چراغ ہیں

زخموں کی بتیوں سے یہ روشن چراغ ہیں
پہلو میں زخم زخم کے پہلو میں داغ ہیں

سینے میں لالہ زار محبت کے باغ ہیں
دل میں لگی ہے آگ جگر داغ داغ ہیں

توبہ کریں کہ بت ہیں خدائی کے مدعی
اللہ رے غرور فلک پر دماغ ہیں

ہر دل میں سوز داغ محبت ہی جلوہ گر
بتلایئے تو کون سے گھر بے چراغ ہیں

رنگ حنا سیاہ ہوا عکس زلف سے
ہاتھوں پہ لال - اس بت کافر کے زاغ ہیں

کس گل سے ہمکنار تھے نیرنگ رات کو
کیسی شگفتگی ہمہ تن باغ باغ ہیں

## غزل

عشق بھی خانہ برانداز بشر ہے کہ نہیں
گو جھنکوا کے یہ کہتا ہے - یہ گھر ہے کہ نہیں

کس طرح ہو مری چاہت کا یقیں قاتل کو
تیغ ڈھونڈے مرے پہلو میں جگر ہے کہ نہیں

ہو گیا حسن تکلم سے دہن تو ثابت
اب مرے دلکو یہ دھوکا ہے کمر ہے کہ نہیں

بند ہو گا در خانہ تو لڑیں گی آنکھیں
آپ کے گھر میں کوئی روزن در ہے کہ نہیں

چرخ کیوں گردش ایام کے چکر میں پڑا
اب تو جانے - مری آہوں میں اثر ہے کہ نہیں

ہے دل سخت میں نرمی ہی رسائی آساں
رشتہ کا دانہ تسبیح میں گھر ہے کہ نہیں

کوئی اس چرخ جفا پیشہ سے اتنا پوچھے
اس زمانے میں شب غم کی سحر ہے کہ نہیں

ہے عیاں صورت ظاہر میں جمال جاناں ۔۔۔ پشت آئینہ تو دیکھو کہ اُدھر ہے کہ نہیں

اُس پریزاد کو نیرنگ مسخر نہ کیا
چُوک جاتا ہے محبت میں بشر ہو کہ نہیں

تیر سی لگتی ہے قاتل کی نظر پہلو میں ۔۔۔ مرغ بسمل کی تڑپتا ہے جگر پہلو میں

اشک گلرنگ کی صورت ہے رواں خون جگر ۔۔۔ زخم خنداں ہیں مرے۔ دیدۂ تر پہلو میں

مہر بھی داغ محبت ہے مرے دلکی طرح ۔۔۔ جسکو دکھلاتی ہے ہر روز سحر پہلو میں

زندگی تلخ ہوئی موت جو شیریں کی سُنی ۔۔۔ مرگیا مار کے فرہاد تبر پہلو میں

سنگدل زر کو سمجھتے ہیں برابر جاں کے ۔۔۔ غنچہ گل ہے چھپائے ہوئے زر پہلو میں

غیر کو پاس بٹھا کر یہ کہا قاتل سے ۔۔۔ دیکھ بیٹھا ہے مرا سینہ سپر پہلو میں

دونوں بیتاب ہیں ہاتھوں سے سنبھالوں کسکو ۔۔۔ ہے اِدھر دل۔ تو کلیجا ہے اُدھر پہلو میں

سب مصیبت ہے اسی دلکی بدولت نیرنگ
پرورش کرتا ہے دشمن کو بشر پہلو میں

ستم کے تیر کلیجے کے پار کرتے ہیں ۔۔۔ وہی ہیں دشمن جان جنکو پیار کرتے ہیں

خیال زلف و خط سبزیار کرتے ہیں ۔۔۔ غم نہاں کی غذا زہر مار کرتے ہیں

عیاں ہے درد محبت ہماری صورت سے ۔۔۔ وہی سمجھتے ہیں جو تمکو پیار کرتے ہیں

لحد کے گرد بگولے ہیں خاک مرقد کے
شہید ناز کا طوف مزار کرتے ہیں

دل اپنا مست اُسی میکدے کا ہے جن میں
پلا کے ساغر مے ہوشیار کرتے ہیں

نباہ ہو نہیں سکتا ہے اُنکی چاہت کا
وفا کرو تو جفا اختیار کرتے ہیں

خزاں کے دور میں کب میکشی سے توبہ ہے
دعائے آمد فصل بہار کرتے ہیں

لگی ہوئی نہ بجھائیں گے آب پیکاں سے
بچا کے دلکو کلیجے کے پار کرتے ہیں

دہاں زخم و رون یہ لیتے نہیں قاتل
جگر سے دل کا گلہ بار بار کرتے ہیں

وہ آئیں کیا ترے قابو میں اے دل وحشی
جو اپنے چاہنے والوں سے عار کرتے ہیں

وہ سوئے حلقۂ آغوش میں مرے نیرنگ
یہ خواب ناز میں اپنا حصار کرتے ہیں

مرے دل سے امید ٹلتی نہیں
تمنا نکالے نکلتی نہیں

وہ بزم جہاں میں ہوں افسردہ دل
مرے ہاتھ سے شمع جلتی نہیں

دل ناتواں پر نہیں اختیار
طبیعت سنبھالے سنبھلتی نہیں

سجائیگی عالم سے باد خزاں
ہوا اس چمن کی بدلتی نہیں

حریصوں کو سب مال ہوتا ہے ہضم
زمیں گنج قاروں اگلتی نہیں

اشارے سے ابرو کے کرتا ہے قتل
یہ تلوار قاتل کی چلتی نہیں

یہ کھٹکا شب ہجر کا ہے بلا
محبت تو نیرنگ کھلتی نہیں

بہار آئی اُبھرتے ہیں گل نوخیز گلشن میں
حسینان چمن کیا ڈوب نکلے اپنے جوبن میں

مقدر گر ملائے آبرو مٹی میں کیا کیجیے
زمیں پر گر پڑا آنسو نہ ٹھہرا میرے دامن میں

مجھے خواب عدم میں ہے خیال فتنہ قامت
یہ آئی وقت سے پہلے قیامت میرے مدفن میں

نئی زینت جب غم نے دکھائی جسم لاغر میں
جلا کر ہڈیاں پھیری سفیدی خانہ تن میں

ازل سے دلجلے آزاد ہیں بار تعلق سے
نہ آیا پھل جو نکلا پھول نخل شمع روشن میں

دبستاں میں جو وہ عہد جنوں کرتا تھا لیلیٰ سی
جوانی کی قسم کھاتا تھا مجنوں اپنے بچپن میں

بھلا دے کس طرح وہ شہسوار آنکھوں میں پھرتا ہے
ہماری آنکھ کی پتلی کا گھر ہے پائے توسن میں

اسیر گیسوئے بخت سیہ رکھا مقدر نے
نہ پوچھو کیا مری عمر رواں کٹتی ہے الجھن میں

وہی پہلا مزہ آنکھوں کا اب ہے جان کا دشمن
جوانی میں بھی جانبازی نظر بازی لڑکپن میں

کہاں پائے دل دیوانہ اُس آہوئے وحشی کو
تھکا تا میری لیلیٰ کا نہ محمل میں نہ مسکن میں

پھنکا جاتا ہوں برق الفت کہسار رنگیں میں
لگی ہے آتش لعل بدخشاں میرے خرمن میں

مبارک ہو جو میرے قتل کو وہ شہسوار آئے
ہلال عید قرباں نعل باندھے پائے توسن میں

ریاض دہر کو پروا نہیں اپنے پرائے کی
رہے بلبل قفس میں سبزہ بیگانہ گلشن میں

کیا یہ سرنگوں جوشِ جنوں میں ناتوانی نے
کہ میرا نقشِ پا ہے طوقِ آہن میری گردن میں

مکافاتِ ستم سے ہے سیاہی چرخِ ظالم میں
کسی سُلگے ہوئے دل کا دھواں ہے چشمِ دشمن میں

بتائے گا حلف سے مصحفِ دل روزِ محشر کو
وہ قاتل ہے حمایل ہے سر و ہی جسکی گردن میں

بتوں سے گر مجوشی ہے خدا سے چشم پوشی ہے
سوادِ کفر کا کاجل لگا چشمِ برہمن میں

پرستاں تک مسخر کر لیا جادو بیانی سے
فقط افسوں نہیں نیرنگ ہی استادِ ہر فن میں

پریشانی سے زلفِ شمع ہیں الجھن میں رہتے ہیں
لگی ہے آگ جس گھر میں اسی مسکن میں رہتے ہیں

گلِ داغِ محبت اپنے ہی گلشن میں رہتے ہیں
ٹپکتے ہیں جو آنسو شمع کے دامن میں رہتے ہیں

گلا کٹتا ہے تیغِ غم سے کیوں پروا نہیں کرتا
جو فرماتا ہی ہم قربِ رگِ گردن میں رہتے ہیں

وہ آنسو ہیں کہ پانی ابرو ذلت میں رحمت سے
اگر آنکھوں سے گرتے ہیں تو ہم دامن میں رہتے ہیں

تمہاری صبحِ عارض کا ہے پرتو شامِ گیسو پہ
جو قابض ہیں دیارِ ہند پر لندن میں رہتے ہیں

نظر آتا ہی مجھکو سبزۂ خط کوئے گیسو میں
ہمارے خضرِ رہبر کوچۂ رہزن میں رہتے ہیں

چھپے رہتے ہیں اپنے گھر میں ہم اغیار کے ڈر سے
عداوت کیطرح مخفی دلِ دشمن میں رہتے ہیں

جہاں میں نیک و بد سے رشتۂ الفت برابر ہے
کبھی تسبیح میں گھر ہے کبھی سوزن میں رہتے ہیں

مری مٹی پڑی اُٹھ کر نقابِ روئے روشن پر
یہ ذرے منزلِ خورشید کے روزن میں رہتے ہیں

وہ ناداں ہیں کہ پیری میں بھی ہوش آتا نہیں ہمکو
وہی غفلت کا عالم ہے اسی بچپن میں رہتے ہیں

پتا گھر کا نہ پوچھو خاکساران محبت سے
برنگ نقش پا ہر کوچہ و برزن میں رہتے ہیں

فریب عشق کتنا ہو کہیں ہم حسن عارض میں
کہیں ہم درد بنکر نالہ و شیون میں رہتے ہیں

کیا آباد وہ اُجڑا ہوا گھر ہم نے اے نیرنگ
جہاں پہلے تھا مجنوں ہم اسی مدفن میں رہتے ہیں

ہم خاک سر منزل عمر گزراں ہیں
یہ تند ہوا دشت کی ہم ریگ رواں ہیں

ہر ایک حسین کہتا ہے ہم قتل کرینگے
دشمن مرے خنجر کیطرح ایک زباں ہیں

کچھ چشم مروت نہیں اُس آئینہ رو کو
پوچھو کہ مکدر ہو تو کہتے ہیں کہاں ہیں

دکھلا کے گناہوں کو یہ محشر میں کہیں گے
ہم اُٹھ نہیں سکتے ہیں تہ بار گراں ہیں

لب خشک ہیں ہر میکدے میں شیشہ و ساغر
طاق در میخانہ ہلال رمضاں ہیں

قاتل ترا خنجر بھی ہے آئینہ حیرت
بسمل کیطرح دیدہ جوہر نگراں ہیں

ہم ہجر کی شب چرخ ستمگر سے لڑیں گے
نوحۂ غم دل ساتھ ہے آہوں کے نشاں ہیں

آئی نہ زبان پر غم پنہاں کی کہانی
سنتا ہے فقط دل جو خموشی کے بیاں ہیں

ہر جا نظر آتے ہیں وہی دیر و حرم میں
اندھے ہیں جو کہتے ہیں یہاں ہیں نہ وہاں ہیں

کہتی ہے مجھے دیکھکے وہ چشم سخن گو
ہم بھی ہیں فسونگر جو یہ نیرنگ جہاں ہیں

آیا ہے خون دل مری چشم پر آب میں
اُمڈا ہوا ہے خون کا دریا حباب میں

آئے جو سوز داغ جگر التہاب میں
بھن جائے آسماں طپش آفتاب میں

رحمت ہوئی محاسب روز جزا کا عذر
اتنے گناہ تھے کہ نہ آئے حساب میں

عیش و نشاط دہر کے دھوکے میں آگئے
اس آشنا نے ہمکو ڈبویا شراب میں

ہر جام مے میں سبزۂ عارض کا عکس ہے
ساقی نے میرے زہر ملایا شراب میں

سب ہیں محیط دہر میں دم بھر نفس شمار
اس آب و گل میں روح ہوا ہے حباب میں

تلووں سے لگ گئی جو یہ بولا وہ مے پرست
اک دلجلے کی بو مجھے آئی کباب میں

کلک قضا نے چشم توجہ کو دیکھکر
پہلے مجھی پہ صاد کیا انتخاب میں

وہ شوخ کوچہ گرد نہ آیا شب فراق
پھرتا رہا خیال مرا چشم خواب میں

کہتی ہے دل سے سوز محبت میں آرزو
کب تک رہونگی یو کیطرح سے کباب میں

پیری میں دختِ رز یہ جوانی کا روپ ہے
ایسی کہاں یہ ہوش ربا تھی شباب میں

شور جنوں کا اور مزہ ہے بہار میں
شکر ہوا نمک جو ملایا شراب میں

پیری میں صبر ہوگا جوانی کا کس طرح
بچپن کو رو رہے ہیں جو عہد شباب میں

مے کیطرح سے تا بستہ غفلت میں قید ہو
نیرنگ وہ پری کبھی آئے جو خواب میں

ستم بھی رنگ بدلے انکی خاطر سے نکلتے ہیں
ملی مہندی جو ہاتھوں میں کلیجے سب کے ملتے ہیں

تڑپ لینے سے کب ارماں کسی دلکے نکلتے ہیں
دبا دے پاؤں سے قاتل اگر بسمل اچھلتے ہیں

بہار آئی ہے زاہد اب تو توبہ ٹوٹ جائیگی
کہ دل میں ٹیس لگتی ہے کہیں ساغر چلتے ہیں

گرایا اُسنے خود آنکھوں سے تجھکو اس کا کیا چارہ
کہیں دیکھا زمیں پر گر کے آنسو بھی سنبھلتے ہیں

فراق یار نے آخر جلا کر گور میں ڈالا
جو نکلے آتشِ غم سے تو اب سانچے میں ڈھلتے ہیں

فرشتوں نے کنویں جھانکے فسونِ چشمِ جادو سے
یہ انسان ہیں کہ پتلی کسطرح آنکھوں میں پلتے ہیں

خدا سے لو لگاؤ اب بتوں کے عشق کو چھوڑو
جلو اس آگ میں جسمیں نہ بجھتے ہیں نہ جلتے ہیں

یہی نیرنگ ہیں جنکو ہے ایما چشمِ رحمت کا
یہ حضرت سب سے آگے وو قدم محشر میں چلتے ہیں

کیونکر وہ آئیں کیا کشش کہربا کروں
تنکے کا بھی ملے نہ سہارا تو کیا کروں

کب تک بتوں پہ جان الٰہی فدا کروں
دل پر خدا کی مار ہو اس دلکو کیا کروں

سمجھا کے دلکو ضبط محبت میں کیا کروں
جل جل کے اپنی آگ میں کبتک بجھا کروں

زاہد ہے کون کیوں مجھے روکے شراب سے
جو میرے جی میں آئے برا یا بھلا کروں

کوئی بتائے درد محبت کی کچھ دوا
دل پوچھتا ہے خون تمنا پیا کروں

گھبرا کے میرے خط کا لکھے کچھ جواب تو
لے نامہ بر بتا کوئی فقرہ نیا کروں

زاہد نہ جام مے سے تہید ست تو رہے
چل میکدے میں رہن ترا بوریا کروں

اے شیخ میں بتوں کو بنا دوںگی آدمی
گر دل لگا کے دیر میں یادِ خدا کروں

خود خضر دل ہی کوے محبت میں گم ہو آ
نکلی نہ کوئی راہ کدھر جاوں کیا کروں

دیوانہ ہوں میں درس محبت کے شوق میں
مجھکو ملے جو مکتب لیلےٰ پڑھا کروں

مرتا پھرے مریض تو کیسے علاج کیا
پہلو میں دل تو ہو جو طبیبو دوا کروں

وہ نوبہار باغ جوانی کی جا چکی
اے شاخ گل ہوں دستِ تاسف ملا کروں

تو یہ کیطرح پھول کو توڑوں بہار میں
اس جام مے سے بادۂ گلگوں پیا کروں

لایا ہے اسلیئے مجھے وہ بزم غیر میں
مانند شمع دور سے بیٹھا جلا کروں

تیرنگ کو سبیل یہ تبلا نسیم شوق
یہ مشت خاک ۔ خاک رہِ مصطفےٰ کروں

شوخیاں کس کی ہیں نہاں دلمیں
کون لیتا ہے چٹکیاں دل میں

گھر سے نکلے نہ وہ نزاکت سے
یاں تمنا ہے ناتواں دل میں

پوچھتے کیا ہو غم کی وسعت کو
خود سمایا ہے آسماں دل میں

گھر محبت نے کردیا برباد
اک بلا آئی ناگہاں دل میں

مر گئے پر ۔ نہ غم نہ یار کی یاد
ہے نہ یوسف نہ کارواں دل میں

میرے مضموں کی شوخیاں جو سنے
چٹکیاں لے مری زباں دل میں

کیا بہرے ہو رہے ہیں داغ جنوں
خوب پھولا ہے بوستاں دل میں

دشت و صحرا کا جب خیال آیا
ہم پھر آئے یہاں وہاں دل میں

ہے یہ طعنہ ہجوم حسرت پر
ہم جو آئیں رہیں کہاں دل میں

اپنے خود دل سے پوچھئے تو کہے
گھر محبت کا ہے کہاں دل میں

ضبط الفت سے مر مٹے نیرنگ
ہو گئی ختم داستاں دل میں

## غزل

کہوں کیا کشمکش ہے زندگی کٹتی ہے مشکل میں
وہ ہیں غیروں کے پہلو میں خیال اُنکا مرے دل میں

لہو ثابت مرا محشر میں ہوگا کس شہادت سے
مری گردن پہ سر ہوگا نہ خنجر دست قاتل میں

ستم ہے تذکرہ غیروں کا کرنا وصل کی شب میں
مرے پہلو میں کر چٹکیاں لینا مرے دل میں

ازل سے دیدۂ دل میں ہے جلوہ حسن لیلے کا
لگا ہے دیدۂ مجنوں کا پردہ چشم محمل میں

عجب حیرت میں بیٹھا ہوں یہ کس قاتل پہ مرتا ہوں
نگاہ چشم بسمل ہوں نہ دل مجھ بن نہ بن دل میں

دل تپیدا کی بیتابی سے مضطر موج دریا ہے
مرا مُنھ دیکھکر آنسو بھر آئے چشم ساحل میں

میسر وصل کی شب ہے مگر کچھ بن نہیں پڑتی
حیا ہے انکی آنکھوں میں کہ میرا مُدعا دل میں

شہادت خون ناحق کی وہی دست حنائی ہے
ذرا سونگھے کوئی مہندی کی بو ہے خون بسمل میں

نہ دیکھا آنکھ بھر کر خنجر ابروے قاتل کو
پھڑک کر مر گیا بسمل کہ دل کی رہ گئی دل میں

نگاہ ناز اب ویسی۔ نہ وہ بانکی ادا ویسی
کسی میں اب نہیں دم ہے نہ خنجر میں نہ قاتل میں

نہ نکلے سبزۂ خط یا الٰہی مصحف رخ پر
رہے بے کارواں یوسف تمہارا اپنی منزل میں

لب چاک جگر سے خود بصارت کہتی ہے گوہر سے
یہی تھا دشمن جاں جسکو پالا دامن دل میں

شرار آہ سوزاں سے ہے ظاہر دل کا جلجانا
اُٹھایا یہ کارواں آخر لگا کر آگ منزل میں

وہ خود بھی اپنے حسن فتنہ خو سے ڈر گئے نیرنگ
گرے جب چاہ میں یوسف تو پھر رہنے لگے دل میں

خلش ہے ناخن غم کی ترا عشق نہاں دلمیں
یہ وہ دشمن ہے جو لیتا ہے ہر دم چٹکیاں دلمیں

نگاہ غیر سے چھپتے مری آنکھوں کے پردے میں
تمھیں ہم دلمیں رکھتے جس طرح راز نہاں دل میں

فشار تنگی دل قیس کو ہے محمل لیلےٰ
ہجوم یاس حسرت ہے کہ ہو ترا کارواں دل میں

ہماری آہ و زاری جلوۂ ابر بہاری ہے
بھرا ہے جوش طوفاں آنکھ میں برق تجلی دل میں

دکھا نیرنگ تو بھی چستی و تیزی آہوے مضموں کی
خیال چشم جادو کر رہا ہے شوخیاں دل میں

# غزل

گرفت کا مرے مضمون پہ احتمال نہیں
غزل میں آمد شوخی کوئی غزال نہیں

کبھی سنو مرے دل کی یہ احتمال نہیں
ہماری بات کا کچھ آپ کو خیال نہیں

زبان تیغ کھینچی کیوں اگر ملال نہیں
وہاں زخم سے کہتے ہیں بول چال نہیں

بتوں کی زلف میں پھنسا ہی ٹھیس سپھر کی
وہ کس کا کاسۂ دل ہے کہ جسمیں بال نہیں

بلا ہے وصل میں انکار۔ ہجر میں دوری
شب فراق کی حسرت شب وصال نہیں

نہو سکا کسی پہلو سے۔ درد پنہاں فاش
کوئی سخن بھی مرا۔ دیکھے حسب حال نہیں

مزہ نہ الفت گیسو کا جسکو ہو۔ وہ کہے
بلا میں کون پھنسے زندگی وبال نہیں

بشکل آئینہ یکساں سمجھ وجود و عدم
ادھر ہے محو تماشا ادھر ہر خیال نہیں

مجھے جلاتے ہو تم غیر کے لگانے سے
تمہیں کہو کہ رقیبوں کا اشتعال نہیں

رہی نہ سبزۂ عارض سے سرخی عارض
کہ دام زلف میں طوطی پھنسا ہی لال نہیں

خرام فتنۂ قد۔ تیغ بے پناہ ہوا
یہ حشر میں بھی قیامت کی چال ڈھال نہیں

یہ ہنسکے مجھسے کہا۔ آپ مجھپہ مرتے ہیں
کسی کی چاہ میں مرنا تو انتقال نہیں

ازل سے دیدۂ حاسد ہو باغ دہر میں کور
نصیب نرگس شہلا جو دیکھ بھال نہیں

ہماری ہمت فکر رسا۔ نہیں ایسی
زمین چرخ کی بھی جس سے پائمال نہیں

ریاض دہر کی نشو و نما ہے تیغ ستم
کہ جس کا سرِ نہ قلم ہو وہ نونہال نہیں

بھرے گا دامنِ مقصود کیوں نہ گوہر سے
کسی لئیم کے در پہ مرا سوال نہیں

لگا کے پاؤں میں مہندی نہ آئے وصل کی شب
کسی کے خونِ تمنا کا کچھ خیال نہیں

مری بغل میں نزاکت کو ہے اگر مشکل
تو آہیں دل کے تصور میں کچھ محال نہیں

سخن پری کی طرح دل میں ہے مرے نیرنگ
وہ مے نہیں مرے شیشے میں جو حلال نہیں

رہتا ہی جنوں سبزۂ خط کا مرے سر میں
یہ سبز قدم جمگیا اُجڑے ہوئے گھر میں

دل و سر میں رہتا ہے نہ اللہ کے گھر میں
یہ خانہ برانداز ۔ ادھر میں نہ اُدھر میں

کس ناز سے رخصت ہوئے افسوس شبِ وصل
چہرے کو چھپائے ہوئے داماں سحر میں

پھولی ہے بہارِ گل گلزارِ شہیداں
پھل تیغ میں ہے پھول ہے قاتل کی سپر میں

اغیار سے ہے گرم سراپا تری صحبت
تا دو سے لگاتے ہو بجھاتے مرے سر میں

امید کا خون ہو گیا وعدے پہ نہ آئے
مہندی کی طرح خوب بچے غیر کے گھر میں

کام اپنے نہ آئے تو وہ کس کام کی دولت
کیوں نام کو بیٹھا ہے نگیں خانۂ زر میں

تڑپاتی ہے مردوں کو مرے درد کی فریاد
اعجازِ مسیحا ہے لبِ زخمِ جگر میں

کہتا قفسِ جسم میں ہے طائرِ جاں یہ
میں مرغ گرفتار رہوں صیاد کے گھر میں

اغیار کبھی آئے نہ ترے گھر میں مرے بعد
لعو نیہ مری قبر کا ہے بازو در میں

ہے جوش جنوں دشت نوردی میں یہ ثمر رنگ
چھالے ہیں مرے پاؤں میں ہے سودا مرے سر میں

بہ رنگ نکہت گل جب سے وہ تربت پہ آئے ہیں
فلک پر ہے دماغ اپنا زمیں سر پر اٹھائے ہیں

ریاض دہر میں ہر دم خزاں کا مجھکو کھٹکا ہے
بہ رنگ شاخ گل ہم زندگی سر پر اٹھائے ہیں

فروغ حسن کردیتا ہے بیخود اوج الفت میں
یہ وہ برق تجلی ہے کہ موسیٰ غش میں آئے ہیں

دعا اللہ سے کرتا ہوں وصل شمع رویاں کی
بتوں سے جی جلاتے ہیں خدا سے لو لگائے ہیں

ریاض دہر میں ہیں اقربا اغیار سے بدتر
بہ رنگ سبزۂ بیگانہ سب اپنے پرائے ہیں

دہان تنگ ہے معدن دُر و لعل و زمرد کا
گلوری منہ میں ہے اور وہ ہونٹھ دانتوں سے دبائے ہیں

وہ ساغر ہوں لگی ہے چوٹ دل پر بزم عشرت کی
جہاں شیشے کو دیکھا آنکھ میں آنسو بھر آئے ہیں

شب وصلت بھی کیا حسرت نہ نکلے گی مرے دل کی
مجھے حیرت ہے۔ وہ گردن جھکائے منہ چھپائے ہیں

کسی کا قد موزوں آنکھ میں پھرتا ہے اے ثمر رنگ
وہ الفت میں مثل نقش پا آنکھیں بچھائے ہیں

دل مرا لے کے وہ غیروں کو دکھا لیتے ہیں
آگ لگاتے ہیں آندھی کو بلا لیتے ہیں

ضبط کرتے ہیں مصیبت کو اٹھا لیتے ہیں
دل تڑپتا ہے تو ہاتھوں سے دبا لیتے ہیں

آجتک بھی وہی وحشت ہے مری حسرت کی
پاؤں پڑتا ہے جو تربت پہ اٹھا لیتے ہیں

آتش سوز نہاں بعد فنا کام آئی
شمع تربت کی جو بجھتی ہے جلا لیتے ہیں

میرے سمجھانے کو کرتے ہیں گلہ غیروں کا
خوب بگڑی ہوئی باتوں کو بنا لیتے ہیں

کوئی بسمل نہ ہو جانبر۔ یہ شگون ہے انکا
سنگ مرمر دم خنجر کو چٹا لیتے ہیں

لب مسیحا ہیں تو وہ سبزۂ خط ہے قاتل
زہر ملتا ہے جو بیمار دوا لیتے ہیں

کیا بُرا ہے دُرِ دنداں کی محبت کا مرض
چارہ گر دانت سے انگلی کو دبا لیتے ہیں

دور ہو اے فلک پیر تری کیا پروا
سر پہ ہم دامن محبوب خدا لیتے ہیں

ذبح کرتے ہیں ہزاروں کو بتاں کافر
خون گردن پہ یہ کیوں مفت خدا لیتے ہیں

دیکھنا لب سے جو آہ شرر افشاں اٹھی
ہم بھی بدلا فلک پیر سے کیا لیتے ہیں

رحم صیاد بھی کرتے ہیں کبھی اے نیرنگ
کر کے آزاد اسیروں کو دعا لیتے ہیں

کانٹے چبھ جائیں دل گلچیں میں اور صیاد میں
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

طاق پہ ہوں دستۂ گل خانۂ صیاد میں
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

باغ اجڑ کر ساتھ پہنچیں خانۂ صیاد میں
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

پھول جائیں ساری کلیاں دامن صیاد میں
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

گل کے دستے ہوں جلو میں خانۂ صیاد تک
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

شاخ گل کیطرح جھک جائیں قفس کی تیلیاں
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

نیستی کے دام میں رہتا تو فارغ بال تھا
پھنس گیا کیوں طائر جاں گلشن ایجاد میں

ہچکیاں آتی ہیں ہر دم واہ رے چشم انتظار
یار میری یاد میں ہے میں ہوں اُسکی یاد میں

کس کے آنیکی خبر سنکر ہے گلشن کا نکھار
آج کنگھی ہو رہی طرۂ شمشاد میں

بیستوں کو کاٹ کر تہ خانۂ شیریں بنائے
اے فلک وہ باڑہ رکھدے تیشۂ فرہاد میں

خوں کہاں میرے بدن میں ضعف کا عالم ہے ہے
رگ مری ڈوبی ہوئی ہے نشتر فصاد میں

نوک کی لیتی ہے ہر ایک بلبل رنگین نوا
خوب چھریاں چل رہی ہیں خانۂ صیاد میں

بلبلو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں دیکھیں تو آج
کس کا طوطی بولتا ہے خانۂ صیاد میں

جان و دل سے کرتے ہیں شکر اسیری کو ادا
ہم وہ ہیں جو پھول بھر دیں دامن صیاد میں

ہے تمہیں نیرنگ سے گو ہمنوائی کا خیال
بلبلو کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں

ہم ایسے حرماں نصیب یارب کہ سوز فرقت سے جل رہے ہیں
چراغ روشن مراد حاصل کسی کی اب یاں نکل رہے ہیں

مٹا دیا ساری حسرتوں کو ہوا یہ احسان یاس مجھ پر
خلش تھی ہر وقت جنکی دل میں وہ خار دل سے نکل رہے ہیں

وہ دل میں نیرنگ اپنے سمجھے کھلیگا شکوہ نکال آج فرقت
ہزاروں باتیں بنا رہے ہیں ہزاروں پہلو بدل رہے ہیں

خوشی ہے دلکو کہ دلکے ارماں جو مضطر بپرِ نفس ہی ہیں
ملی انہیں فلک سے رخصت کہ ایک مدت سے بس ہی ہیں

کسی کی دشنام سے نہ مطلب نہ اپنی تعریف سے مسرت
فراق میں عیش و غم تھے یکساں کچھ ایسے بے حس و مس ہی ہیں

خوشی سے ہر لب پہ ہے تبسم کہ جس طرح مسکرائیں غنچے
ہوئے ہیں دل تم پہ یوں نچھاور کہ پھول گویا برس رہے ہیں

کھلیں گے اب بال و پر ہمارے زمانہ گلگشت کا پھر آیا
جفائے گردوں سے ایک مدت اسیر بند قفس رہے ہیں

نہ پوچھ نیرنگ میری حالت فراق میں ہے یہ جوش رقت
کہ ابھرے دلکے ابر بنکر جہاں میں اب تک برس رہے ہیں

یہ ابر تر یہ مے خوشگوار یہ کچھ بھی نہیں
بغیر یار کے لطف بہار کچھ بھی نہیں

بشکل آئینہ باطن ہے میرا زنگ سے پاک
وہ صاف دل ہوں کسی سے غبار کچھ بھی نہیں

ہمارے اشک مسلسل کی خوب قدر ہوئی
وہ ہنس کے کہتے ہیں یہ آبشار کچھ بھی نہیں

بگڑ کے بنتے ہیں بن بنکے پھر بگڑتے ہیں
ریاض دہر کے نقش و نگار کچھ بھی نہیں

رکی رکی ہی طبیعت بھری بھری ہے نظر
اور آپ کہتے ہیں دل میں غبار کچھ بھی نہیں

حساب زیست کی تفہیم سخت مشکل ہے
نفس کی آمد و شد کا شمار کچھ بھی نہیں

فقط یہ چار ہی دن کی بہار تھی نیرنگ
نہ گل رہے نہ صدائے ہزار کچھ بھی نہیں

کبھی وہ کر کے آرائش جو آجاتے ہیں محفل میں
مرے ارماں کیا کیا گدگداتے ہیں سر دل میں

عجب ہلچل مچی جب بزم سے وہ شمع رو اٹھا
دکھایا یار نے محشر کا عالم اپنی محفل میں

عجب کیا ہے اگر چمکے سخن کا اختر قسمت
ہوا ہے شوق اب جا بھوانی سنگھ کے دل میں

وہ اے نیرنگ میرے عشق صادق کو نہیں سمجھا
تمیز اس بیمروت کو کہاں ہے حق و باطل میں

ہر اک ادا یہ ہے خواہش دعا کے پردے میں
کہ آئے اپنی قضا اس ادا کے پردے میں

گلہ کا بھی نہیں موقع اب آسماں سے رہا
کہ سب ستم ہیں اسی بیوفا کے پردے میں

عدو پہ تیغ کھنچی ڈر سے ہم مرے بیموت
قضا بھی آئی تو کسکی قضا کے پردے میں

کفن بہانہ ہے ایسا سیاہ کار ہوں میں
کہ لیچلے ہیں مجھے سب چھپا کے پردے میں

بتوں میں جذب محبت ضرور ہے نیرنگ
کشش ہے انکی عیاں کہربا کے پردے میں

داغ دل داغ جگر لیکے چلے تربت میں
کیا لکھے تھے یہی دو پھول مری قسمت میں

رنگ وحدت کا دکھائے گا مرا جذبۂ عشق
تیری صورت نظر آئے گی مری صورت میں

پھر وہی دشمن جان فصل بہار آتی ہے
اور اک شاخ لگائیگی مری وحشت میں

کون تجھکو نظر آئے گا کسے دیکھے گا
آئینہ خود نظر آتا ہے تری صورت میں

قدر دانی ہے مہاراج کی بیشک نیرنگ
ہر شب و روز ہمیں لطف وطن غربت میں

## سلام

سلامی اہلبیت مصطفےٰ محبوب یزداں ہیں
شعاع مہر ایماں آیۂ تطہیر قرآں ہیں

چلا جو راہ پر حسنین کی پہونچا وہ منزل پر
یہی شمع حقیقت رہنمائے راہ عرفاں ہیں

انھیں کا چھوڑنا دین خدا کا چھوڑنا سمجھو
یہ دونوں سبط پیغمبر ہمارے جزو ایماں ہیں

فضیلت شاہزادوں کی یہ کیا کم ہے مسلمانو
علی کی فاطمہ کی احمد مختار کی جاں ہیں

انھیں کے نام سے ہر گلشن امت کی زیبائش
گلستان رسالت کے یہ دونوں سرو بستاں ہیں

حوادث سے رہیگی حشر تک محفوظ عالم میں
کہ امت کے جناب سید الشہدا نگہباں ہیں

روا ہوں حاجتیں گر صدق دل سے نام لے انکا
یہ ماوی بیکسوں کے ہیں یہ ملجائے غریباں ہیں

جو دیکھی کثرت افواج شہ نے ہنس کے فرمایا
ذرا پوچھو تو اس لشکر میں کتنے مرد میداں ہیں

تصدق اپنے نانا جان کا اے سید الشہدا
مدد فرمائیے اوراقؔ امت اب پریشاں ہیں

## ردیف واوٗ
## غزل

دشمن کو بھی بتوں سے محبت کی خو نہو
اے دل خدا کرے کسی پہلو میں تو نہو

اے شوخ کوچہ گرد تری جستجو نہو
مٹی خراب دل کی مرے کو بکو نہو

کس سے ہوں ضبط سوز محبت کی گرمیاں
دل وہ کباب ہے کہ جلانے سے بو نہو

اے گل بلا کے گھر میں مجھے آزما تو لے — اپنا جسے جو رنگ تو غیروں کی بو نہو

سجدہ نہو۔ جو شرم گنہ سے نہ سر جھکے — بے آب انفعال ہمارا وضو نہو

رکھدوں جو سر بھی کاٹ کے دیکھیں آنکھ سی — ہرگز نظر میں خون وفا سرخرو نہو

غصہ میں ہے جو آپ سے باہر زبان تیغ — قاتل وہاں زخم سے کچھ گفتگو نہو

اے دل نہ ہوئے سوز دروں سے ہو بد دماغ — جب تک بغل میں یار رہے پہلو میں تو نہو

تیغ نگاہ لطف سے بھی دل نہ شاد ہو — تار نظر سے چاک جگر کا رفو نہو

اللہ رے بعد مرگ تپ غم کی گرمیاں — سبزے کی بھی ہماری لحد سے نمو نہو

ہے کس بلا کی کوچۂ کاکل میں بیخودی — کھو جائے دل تو دل کی مجھے جستجو نہو

شہرت سے میرے عشق کے چمکے غرور حسن — آئینہ ہو کے حال مرا روبرو نہو

اے تیغ ناز دلکو وہ لذت ہے زخم کی — جینا ہے بے مزہ جو یہ کلیجے میں تو نہو

بنت العنب کے تاک میں ہیں رند نوجواں — پیر مغاں کو خوف ہے بے آبرو نہو

اس فتنۂ جہاں کا سخن گو ہے نام کیوں — نیرنگ چشم یار کے پردے میں تو نہو

بھرا ہے خون تمنا سے دل شراب نہو — جگر ہے آتش غم سے بھنا کباب نہو

ہر ایک دشت محبت میں تشنہ کام نہ جا — سمجھ کے دوڑ یہ دریا کہیں سراب نہو

خرام ناز سے دنیا نہو تہ و بالا — چلو وہ چال کہ عالم کو انقلاب نہو

نہ جسمیں ہو غم حسینین وہ جگر خون ہو | وہ دل ہو خاک جسے عشق بوتراب نہو

بیاض گل پہ جو مضمون حسن یار لکھوں | چمن میں شرم سے کٹ کر قلم گلاب نہو

سیاق عفو میں رحمت ہو تجھکو مد نظر | مرے برے بھلے کا الٰہی کوئی حساب نہو

جلائے یاد رخ یار سے مرے دل کو | قمر بھی ہجر کی شب مجھکو آفتاب نہو

حضور شوق سے غیروں کو سرفراز کریں | جو آپ کو نہیں پروا تو اے جناب نہو

بخیر کوچہ قاتل سے نامہ بر تو پھرے | بلا سے کچھ مرے خط کا اگر جواب نہو

ازل میں سوز محبت ملا تو دل بولا | غضب ہوا کہیں مٹی مری خراب نہو

دعا ہے دل سے یہ شیر نگ کی کہ اے اللہ | عطا وجود میں مہراج کا جواب نہو

باہم دلوں میں سوز نہاں کا اثر نہو | ممکن ہے درد ہجر ادھر ہو ادھر نہو

تیغ ادا کی چال سے دل کو مفر نہو | انکی گلی میں پاؤں جو رکھوں تو سر نہو

غیروں کے انتظار کے دن کی نہ رات ہو | میری شب وصال کی یارب سحر نہو

اے دل چکا کے قیمت نقد وفا کو جا | بازار دلبری میں کوئی مفت بر نہو

روئے گا میرے قتل پہ میرا عدو لہو | ممکن نہیں کہ جوہر شمشیر تر نہو

صہبائے چشم جام شفاعت سے مست ہوں | وہ میکشی کروں کہ جو دامن بھی تر نہو

ہم مرگئے ٹوں کا راز محبت نہ فاش ہو ۔ آ د جو گو ر پر تو ہوا کو خبر نہو

نیرنگ وہ شریر جب آیا ہے نزع میں
ہے یہ ادا کی چال کہ مجھکو خبر نہو

جوش جنوں سے ہوگا جو نقصاں کسی کا ہو ۔ پرزے کروں گا چاہے گریباں کسی کا ہو
یہ التجا خدا سے کسی مستحق کی ہے ۔ سر ہو کسی کا حشر میں داماں کسی کا ہو
کہتا ہے آج قیس یہ لیلےٰ کی یاد میں ۔ بھولا سبق پڑھوں جو دبستاں کسی کا ہو
ہم خاک کوے یار ہیں اے قیس و کوہکن ۔ کوہ و جبال و دشت و بیاباں کسی کا ہو
اُس زلف کا خیال جگائے مرا نصیب ۔ آئے مجھی کو خواب پریشاں کسی کا ہو
ہم سنگ آستانہ کا بوسہ تو لے سکیں ۔ گر تم نہیں کسی کے تو دربان کسی کا ہو
کہتا ہے وہ ہٹا کے شراب و کباب کو ۔ خون جگر ملے دل بریان کسی کا ہو
منھ سے لگاؤں میں خم مے ۔ پیر مغ کہے ۔ حق سب کا تجھکو دوں ۔ میں کہو ہاں کسی کا ہو
کہتا ہے مجھ سے وہ بت کافر سُنا سُنا ۔ نکلے خدا کرے نہ ۔ جو ارماں کسی کا ہو
گرداب و موج مے کیطرح مغبچے لڑیں ۔ باہم کسی کا ہاتھ گریباں کسی کا ہو

پریاں اوڑینگی لیکے سریر سخن مرا
نیرنگ ہوں میں ۔ نام سلیماں کسی کا ہو

خورشید مرے سینے میں اے داغ جگر ہو
اے چاک گریباں تو شب غم کی سحر ہو

یارب مجھے اس درد محبت سے مفر ہو
اب تو مرے سینے میں نہ دل ہو نہ جگر ہو

وہ آئیں ذرا جذب محبت کا اثر ہو
دم بھر کو تو آغوش تمنا ۔ مرا گھر ہو

تیغ نگہ ناز سے کہتا ہے مرا دل
دکھلائیے مجھ سا جو کوئی سینہ سپر ہو

اللہ توکل میں عطا کرتا ہے سب کچھ
نیرنگ مزہ ہے جو قناعت میں بسر ہو

سوال وصل پہ روٹھو تو مہرباں بھی ہو
نہیں نہیں لب نازک یہ ہے تو ہاں بھی ہو

تہ مزار یہ ڈرتے ہیں عشق کے مارے
یہی زمیں نہ مقدر سے آسماں بھی ہو

دوکان حسن سخن آپ ہی چمک جائے
کوئی متاع معانی کا قدرداں بھی ہو

ہنسی ہنسی ہی بن تیغ قاتل سے کچھ کہے دل کی
وہاں زخم جگر میں اگر زباں بھی ہو

کیا ہے آتش افسردہ ناتوانی نے
اُٹھے نہ ۔ دلکی لگی میں اگر دھواں بھی ہو

بلاکشان رہ عشق ڈھونڈ لیتے ہیں
اگرچہ جلوہ گہ یار لامکاں بھی ہو

ریاض دہر میں ہوں میں وہ بلبل آزاد
جلاؤں آتش ویسے جو آشیاں بھی ہو

گیا عدم کو مرا قافلہ کہاں ڈھونڈھوں
پتہ ملے جو کہیں گرد کارواں بھی ہو

بہ رنگ شمع یہ نیرنگ ہو سکے کس سے
عیاں بھی سوز محبت سے ہے نہاں بھی ہو

دشت وحشت میں مجھے ضعف کی تعزیر نہو
حلقہ نقش قدم پاؤں کی زنجیر نہو

قتل مجھکو خم ابرو کے اشارے سے کریے
دست قاتل میں نہو خنجر و شمشیر نہو

دلکو یہ شوق شہادت ہے کہ قاتل سے کہا
تیغ رُک کر نہ چلے ذبح میں تاخیر نہو

بخت کس نیند مرے یوسف دل کا سویا
پیر کنعاں سے بھی جس خواب کی ۔ نہو

خندۂ زخم کی آواز تو ہے اے قاتل
رقص بسمل میں ۔ نہو ساز و مزامیر نہو

یہ دعا میری خدا نے نہ سنی طفلی میں
میں جوان ہوں تو الٰہی فلک پیر نہو

اس پریزاد کو نیرنگ مسخر کر لے
کیا سخن گو ہے جو افسوں تری تقریر نہو

درد دل ضعف جگر کچھ مرے کام آئے تو
بیٹھتے اٹھتے در یار پہ لے جائے تو

خواب میں دولت بیدار نظر آئے تو
بخت خفتہ ترا جلوہ مجھے دکھلائے تو

چارہ گر کوئی تپ عشق کا ملجائے تو
دل نمانے تو نمانے کوئی سمجھائے تو

رقص بسمل کا تماشا مرا قاتل دیکھے
دل تڑپکر کہیں پہلو سے نکل آئے تو

ابکے ہم سے چھپائیگی شب بخت سیاہ
ہم تمھیں حشر میں دیکھینگے وہ دن لائے تو

دل مرا سر پہ اُٹھائیگا مرتے کی زمیں
تیرے قدموں کے تلے خاک میں ملجائے تو

ابتو بے جلوۂ دیدار نہیں تاب مجھے
دل لگا تم سے ذرا آنکھ بھی لگ جائے تو

جائے گی دشت نوردی سے تپ جوش جنوں
خار صحرا ذرا تلوے مرے سہلائے تو

آپ پہ قربان کروں روح رواں تاب تواں
سیر پہلو میں مرے دل کی طرح آئے تو

رونق بزم ہوا داغ محبت اس کا
صورت شمع سراپا کوئی جل جائے تو

بیدہانی کے اثر سے نہ زباں تک آیا
دل میں مضموں کمر ڈھونڈھ کے ہم لائے تو

ہم بھی چھیڑیں گے نہ بولیں گے وہ جب تک ہنس کر
خامشی یار کی باتیں مجھے سنوائے تو

آگئی میری محبت پہ ندامت اُن کو
غیر کے ساتھ مجھے دیکھ کے شرمائے تو

سوز دل اپنا بھی نیرنگ سنائے آئیں
آتش شمع سخن بزم کو گرمائے تو

مٹی میں ملائیں گے وہ آئے ہوئے دل کو
جائیں گے ٹھکانے سے لگائے ہوئے دل کو

ناصح نہ نصیحت سے نمک زخم پہ چھڑکیں
کیوں اور جلاتے ہیں جلائے ہوئے دل کو

تربت پہ دکھانے کو بہانے لگے آنسو
چھینٹوں سے بجھاتے ہو جلائے ہوئے دل کو

اغیار کی محفل میں مجھے تم نے بٹھایا
کیا شمع بنایا ہے جلائے ہوئے دل کو

ہم اُس کے ہیں غمخوار ہمارا ہے وہ غمخوار
رہتا ہوں کلیجے سے لگائے ہوئے دل کو

ہم خاک در یار ہوئے روز ازل سے
مدت سے ہیں مٹی میں ملائے ہوئے دل کو

پروانے ہیں اُس بزم میں جل جل کے تہ پا
ہر شمع لیے سر پہ جلائے ہوئے دل کو

ہم نے تو کفن بعد فنا اس لیے پہنا
جاتے ہیں حسینوں سے چھپائے ہوئے دل کو

فریاد تری اے بت کافر ہے خدا سے
بیجرم ستاتا ہے ستائے ہوئے دل کو

ہر دم ستم چرخ سے ہوتا ہے نیا درد
رہ رہ کے دُکھاتا ہے دکھائے ہوئے دل کو

آنکھوں سے لہو ہو کے بہا ڈھونڈھتے کیا ہو
مہندی کی طرح دھو کے بہائے ہوئے دل کو

نظروں میں چڑھے پر نہیں آغوش میں آتے
اپنے ہوئے آنکھوں کے چرائے ہوئے دل کو

نیرنگ زمانے میں عجب سحر بیاں ہو
لے آتے ہو پریوں سے اوڑائے ہوئے دل کو

چلے کس بیکسی سے چھوڑ کر دنیائے فانی کو
جنازہ خود اُٹھانا ہوگا مرگ ناگہانی کو

نہیں مرتا حقیقت میں جو چھوڑے دار فانی کو
جہاں سے ساتھ لیجاتا ہے عمر جاودانی کو

یہ اس غفلت سے سویا سنکے کس کی قصہ خوانی کو
مقدر نے مرے شاید سنا میری کہانی کو

پھڑکتی ہے جو میری آنکھ قاتل آنیوالا ہی
اشاروں سے بلاتا ہوں قضائے ناگہانی کو

ہنسی بھی ساتھ آئی جو وہ آئے عیادت کو
تپ غم نے دکھایا میرے روئے زعفرانی کو

گلا کاٹے کہیں قاتل قدم چھوتا ہوں آنکھوں سے
مجھے ہلکا کرے سر سے اتارے سر گرانی کو

نہیں پھرتے مرے دن کیا ہوا آخر زمانے کو
مقدر نے مرے روکا ہے دورِ آسمانی کو

جلاے مغبچوں سے بد دعا دیتا ہی یہ زاہد
الٰہی آتش مے پھونکدے جوش جوانی کو

ہماری زندگی حسرت میں گذری عمر بھر روئے
لڑکپن کو جوانی میں تو پیری میں جوانی کو

فراق یار کچھ رونے سے دلکو چین دیتا ہے
لگا دیتا ہے گھر میں آگ دوڑاتا ہے پانی کو

ہمارا ہر نفس اک بارہ کا ڈورا ہے اے قاتل
اسی تیغ دو دم سے کاٹتے ہیں زندگانی کو

غبار راہ اُڑ کر ہے حجاب محمل لیلیٰ
کدورت دلمیں ہے مجنوں سے گرد کاروانی کو

کھلا قفل دہن لیکن نہ بولا میرے قاصد سے
کہ مجبور تھا اُس نے سمجھا میرے پیغام زبانی کو

بہائے ساغر مے پیر مغ نے خوف زاہد سے
بتایا چشم تر جام شراب ارغوانی کو

انھیں ہے کس کی پروا جو گریزاں ہیں زمانے سے
لیے پھرتے ہیں مٹھی میں متاع دو جہانی کو

قضا کب تک بچائے دیکھیے کوس رحیل اپنا
لگائے کان بیٹھے ہیں درائے کاروانی کو

نہ بولے نزع میں مجھسے فقط پوچھا اشارے سے
عدم میں ڈھونڈھنے جاتے ہو راز بیدہانی کو

مدینے میں ۔ مرا سر ہو تمھارا آستانہ ہو
مٹا دے پائے چشم شوق تخت خسروانی کو

مرے دلکو ہوا تیر تنگ سودا بوسۂ لب کا
سکندر ڈھونڈھتا پھرتا ہے آب زندگانی کو

ابرو کے بل سے تیغ لگانا تو سیکھ لو
تیوری سے آستین کا چڑھانا تو سیکھ لو

کرتے ہو کیا فقط مرے دیوانہ پن کی نقل
دل کی طرح سے دوڑ کے آنا تو سیکھ لو

کس جوش دل سے اُٹھکے چلے میری قبر پر
آندھی سے پہلے خاک اوڑانا تو سیکھ لو

قسمت جگائے مری آ کر شب فراق
بگڑا ہوا نصیب بنانا تو سیکھ لو

بے دیکھے شوخیاں نظر کہیں سے پہ ہیئے
آ ہو سے پہلے آنکھ لڑانا تو سیکھ لو

بجلی سے کیا چمک کے چلے گھر میں غیر کے
آہوں سے میری آگ لگانا تو سیکھ لو

پہلے نئے ستم نہ جوانی میں کیجیئے
پیر فلک سے ڈھنگ پرانا تو سیکھ لو

خنجر کے پھل کا تم کو رقیبو مزہ ملے
میرے جگر سے زخم کا کھانا تو سیکھ لو

بے عاشقوں کے بادہ پرستی کا کیا مزہ
بہو نو کباب دل کا جلانا تو سیکھ لو

بلبل سے مشت پر کا گلستاں میں کیا شکار
بیدام مرغ دل کا پھنسانا تو سیکھ لو

بے اختیار روٹھ کے جاتے ہو کس طرح
جاؤ۔ تو۔ میری جان جانا تو سیکھ لو

روتے ہوئے گلو جو صدائے شکست سے
بلبل سے سوز دل کا ترانہ تو سیکھ لو

خود تمکو حسن۔ دل کا نشانہ بتائے گا
ترچھی نظر سے تیر لگانا تو سیکھ لو

تیر نگ ایک شعر ہی کر لو ہمارا یاد
افسوں پری رخوں پہ چلانا تو سیکھ لو

خود قضا صحت ہوئی بیمار کو
تم جو آئے آخری دیدار کو

اُن کے گھر میں کھینچ لے مجذار کو
میں جو پکڑوں سایہ دیوار کو

یار تک پہونچے نہ یہ برق بلا
روکتا ہوں آہ آتشبار کو

زلف پیچاں کا تصور دل میں ہی
آستیں میں ہمنے پالا مار کو

تو نہ آیا موت کو رحم آگیا
دیکھنے آئی ترے بیمار کو

حق تو یہ ہے قد ترا دیکھے اگر
شوق سے منصور ڈھونڈھے دار کو

دل جو مشکل میں پکارے یا علی
سہل کر دیگا خدا دشوار کو

لے خدا زلف بتاں سے ہو نجات
توڑ دے دست کرم زنار کو

کیوں نہ میرے دل میں ہے داغ عشق
کون رکھتا اس گلے کے ہار کو

نامہ بر ڈر سے اڑا مانند ہوش
دے کے خط اس قاتل خونخوار کو

میں غبار کوچۂ یثرب ہوا
ڈھونڈھتا ہوں دامن دلدار کو

وہ جوا الفت کا کھیلے جان پر
جیتنا سمجھے جو اپنی ہار کو

چشم جادو دیکھکر سمجھا یہ میں
سحر ہے اس نرگس بیمار کو

خوف فردا کچھ تو ہو نیرنگ کو
سیکھ لے محشر تری رفتار کو

ٹھہر جاؤ ذرا خنجر تو روکو پاس آنے دو
میں قربان بیہ گھبراتے ہو کیا گردن جھکانے دو

لگا کر دم بدم چرکے مزا جلادکتا ہے
تڑپنے کیطرح بسمل کو میرے تلملانے دو

بلا سے جو سزا زندن کو ہو فردا کے محشر میں
گذرتی ہے مزے سے آجکل کی بات جانے دو

لیئے شمشیر کیں آیا اگرچہ ور کے بدلے وہ
نگاہ خشمگیں سے دیکھکر منھ پھیر لیتے ہیں

بجز کوے محبت اب کہاں اسکا ٹھکانا ہے
ہمیشہ داغ دل اپنے ہرے رہتے ہیں کیا پروا

دل پر داغ یہ کہتا ہے کیا کیا گل کھلائے گا
لیطامے لیکے بولا پیر مغ روز جزا کیسا

جو آئے غیر بھی مقتل میں قاتل مجھسے کہتا ہو
دل عاشق میں یا برق محبت طور سینا پر

تصور غیر کا اب دور کردوں کو حیۂ دل سے
اجابت میں توقف مصلحت ہو اسکی رحمت کی

بڑا حامی مرا محشر میں ہو جس پر بھروسا ہو
نہ پوچھو کیا مجھے تکیہ ہے دیسے اسکی رحمت پر

مرا تیر دعا بھی وہ بلائے ناگہانی ہے
بجھے گی یہ لگی آخر کبھی باراں رحمت سے

کسی افسوں سے اسکے وہ پری اتر انہ شیشے میں

چڑھائے گا لحد پہ آستین قاتل چڑھانے دو
مروت آنکھ میں کہتی ہے غصہ دل سے جانے دو

خطا کی ابتو جانے دو جو دل آتا ہے آنے دو
بہار آتی ہے آنے دو خزاں جاتی ہے جانے دو

ذرا باغ محبت میں قدم مجھکو جمانے دو
اجی توبہ ہے کیا۔ زاہد کو بے پر کی اڑانے دو

جھکاؤ سر مجھے خنجر تو پہلے آزمانے دو
یہی دو گھر جلاتی ہے یہی اسکے ٹھکانے دو

وہ آئیں گے ہمارے خواب میں آنکھیں بچھانے دو
وہ کہتا ہے مرے نبدے کو مجھ سے گڑگڑانے دو

تماشا دیکھنا اے زاہد وہ دن تو آنے دو
اجابت راہ تکتی ہے دعا لب پر تو آنے دو

فلک بھی پھٹ پڑے دست دعا مجھکو اٹھانے دو
ابھی برق محبت دل جلاتی ہے جلانے دو

بہت مشکل ہے اس نیرنگ کو باتیں بنانے دو

نکل جائے دل سے یہ کیونکر ملال دیکھوں تو ۔۔۔ ذرا میں خواب میں اُنکا جمال دیکھوں تو

لحد میں میری طرح ہو گئے جو محو جمال ۔۔۔ تو کیا کریں گے فرشتے سوال دیکھوں تو

لگی ہے دل میں مرے لَو دیارِ اقدس کی ۔۔۔ اُسی زمیں پہ جو ہو انتقال۔ دیکھوں تو

خیال زلف رسا دل سے کس طرح جائے ۔۔۔ کہ پڑ گیا مرے شیشے میں بال دیکھوں تو

کہوں گا سایۂ رحمت میں مہر محشر سے ۔۔۔ ادھر تو آ ترا عین الکمال دیکھوں تو

چمکے گی کب مری قسمت جو خواب میں آ کر ۔۔۔ تمھارے مصحف عارض میں فال دیکھوں تو

جو خواب میں بھی تم آؤ تو زندگی ہو جائے ۔۔۔ مرے ہُووں کو جلائے وہ چال دیکھوں تو

کہاں ملے گا وہ محبوب حشر میں دیکھوں ۔۔۔ کہ جس پہ مرتا ہوں اپنا مآل دیکھوں تو

الٰہی حشر میں آؤں گا اس تمنا میں ۔۔۔ کہ شاہ حسن کا جاہ و جلال دیکھوں تو

جو دین حق کا ترے دل میں ہو عدو یا رب ۔۔۔ میں اپنی آنکھ سے اس کا زوال دیکھوں تو

اُسی چمن کا ہوں نیرنگ بلبل شیدا
کہیں اُسے مع اصحاب و آل دیکھوں تو

منت غیروں کی بھی کرنے سے مفر کیونکر ہو ۔۔۔ خود در انداز ہو تم دور یہ شر کیونکر ہو

وہ تو نازک ہیں یہ کمبخت کلیجا پتھر ۔۔۔ دل کو کہتے ہو جگر ہو تو جگر کیونکر ہو

اپنی قسمت سے یہ ہم ہجر کی شب کہتے ہیں ۔۔۔ کیوں مرے بخت سیہ آج سحر کیونکر ہو

ناز و انداز و ادا خنجر و شمشیر و سناں
ایک دل سب کے لیے سینہ سپر کیونکر ہو

آنکھ کو مد نظر فرش رہ تیر ب ہو
سر کو سودا کہ میسر ترا در کیونکر ہو

پوچھتے کیا ہو مرے دل سے کسی غیر کا حال
جسکو اپنی نہیں اوروں کی خبر کیونکر ہو

اوج اقبال ہی سرکش سے فروتن ہونا
بوند نیساں سے نہ ٹپکے تو گہر کیونکر ہو

دور رہتا نہیں کمبخت تبو کا نقشا
کیا کروں دل مرا اللہ کا گھر کیونکر ہو

کیا شب ہجر میں ہو بخت سیہ کا شکوہ
ابتو اس رات کی نیرنگ سحر کیونکر ہو

غضب ہے بدگمانی بیدیوں سے تیر قاتل کو
مرے پہلو میں آیا ڈھونڈھتے کھوئے ہوئے دل کو

ندامت سے وہ بت کھو پا گیا دیوان محشر میں
کہ میرا خون ناحق ڈھونڈھتا پھرتا ہے قاتل کو

نہ بھلا جی مرا دریا پہ بھی سوز محبت میں
بھر آیا دل وہاں روتے جو دیکھا چشم ساحل کو

چمن میں آگ دہکائی جو رنگ موسم گل نے
نہاں داغ جنوں بھڑکا رہا ہے آتش دل کو

بگولے دشت میں اٹھی کہ دل کی خاک تیری سی
لیے پھرتا ہے مجنوں دوش پہ لیلےٰ کے محمل کو

عدم کو گرتے پڑتے جائیں گے سب قافلے والے
ابھی ہم مثل چشم نقش پا تکتے ہیں منزل کو

نہ آنے کو جو عذر لنگ ہے مہندی لگانے کو
کلیجہ پاؤں سے ملتا ہی میرا۔ ہاتھ سے دل کو

ہمارے دل نے کیا ہنس بول کر شوق شہادت میں
لب زخم جگر سے خود پکارا اپنے قاتل کو

مجھی کو آتش دل نے جلا کر خاک کر ڈالا
وہ خرمن ہوں بغل میں جس نے پالا برق حاصل کو

بتاں سنگدل مجبور ہو کر موم ہوتے ہیں
محبت طرفہ نسخہ ہے کہ جس نے دق کیا سل کو

بہار آنے سے اے زاہد جو توبہ ٹوٹ جاتی ہے
یہی زور جوانی کھینچتا ہے دامن دل کو

دل روشن سے داغ معصیت رو کر نہیں مٹتے
سرشک چشم تر دھوتے ہیں داغ ماہ کامل کو

مری آہوں سے ٹھنڈی ہو گئی دلکی لگی نیرنگ
نسیم صبحگاہی نے بجھایا شمع محفل کو

کس کی شمشیر کرے دیکھیے بسمل مجھکو
ڈھونڈھتا ہوں کوئی ملتا نہیں قاتل مجھکو

کی ازل میں یہی تقسیم خدایا تو نے
حسن بخشا بت کافر کو دیا دل مجھکو

قدر دانی یہ ہوں صناع ازل کے صدقے
جس نے بے سایہ بنایا تمھیں - بیدل مجھکو

دل گیا ہاتھ سے جب وادی مجنوں میں گیا
لوٹ لیتی ہے محبت سر منزل مجھکو

خون ناحق کا مجھے غیر سے کیا شکوہ ہے
لے گیا کوچۂ قاتل میں مرا دل مجھکو

کارواں ملک عدم کا مجھے ملتا نہ - مگر
دیکھ پڑتا تو غبار سر منزل مجھکو

زخم خنداں نظر آتا ہے ہر اک پھول مجھے
صحن گلشن بھی ہوا کوچۂ قاتل مجھکو

مر گیا میں اسکو جو دریا میں نہاتے دیکھا
دل مضطر نے ڈبویا لب ساحل مجھکو

آگے آگے ہے مرا شوق شہادت رہبر
لیچلا گنج شہیداں میں جو قاتل مجھکو

رقص بسمل کو بھی کیا اُس نے تماشا سمجھا
دیکھتا جاتا ہے پھر پھر کے جو قاتل مجھکو

دونوں عالم سے ہے بجلی کیطرح مجھکو گریز
بس یہی خرمن ہستی کا ہے حاصل مجھکو

اب تو رکھا ہے قدم راہ جنوں میں نیرنگ
کھو چکا ہاتھ سے میں دل کو . مرا دل مجھکو

خواب راحت میں میسر ہے یہ جلوا کس کو
کس کو دکھلاؤں مری آنکھ نے دیکھا کس کو

وعدۂ وصل کا ہوتا ہے بھروسا کسکو
دل کو یاور نہیں . دیتے ہو دلاسا کس کو

خاک بیزی صفت نقش قدم کس کے لیئے
دیکھکر لوٹ گیا اے دل شیدا کس کو

بوسہ خط تو لیا غیر نے تہمت مجھ پر
کس کی تقصیر ہے کانٹوں میں گھسیٹا کس کو

پوچھنا کیا دل مضطر کو وہی ہے کمبخت
میرے پہلو میں تڑپتے ہوئے دیکھا کس کو

لیجئے دل تو مبارک ہو مجھے رنج نہیں
ہے اسی دل کے سوا آپ کی پروا کس کو

ہم تڑپتے ہی رہے سر نے قدم چوم لیئے
خوں بہا کسکو ملا . خون کا دعویٰ کس کو

چٹکیاں آپ جو لیتے ہیں ہیں پہلو اپنا
چیر کر آنکھ سے دکھلاؤں کلیجا کس کو

پھٹ پڑے حشر سے پہلے یہیں چرخ ستم
اس جلے دل کا دکھاؤں گا تماشا کس کو

عہد پیری میں کہیں ہوتی ہے توبہ زاہد
توڑ دے گی کشش ساغر و مینا کس کو

قیس خود مکتب لیلےٰ میں گیا کب نیرنگ
پیش آتا نہیں تقدیر کا لکھا کس کا

سودائے زلف سر میں ہے - دل نہو نہو
ہو ان بتوں کو درد محبت خدا کرے
سچ ہے کہ آدمی در مقصد سے ہمکنار
آنسو گرا کرینگے تمنائے وصل میں
کیوں مثل شمع منت گلگیر کیجئے
ہاتھوں سے اپنے آپ گلا کاٹ کر مرے

لیلےٰ سے کام قیس کو محمل - نہو نہو
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہیں دل نہو نہو
جب تک صدف کیطرح سے سایل نہو - نہو
دانے میں بو رہا ہوں جو حاصل نہو - نہو
کاٹوں گلا میں آپ جو قاتل نہو - نہو
تیغ نگاہ ناز کا بسمل نہو - نہو

ہونٹھوں کو آہ سرد سے تیرنگ کام ہے
ٹھنڈی جو آتش طپش دل - نہو نہو

بتائیں نقش عبرت اس جہاں کے کارخانے کو
بہار گل ہوا ہے اسپہ کیوں نازاں ہے اے بلبل
ہماری وصل کی شب روز ہجراں سے بھی بدتر ہے
گلا کیوں میں نے کاٹا اور بھی قاتل تو آئیگا
تمنا دلکی نکلی خوب غفلت میں لیٹے یوسے
قناعت ہو تو کیونکر آبروے رزق ملتا ہے
وہ بلبل ہوں سرے صیاد کو یہ بدگمانی ہے

لحد اکر گور رہم لیتے ہیں مٹی گھر بنانے کو
خزاں کہتی ہے بوے گل کے بدلے خاک اڑانے کو
سحر کا ذکر کیا ہے شام سے کہتے ہیں جانے کو
لہو بہکر چلا ہے پاؤں میں مہندی لگانے کو
شب وصل انکو نیند آئی مری قسمت جگانے کو
صدف نے گوشہ عزلت میں پایا آب و دانے کو
اُٹھا دے یہ مرے سر پر جو دیکھا آشیانے کو

زباں مجبور لبلے کی شمع ساں کچھ کہہ نہیں سکتی
گلہ کس کا کریں پیدا ہوے جلنے جلانے کو

مقدر وصل کی شب میں مجھے ناکام رکھے گا
دل مضطر دھڑکتا ہی جو وہ کہتے ہیں آنے کو

وہ رازق ہے کہ تونے آبلوں سے رزق پہنچایا
زبان خار نے مانگا جو تجھسے آب و دانے کو

اُڑایا آنکھ نے رونا یہ کس ابر بہاری سے
دل مضطر نے کس بجلی سے سیکھا تلملانے کو

صدف آسا عجب آزادگی سے چین کرتے ہیں
لیے پھرتے ہیں ہم مٹھی میں اپنے آب و دانے کو

برنگ شمع اس محفل میں اب خاموش ہو تیرنگ
سُنے گا کون کب تک رو دیئے اپنی فسانے کو

مطلع
مرا سا بیکس و مجبور رہا ئے گا کس کو
جو میں نہونگا فلک پھر ستائے گا کس کو

مطلع
لوٹنے تک دیا نہ بسمل کو
زخم سب تھوکتے ہیں قاتل کو

## غزل نعتیہ

بہار آفرینش زینت ارض و سما تم ہو
رموز کن فکاں کا اصل مقصد مدعا تم ہو

کریم و کارساز و چارہ گر مشکلکشا تم ہو
خدا تو ہو نہیں سکتے مگر شان خدا تم ہو

شفاعت شرط ہو غفران جزا ہو اسکے کیا معنی
ہماری مغفرت کیواسطے شرط و جزا تم ہو

بڑھے کیونکر نہ رونق اور بھی دیوان محشر کی
جو زینت مسند محمود کی روز جزا تم ہو

سپہر شرک کی جاتی رہی تاریکی ظلمت
صباح مطلع توحید کے شمس الضحے تم ہو

ملے جنت بھی لیکن کامیابی کہہ نہیں سکتے
وہی مقصود پر فائز ہو جس کا مدعا تم ہو

تمنا ہے کہ اُس خلوت سرائے خاص میں پہونچوں
جہاں میں ہوں خدا ہو اور حبیب کبریا تم ہو

ید قدرت نے کس ترکیب کا جملہ کیا انشا
خبر اول میں ہے آخر میں اُسکی مبتدا تم ہو

تمہارے عکس سے روشن نگارستان وحدت ہے
حریم قدس میں آئینہ حیرت نما تم ہو

جو پہونچے ما عرفناک تک ماہر ہیں حقیقت سے
بشر کیا ہے۔ ملک کیا ہیں خدا کیا۔ اور کیا تم ہو

ملائک انبیا حیران و ششدر تھی شب اسریٰ
کہ بزم لی مع اللہ تک گئے کیسے رسا تم ہو

شرف ختم رسالت کا ہو کس کو نسل آدم میں
ازل میں ہو گیا فیصل کہ ختم الانبیا تم ہو

زباں جب تک ہے منہ میں اور سخن جب تک زبانمیں ہے
خدا کے بعد بیشک قابل مدح و ثنا تم ہو

طلب جو کچھ کرو حاجت نہیں اُسمیں تقاضے کی
نہیں جسکو اثر کی کچھ ضرورت وہ دعا تم ہو

اطاعت ہی تمھاری قد اطاع اللہ میں داخل
ٹھکانا پھر کہاں جس سے معاذ اللہ خفا تم ہو

رخ روشن میں شکل رحمت یزداں نمایاں ہے
تصور نے کہا آئینہ رخسار خالق نما تم ہو

ہوئی عالم کو فرحت نکہت خلق عظیم سے
دماغ جاں معطر ہے وہ گلزار وحی خدا تم ہو

تقرب تا الیٰ ربک ملا کس کو رسولوں میں
شریک و بزم آرائے مقام منتہے تم ہو

رضا جس میں تمھاری ہو وہی مرضی خدا کی ہو
ثبوت اسکا فترضیٰ ہو کہ خالق کی رضا تم ہو

بنا کر تمکو دیکھا ہے خدا نے اپنے عالم کو
شبستان قدم میں قد آدم آئینہ تم ہو

مراد بیکساں حاجت روائے مستنداں ہو
طبیب مہرباں ہو ورد نہاں کی دوا تم ہو

دکھایا حضرت موسیٰ کو جلوہ طور سینا پر
تجلّیِ ربّہٗ ہو لن ترانی کی صدا تم ہو

یہی اک آرزو نیرنگ کی ہے دین و دنیا میں
مری امداد پر ہر دم محمد مصطفےٰ تم ہو

## ردیف ہا

سودا رہے گا عشق کا انساں کے سر کے ساتھ
تقسیم خاص ہے یہ ازل کی بشر کے ساتھ

پھنک جائے چرخ پیر بھی اسکے شرر کیساتھ
نکلے کبھی جو آہ ہماری اثر کے ساتھ

صبح شب وصال قیامت کی صبح تھی
عاشق کی روح نکلی طلوع سحر کے ساتھ

اسکے تو صرف آہ سے اُڑ جائینگے دھوئیں
بازی بدی ہے ابر نے کیوں چشم تر کے ساتھ

کس مے پرست کا یہ جنازہ ہے الفلک
کاندھا دئیے جو ابر بھی ہے چشم تر کے ساتھ

یاد آگئے وہ کان وہ در ہائے آبدار
شبنم کے قطرے دیکھے گلہائے تر کے ساتھ

رحمت ہی گرد پیش شفاعت ہے راست جب
آیا گناہگار جبرے کرد فر کے ساتھ

ہے دردناک نالہ و فریاد کس قدر
بلبل ہے ہم صفیر کسی نوحہ گر کے ساتھ

نیرنگ اپنے حال کی مجھکو خبر نہیں
جب سے ہوا ہے عشق کسی بیخبر کے ساتھ

چراغِ معرفت سے ہو جو روشن دل کا کاشانہ
خدا کا گھر نظر آئے تمھیں ہر ایک بتخانہ

بسا دو اپنے جلوے سے مرے اجڑے ہوئے دل کو
تصور میں بھی آ جاؤ تو ہو آباد ویرانہ

گذاری رات بھر روتے ہوئے شمع شبستاں نے
سنا ہے تا رہا اپنی جلی فریاد پروانہ

پریشاں ہیں جو مرغان چمن وحشت کا عالم ہے
در گلشن پہ شاید آ گیا ہے تیرا دیوانہ

خزاں کا دور ہے گلشن میں خاک اڑتی ہے اے نیرنگ
نظر آتا ہے ہر گوشہ چمن کا ایک ویرانہ

## ردیف یار

فریب حسن ٹھنڈی گرمیاں کرتا ہے بلبل سے
زمستاں میں وہ آنکھیں سینکتی ہیں آتش گل سے

بھروسا ہے مجھے نام خدا دل سے اجابت کا
دعا کرتا ہوں اے ختم رسل تیرے توسل سے

مجھے ضبط محبت اے فلک رخصت نہیں دیتا
کر آہ آتشیں مجھ دل جلے کی منھ ترا جھلسے

اٹھائے پھول جام مے کے پیر مغ نے اے زاہد
مری توبہ کا پھر قل ہو گیا شیشے کی قلقل سے

عجب سرگشتگی میں پیچ و تاب عشق نے ڈالا
نکل کر دل مرا چوٹی سے الجھا اسکی کاکل سے

گئی سرگشتگی پائے طلب توڑے قناعت نے
خدا خود میر ساماں ہے گذرتی ہے توکل سے

بفیض عشق کامل ہے کہ حسن و عشق ہیں یکرنگ
ہمیں مانند گل ہنستے ہیں روتے ہیں بلبل سے

تمھارے حسن کا جلوہ مرے دل سے کوئی پوچھے
بہار گل کوئی دیکھے نگاہ چشم بلبل سے

اگر تیر نگہ شوق منزل مقصود رکھتے ہو
تصور میں ملو آنکھیں کاپ شاہ دلدل سے

محبت ہے وہ دشمن دوست بنکر دلمیں رہتی ہے
لگاتی ہے اسی میں آگ جس منزل میں رہتی ہے

کٹی شب صرف باتوں میں اُدھر مرغ سحر بولے
چھری گردن پہ چل جاتی ہے دلکی دلمیں رہتی ہے

سُنے کیونکر مرے دل کی بُرا ہو ناتوانی کا
زباں تک آ نہیں سکتی ہے دلکی دلمیں رہتی ہے

کبوتر ذبح ہوگا۔ خط کسی عاشق کا لائیگا
خبر اُڑتی ہوئی یہ کوچۂ قاتل میں رہتی ہے

محبت نے کئے اُجڑے ہوئے آباد گھر دونوں
جگر میں درد رہتا ہے تپ غم دلمیں رہتی ہے

حسد سے دیکھنا اہل ہنر کو اسکی عادت ہے
بلائے کم نگاہی دیدۂ جاہل میں رہتی ہے

نہ لیلےٰ اپنے محمل میں نہ مجنوں دشت وحشت میں
یہ اُسکے دل میں رہتا ہے وہ اُسکے دلمیں رہتی ہے

ترا ہر دم سخن رُک رُک کے آتا ہے جو ہونٹوں پر
یہ لکنت موج دریا ہے لب ساحل میں رہتی ہے

پتہ لیلےٰ کے گھر کا پوچھتے ہیں ہم جو مجنوں سے
تو دل پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اس محمل میں رہتی ہے

محبت سے چھٹا چھپا نہ جیتے جی کسی دل کا
کہ جب تک جان رہتی ہے یہ آب و گل میں رہتی ہے

شریک رنج و راحت سبکی دوست شمع سوزاں ہے
کسی تربت پہ جلتی ہے کسی محفل میں رہتی ہے

ہوا شوق شہادت کی۔ ہوس خون محبت کی
ہمارے سر میں رہتی ہے تمھارے دلمیں رہتی ہے

اٹک کر روح رہجاتی ہے حیرت چشم حسرت میں
ہوائے دید قاتل دیر تک بسمل میں رہتی ہے

لگا کانٹا مئے گلگوں کا زہد خشک نے مارا
چلو گور غریباں پر کہو کیسی گذرتی ہے

خلش پیر مغاں کی زاہدوں کے دل میں رہتی ہے
انھیں کے دل سے پوچھو جن کے حسرت دل میں رہتی ہے

نئے مضمون لکھے نیرنگ نے اس چشم جادو کے
مگر فکر رسا اسکی چہ بابل میں رہتی ہے

مجنوں میں ہے یہ سوز محبت کی خو مری
ہر ابرو برق حسن ومحبت کی اک ادا
خون جگر کو ہمنے مئے آتشیں کہا
حال دل و جگر کی کہانی ہے مختصر
صد شکر آج ضعف سے عزت تورہ گئی
جھگڑا چکے کہیں مرے پہلو سے دور ہو
اے گل تری ہوا نے جو برباد کر دیا
سبزہ وہ ہوں چمن کا کہ گر کر نہ اٹھ سکا
ہمکو کوئی بھی بعد فنا پوچھتا نہیں

جو دل ہوا کباب اوڑا تا ہے بو مری
ہنسنا کسی کا نا نہ ہے رونا ہے خو مری
کہتا ہے دل کباب سے ملتی ہے بو مری
دو تین حرف درد کے ہیں گفتگو مری
غیروں کے کان تک نہ گئی گفتگو مری
اے داغ میں کروں تری پروا نہ تو مری
مٹی اوڑا رہی ہے صبا کو بکو مری
زنجیر پا ہے موج لب آبجو مری
فرقت کی شب نہ تو نہ شب وصل تو مری

غمزے سے ہاتھ مار کے نیرنگ سے کہا
کاٹے گا سانپ کاکل پیچاں نہ چھو مری

نہ پوچھیے کہ شب سوز و غم کٹی کیسی
جلی کٹی یہ شب وصل دل لگی کیسی

یہ طور سے کوئی پوچھے کہ دل سے موسیٰ کے
وہ بات کیا تھی محبت کی آگ تھی کیسی

بجھا کے لیگئے شمع سحر کو محفل سے
لگا کے آگ نہ اٹھی یہ دلجلی کیسی

جہان کو جنبش ابرو سے قتل کر ڈالا
ستم کی چال یہ تیغ جفا چلی کیسی

ہنسی ہنسی میں اڑاتے ہو میرے رونیکو
جلا رہے ہو مرے دل کو دل لگی کیسی

ستم پہ اور ستم ہے جفا پہ اور جفا
لگا کے تیغ ادا پوچھنا۔ لگی کیسی

مذاق بادہ کشی میں مجھے خبر نہ ہوئی
کہ کیسی دی مرے ساقی نے مے نئی کیسی

نہ شمع ہوں کہ جلا عمر بھر سینوں پر
مگر کسی نے نہ پوچھا ترے لگی کیسی

جفا کے بدلے تمنا ہے حسن وفا کی مجھے
کہوں تو کس سے کہوں چاہتا ہے جی کیسی

نہ تاب ہجر نہ راضی وصال لیلےٰ پر
ترا جنوں ہے تجھے قیس عاشقی کیسی

جلا کے کیا مرے ساقی نے دل کباب کیا
کہ منھ سے بو مرے آئی جلی جلی کیسی

کبھی نہ راز محبت زباں تک آیا
جو بات دل میں کہی تھی نباہ دی کیسی

بتوں کے عشق کے صدمے اٹھا کلیجے پر
جگر خدا نے دیا ہے تو بیدلی کیسی

سنا کہ چشم فسوں گر پہ مرمٹے نیرنگ
ہوئی ہے مد نظر رسم سامری کیسی

کشتۂ تیغ خم ابروے قاتل ہووے | اے دل سینہ سپر شوق سے بسمل ہووے
دست قاتل نہ رکے سر دو تو بسمل ہووے | آب خنجر سے علاج طپش دل ہووے
شادی مرگ ہے عشاق کی محفل ہووے | تم نہ جاؤ ابھی رقص تن بسمل ہووے
اسکی رحمت کے سوا یاس میں کامل ہووے | دلدہی کی جو تمنا ہے تو بیدل ہووے
شمع تقدیر دکھائے گی اسی دن جلوہ | اسرا عالم اسباب کا باطل ہووے
قبر ہو میری مدینہ کی زمیں پہ یارب | ہے سفر خلد کا پہلے یہی منزل ہووے
حسن طفلی ترا کہتا تھا قمر شق ہو گا | یہ مرا چاند کا ٹکڑا مہ کامل ہووے
پوچھتے ہو جو مرا حال تو بیٹھو سن لو | کچھ کہونگا مرے قابو میں مرا دل ہووے
جو بلا آتی ہے کہتا ہے مقدر مرا | جلد آ قافلۂ عمر میں شامل ہووے
قافلہ یوسف خط کا نہ ابھی نکلے گا | مصحف عارض پر نور کی منزل ہووے
کون لے مکتب لیلے میں سبق الفت کا | پہلے مجنوں کیطرح جان سے فاضل ہووے
میرا یوسف بھی زلیخا کی طرح مجھکو ملے | پہلے رسوا سر بازار مرا دل ہووے
بزم خوباں میں کبھی ہوگا ترا بھی جلوہ | اے دل سوختہ شمع سر محفل ہووے
کارواں تجھکو بھی ہمراہ لیئے جائیگا | خاک میں ملکے غبار سر منزل ہووے
تب مزہ وصل کا حاصل ہو تجھے اے مجنوں | پردہ شوق میں خود لیلے محمل ہووے

پڑھ کے افسون محبت کو زنخداں میں پھنسو | دل فرشتہ ہے اسیر چہ بابل ہووے

ہوں وہ مجنوں کہ نئے سر سے ہو سودا نیرنگ
فصل گل آئے نیا جوش نیا دل ہووے

لحد یہ انکی دکھائی عجب قیامت تھی | کہ پوچھتے ہیں یہاں پر کسی کی تربت تھی
وہ دن پھر آئے کہ جس دن بہار قدرت تھی | کہیں تھا حسن کا جلوہ کہیں محبت تھی
یہ روز حشر مری معصیت کی ظلمت تھی | کہ دست دل مرا پکڑے ہوئے شفاعت تھی
ہمارے دل نے جو دیکھا ہی حسن اس بت کا | خدا تو کہہ نہیں سکتا خدا کی قدرت تھی
جو غیب میں تھا وہ اب جلوہ گر شہود میں ہے | اس آئینہ میں سکندر کی اور صورت تھی
دماغ میرے سوا اس کا جو فلک سے بگڑے | مگر وہ دل نہیں قابو میں جسکی ہمت تھی
نہ نامہ بر سے زبانی گلہ یہ صبر آیا | جواب خط میں لیے قسم یک قلم شکایت تھی
اس اعتقاد کی لذت رہی جوانی تک | کہ دخت رز یہ نظر پیر مغ سے بیعت تھی

ہمارے داغ گنہ دھل گئے ہیں سب اے نیرنگ
سحاب رحمت حق چشم تر کی رقت تھی

زلف و عارض پہ طبیعت بیقرار آنے کو تھی | ایک دن یہ گردش لیل و نہار آنے کو تھی
غیر کے گھر میں تو بد وصل یار آنے کو تھی | میرے ویرانے میں شام انتظار آنے کو تھی

آہ سوزاں سینہ پُر داغ کو چمکا گئی
موت کے آنے میں یہ امروز و فردا تا بکے
مر کے پھر جیتے لب جاں بخش سے آتے جو تم
شمع نے دھوکھا دیا کیوں راستہ تبلا دیا
رخ مرا دیکھا تو وہ پہلو سے اُٹھکر چل دیئے
تم مسیحائی جو کرتے نزع میں دوا یک بار
کب چمن سے دام میں صیاد کے ہم پھنس گئے
نہ فلک سے کیوں نہوتی ہمت ایماں بلند
حشر میں احکام تسلیم و رضا یاد آگئے

اس گلستاں میں یہی باد بہار آنے کو تھی
آج آجاتی جو کل پروردگار آنے کو تھی
ایک بار آئی قضا۔ کیا بار بار آنے کو تھی
بیکسی رونے مجھے۔ سوے مزار آنے کو تھی
آرزو دل سے جو باہر بار بار آنے کو تھی
پھر نہ مرگ ناگہاں آتی — ہزار آنے کو تھی
جب خزاں جانے کو تھی۔ فصل بہار آنے کو تھی
دل میں حُبّ پنجتن اور چار یار آنے کو تھی
ورنہ دل میں بحث جبر و اختیار آنے کو تھی

پوچھتا تھا کیوں نشاں گور اے تیر نگ وہ
کیا قیامت ڈھونڈنے سوے مزار آنے کو تھی

لے جو کروٹ کہیں سوتی ہوئی قسمت مری
ہر جگہ رنگ بدلتی رہی شامت میری
کر دیا ہے ستم چرخ نے ایسا بیدل
گردش بخت سیہ سے تو کہیں چین ملے

ہو شب وصل پلٹ کر شب فرقت میری
غیر کی وصل کی شب ہے شب فرقت میری
اب نہ وہ دل ہے نہ اُس دل میں وہ ہمت میری
لے اجل صبح وطن ہو شب غربت میری

سر بھی ٹپکیگا جو شیشے کی طرح ہو زاہد
دختر رز سے نہ ٹوٹے گی مروت میری

چشم رحمت کی نظر کیا ہے توجہ میری
اور تبسم لب رحمت یہ شفاعت میری

ہو گئی شام شب ہجر مرا روز سیاہ
آگئی صبح شب وصل سے شامت میری

میرے گھر آتے ہوے غیر کے ہمراہ پھرے
راہ پر آکے پلٹ جاتی ہے قسمت میری

وہ نئے گھر میں محبت کے نئے مہماں ہیں
تو مرے دل میں ترے دلمیں عداوت میری

مجھسے کیا پوچھتے ہو غیر کے گھر جانے کو
یہ گوارا نہ کرے گی کبھی غیرت میری

دل جو نیرنگ بھر آتا ہے مرا صحرا میں
قیس کے ڈھیر پہ رو آتی ہے وحشت میری

محیط عشق میں ہر دو رو کے بہرہ ور ہوتے
سرشک چشم صدف کیطرح گہر ہوتے

وہ ماہ شام کو آیا ادھر ادھر ہوتے
رہا جو شب کو تو غائب ہوا سحر ہوتے

نظر بچا کے جو غیروں میں جلوہ گر ہوتے
چھپے چھپے کہیں ہم بھی ادھر ادھر ہوتے

سفید ہو گئے نہ بیری مین بیخبر ہوتے
کہاں کی نیند مجھے پھٹ پڑی سحر ہوتے

گئے نہ تا در قاتل جگر کے پرکالے
حقیقت تپش دل کے نامہ بر ہوتے

ہمیں یہ رشک ہے زخم دروں کی لذت پر
تمام عضو یہ کہتے ہیں ہم جگر ہوتے

اسیر دام محبت ہوں عہد طفلی سے
ملا ہے کنج قفس مجھکو بال و پر ہوتے

پھنسا کے دل کسی گیسو میں عمر طے کرتے
برنگ زلف پریشاں کسی کے سر ہوتے

خدا کے خوف سے روتے بھی گر یہ زاہد خشک
سر پہ زہد پہ سلطان بحر و بر ہوتے

اسیر کر کے کترتا نہ پر مرے صیاد
قفس بھی لیکے میں اڑتا جو بال و پر ہوتے

صدف یہ کہتی ہے مایوس ہو نہ رحمت سے
کہ دیر بوند کو لگتی نہیں گہر ہوتے

سر نیاز زمیں پہ ہے کیا بڑی دولت
گہر نہ ہوں نہ سہی۔ اشک چشم تر ہوتے

کہا یہ قیس نے لیلے سے آ مرے دل میں
نہ رہ تو خانہ محمل میں اپنا گھر ہوتے

ادا کی چوٹ اٹھاتا شب وصال میں دل
جو آپ تیغ برہنہ تو ہم سپر ہوتے

ہوا صباح شب وصل رنگ فق نیرنگ
نہاں وہ ماہ نظر سے ہوا سحر ہوتے

میری تربت پہ یہ کہتے ہیں گذرنے والے
اس طرح خاک میں ملجاتے ہیں مرنے والے

طعنہ زن ہیں وہ محبت کے نہ کرنے والے
نام رکھا مرا بیموت کے مرنے والے

چین سے گور میں سوتے ہیں گذرنیوالے
خواب راحت میں ہیں منزل پہ اترنے والے

دیکھکر موج و حباب لب جو کہتے ہیں
ہاتھ پر سر کو لیے پھرتے ہیں مرنے والے

جان دیتے ہیں لڑکپن کی ادا پر عاشق
کھیل مرنے کو سمجھتے ہیں یہ مرنے والے

کوہکن کشتۂ بیداد لب شیریں ہے
لب جاں بخش پہ نیرنگ ہیں مرنیوالے

ذکر ہر جا مرے کلام کا ہے
بندہ بھی ایک اپنے نام کا ہے

کون بازار حسن میں پوچھے
دل کا سودا کسی کے کام کا ہے

کاٹ لو تیغ ناز سے گردن
یہ تو سر آپ کے غلام کا ہے

پھیرنا منھ نماز میں مجھ سے
یہ نیا قاعدہ سلام کا ہے

آے قاصد کی آبرو یہ نہ حرف
خط مرا وصل کے پیام کا ہے

منھ لگی دخت رز نہیں چھٹتی
میکشی عارضہ مدام کا ہے

جھوٹ ہر روز وعدۂ شب وصل
عمر بھر انتظار شام کا ہے

زلف عارض کا آپ کے بیمار
نفس چند صبح و شام کا ہے

وصل کی شب ہوا عروج جسے
عرش زینہ اسی کے بام کا ہے

عرش پر جس کا نام نقش نگیں
کون اس نام و احتشام کا ہے

میرے یوسف مجھے دکھا جلوہ
یہ وظیفہ ترے غلام کا ہے

سرخرو جو کرے گا امت کو
حشر میں وہ لہو امام کا ہے

جلوۂ نعت سے نہ ہو خالی
یہ بھی نغمہ مرے کلام کا ہے

سر بکف اک جہان ہے اے نیرنگ
آج کیا حکم قتل عام کا ہے

یہ انگلی آپ نے دانتوں سے کیوں دبالی ہے
مرا سوال بُری بابت ہے کہ گالی ہے

شہید ناز کی تربت کی شمع کان کی لَو
گلے میں شمع کے منت کا طوق بالی ہے

سمجھ گئی اُسے بلبل کہ گل کی ہے غماز
کہ بات بات صبا ہی یہ ڈالی ڈالی ہے

انہیں کے حق میں کہا یتبعہم الغاوٗن
کہ حمد و نعمت سے جن کا کلام خالی ہے

وہ بے کمال ہوں اُٹھتی ہیں انگلیاں نیرنگ
ہلال عید مگر اپنی بے کمالی ہے

آتا ہے فاتحہ کے بہانے سے یار بھی
ہوگا ہوا بجھا کے چراغ مزار بھی

سب ناتواں کو زور دکھاتے ہیں اے جنوں
مجھ سے اُلجھ رہا ہے گریباں کا تار بھی

اپنا تو ایک رنگ رہا باغ عشق میں
آئی گئی چمن میں خزاں بھی بہار بھی

کھو جائیں گے جو شرم گناہاں سے حشر میں
ڈھونڈھے گی اُنکو رحمت پروردگار بھی

وہ شہسوار گرم عناں آگیا اُدھر
اُڑنے لگا ہوا میں ہمارا غبار بھی

سیماب ہو کے سوز محبت کی آگ سے
پہلو سے اُڑ گیا نہ دل بیقرار بھی

برق بلا سے اے دل مضطر نہ بھاگنا
آتا ہے ابر رحمت پروردگار بھی

تڑپایا فکر زلف سیہ نے تمام رات
ہے آستیں کا سانپ دل بیقرار بھی

دکھلا کمیت کلک کی اے فکر شوخیاں
جولانگہ سخن میں اُٹھے نے سوار بھی

صبح شب وصال ہے نیرنگ شام ہجر
دشمن مری ہے گردش لیل ونہار بھی

شگفتگی مری پھولی نہیں سماتی ہے
کلی مرے گلشن میں مسکراتی ہے

غضب ہے دلکی تمنا نہیں برآتی ہے
شب وصال فقط ملنہیں میں جاتی ہے

جلا کے دل کو محبت مجھے رُلاتی ہے
لگا کے آگ یہ پانی کو دوڑ جاتی ہے

وہ بندہ ہوں کہ یہ کہتا ہے مجھسے بندہ نواز
تو صبر کر تری زحمت پہ رحمت آتی ہے

خدا کیواسطے غفلت سے دور رہو غافل
اجل تری ترے نزدیک آتی جاتی ہے

طلب کا چشم توجہ سے کس کی ایما ہے
لبوں سے کس کے شفاعت مجھے بلاتی ہے

گیا میں کوچۂ قاتل میں - ہونیوالی بات
قضا نہیں کبھی کہکر کسی کی آتی ہے

مزے مزے کی شب وصل میں کرو باتیں
مجھے ادا لب شیریں کی ویسے بھاتی ہے

مرے سکوت کو شکوہ سمجھ کے کہتے ہیں
یہ خامشی تری باتیں مجھے سناتی ہے

چمن کے یہ گل سوسن نے نیل باندھا ہے
کہ چشم نرگس شہلا نظر لگاتی ہے

فلک کی نشۂ نخوت سے ہوگی صبح کبھی
کہ جب دماغ پہ چڑھتی ہے شامت آتی ہے

عیاں یہ حضرت یوسف کے واقعہ سے ہوا
بڑے بڑوں کو محبت کنوئیں جھکاتی ہے

جنون کے دشت میں وحشت مری بگولا ہے
م اٹھا اٹھا کے مجھے خاک پر گراتی ہے

ہر ایک پھول میں ہے بوئے فنا ہائے نیرنگ
ہر اک چمن سے عیاں رنگ بے ثباتی ہے

## غزل

بخت سرکش سے کس کی چلتی ہے
کوئی حسرت نہیں نکلتی ہے

ہم ہوئے چشم ناتواں کے مریض
اب طبیعت نہیں سنبھلتی ہے

شامت معصیت نہیں جاتی
عمر دن کیطرح سے ڈھلتی ہے

ساتھ غیروں کے گر مجبوشی ہے
اب دہاں کس کی دال گلتی ہے

گل ہوا ہوگئے گلستاں سے
شاخ پتوں سے ہاتھ ملتی ہے

تیز رفتار ہو نہ اے قاتل
میری گردن پہ تیغ چلتی ہے

دخت رز تاکتی ہے زاہد کو
یہ تو سوکھے میں بھی پھسلتی ہے

بارِ غم دل سے کس طرح اُٹھے
یہ بلا ٹالنے سے ٹلتی ہے

سبزہ خط پہ زلف لٹکائی
زہر یہ ناگنی اُگلتی ہے

خوب دم دیکے یہ گلے سے ملا
تیغ بسمل سے چال چلتی ہے

ناتوانی ہے اسقدر نیرنگ
سانس مشکل سے اب نکلتی ہے

دل کانپتا ہے سوز محبت کے حال سے
آنکھیں نہ سینک آتش حسن وجمال سے

دیکھا جو ناتواں ہمیں اک عید ہو گئی
ہم چشم غیر میں نظر آئے ہلال سے

کس کا فروغ مثل مہ چاردہ رہا
اس آسماں کو داغ ہے اہل کمال سے

ٹھوکر نہ ماریے مرے لاشے کو بار بار
مٹی نہ دیجیے مجھے گرد ملال سے

ہے ساغر سپہر کو اک ناتواں کی چوٹ
چشم عدو میں ہم نظر آئے ہلال سے

جو آگ تھی وہی ہے گلستان خلیل کو
دکھلائے خوب رنگ جلال وجمال سے

ایسے بھرے تھے دلمیں کہ آتے برس پڑے
ذرے نہ اُڑ سکے مری گرد ملال سے

چشمک ہے خضر کو لب جان بخش یار سے
طوطی کو ہے ملال بدخشاں کے لال سے

نیرنگ چشم شوخ سے وحشت نہ سیکھنا
آنکھیں لڑا کے بھاگ نجانا غزال سے

صدقے میں ہوں رہا قدم نوبہار کے
صیاد مجھکو چھوڑ دے سر سے اُتار کے

عفّت سے اُنکی چشم سخنگو نے یہ کہا
آئے حیا بھی آنکھ میں پردہ پکار کے

صدقے میں ہمنے چھوڑ دیے طائروں کیطرح
اُن کے لبوں پہ لعل بدخشاں اُتار کے

دامان دل۔کہ دشت کدورت ہوئے جنوں
منھ سے نکل رہے ہیں بگولے غبار کے

صیاد کو بھی رحم تڑپنے پہ آگیا
صدقے میں چھوڑتا ہے دل بیقرار کے

جوشِ جنوں ہے آتشِ دل پھر بھڑک اُٹھی
پنکھے چلے جو موج نسیمِ بہار کے

نیرنگ دور ہو نگی یہ آشفتہ حالیاں
محتاج بھی رہوگے تو پروردگار کے

ہے ابھی پیر مغاں کچھ حس و مس تھوڑی سی
اور خواہاں ہے مرے دل کی ہوس تھوڑی سی

ضبطِ فریاد ذرا دلشکنی میں نہوئی
چوٹ کھائی ہے مگر تو نے جرس تھوڑی سی

عمر باقی بھی اسیری میں بسر کر بلبل
کاٹ لے اور گرفتارِ قفس تھوڑی سی

دم جو نکلے تو فشارِ تپِ غم سے ہو نجات
راہ پاتا نہیں سینے میں نفس تھوڑی سی

ڈھیلے ہاتھوں سے نہ تلوار لگا اے قاتل
قتل پر میرے کمر اور بھی کس تھوڑی سی

مرتے دم کچھ بھی نہیں مال کی حسرت دل میں
اک بڑا بوجھ ہے دنیا کی ہوس تھوڑی سی

آرزوئیں مری نیرنگ مٹی جاتی ہیں
دل میں اب یاس زیادہ ہے ہوس تھوڑی سی

تم گئے اور آئی مجھکو غیر کی آئی ہوئی
موت بھی دلکی طرح پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

بھاگتی ہے دل سے اُسکی یاد بھی آئی ہوئی
ہے شبِ فرقت مری غیروں کی سمجھائی ہوئی

آج کیوں برہم ہے وہ بیت یا الٰہی خیر ہو
بات ٹیڑھی آنکھ ترچھی لٹ بل کھائی ہوئی

جلد جلد آتے ہو کیوں صورت دکھاتے نزع میں
جان آنکھوں سے نکل آئے گی گھبرائی ہوئی

عشق میں حسن و محبت دونوں نام آور ہوئے
انکا وہ شہرہ ہوا یہ میری رسوائی ہوئی

رہ پڑے دشت جنوں میں ہم بگولے کیطرح
خانہ بربادی کا ساماں تھا نہ آرائی ہوئی

حسرتیں رہتی ہیں افسردہ دل پرداغ میں
جو کلی نکلی مرے گلشن میں مرجھائی ہوئی

نقش پا خون کف پا سے بنے جام شراب
بزم صحرائے جنوں میں بادہ پیمائی ہوئی

اس طرح سے دختر رز کے ساتھ ہو گلشن کی سیر
سبزۂ تر زیر پا سر پر گھٹا چھائی ہوئی

کون سا رشک چمن صحرائے دل میں آگیا
ہے گل داغ جنوں میں کس کی بو آئی ہوئی

دل کا آشوب تمنا کب نزاکت سے اٹھے
آنکھ جن سے وصل میں اٹھے نہ شرمائی ہوئی

مجھکو میخانے میں زاہد کھینچ لاتی ہے وہی
دختر رز پر طبیعت ہے جو لہرائی ہوئی

میری آنکھوں سے کوئی اس بت کا جلوہ دیکھتا
دل کے آئینے سے روشن جبکہ یکتائی ہوئی

کیسی شامت آگئی زلف سیہ میں پھنس گیا
یہ بلا سر پر پڑی اے دل تری لائی ہوئی

ابر سے کہتے ہیں تو روتا ہے میرے عشق میں
برق سے کہتے ہیں تو ہے میری تڑپائی ہوئی

کرکے بسمل جب چلا قاتل تو یہ حیرت ہوئی
بھر گئی ہر زخم کے منہ پہ ہنسی آئی ہوئی

شمع سوزاں ہوگئی آتش بیانی آپ کی
آج ہے بزم سخن نیرنگ سے گرمائی ہوئی

زبان پر یہ سخن ہے دست نازک دیکھ کے
محبت اسمیں رہتی ہے یہی اجڑا ہوا گھر ہے

قیامت ہی بپا یا قد موزوں جلوہ گستر ہے
شعاع مہر محشر یا مرے قاتل کا خنجر ہے

ندامت سے مری افسردگی بجھ جائے گی مجھکو
یہاں ساحل صفت لب خشک ہیں دامن اگر تر ہے

ہوا سب کچھ میسر پاؤں جب توڑے قناعت نے
ہمارا گوشۂ عزلت نہیں تیمور کا گھر ہے

زمانہ ہو تہ و بالا وہ چالیں تو نے سیکھی ہیں
ترے دامن کی گردش گردش چرخ ستمگر ہے

دل نالاں ہوا خاموش تم آئے جو پہلو میں
لگا ہے قفل جب پر یہ وہی اجڑا ہوا گھر ہے

تمہارے مار گیسو کا ڈسا ہرگز نہیں بچتا
یہ وہ کالے ہیں افعی جسکا لٹکا ہے نہ منتر ہے

بطِ مے بیچکے اے زاہد اڑیں گے ہوش مستوں کے
کہ ہر بنت العنب گویا پری شیشے کے اندر

مجھے گھر کاٹتا ہے رشتۂ تسبیح کے مانند
نہ پوچھو رنج تنہائی مرا دشمن مرا گھر ہے

سلایا شاہد رحمت نے مجھکو اپنے قدموں پر
وہ عاشق ہوں مرا کنج لحد آغوش دلبر ہے

گلا کٹوانے کو کیا تیز اٹھے قدم میرے
قضا خود آگے آگے کوچۂ قاتل کی رہبر ہے

ہوا ہے حسرت رشک پری نیر تک قابو میں
دیار ہند میں گھر ہے پرستان تک سفر ہے

ازل سے دلشکستہ ہوں تنزل میں مقدر ہے
مگر ٹوٹا ہوا تارہ مری قسمت کا اختر ہے

نہیں پھولے سمائے مثل گل دنیا کی نخوت سے
ملا ہے جسکو مشت زر وہی جامہ سے باہر ہے

نقاب الٹے ہوئے وہ سرو قد لوٹا سا پھرتا ہے
اٹھو اے خفتگان خاک دیکھو روز محشر ہے

جدائی میں کمر یار تعلق توڑ دیتا ہے
جہاں شاخ نہال بارور ہر پاؤں پر سر ہے

افسون عشق یارب کیوں اثر اپنا نہیں کرتا
فغان بلبل کی بے تاثیر ہو یا گوش گل کر ہے

مرے دیوانے پن کی کچھ نہ پوچھو میں بلبل ہوں
وہیں اڑ اڑ کے جاتا ہوں جہاں صیاد کا گھر ہے

یہاں نسبت العنب کو بوالہوس کب تک سکتے ہیں
ہمارے میکدے میں چشم زاہد حلقۂ در ہے

لحد میں بھی ابھی تک یاد ہے لیلےٰ کے مکتب کی
پڑھا تھا جو سبق مجنوں نے اب تک اسکو ازبر ہے

مے الفقر فخری ہے مرا دل مست ہے نیرنگ
وہ میکش ہوں مری محفل میں شیشہ ہے نہ ساغر ہے

اب دن پھرے سفید مرے مو کے سر ہوئے
شب کٹ گئی سحر کے نشاں جلوہ گر ہوئے

جن پہ گری یہ برق بلا جل بجھے وہی
اجڑے وہی مکان جو محبت کے گھر ہوئے

ایسا کرم کہ پھر ہو ستم۔ کس حساب میں
نکلیں وہی بدر میں جو مد نظر ہوئے

آغاز عشق ہی میں مرا حال دیکھ کر
مایوس میرے دل کی طرح چارہ گر ہوئے

ہیں ہم سفر عدم میں رفیق سبک رواں
ہم مثل بو شریک نسیم سحر ہوئے

مٹی میں عاشقوں کے ملے داغ آرزو
کیا بیج داغ زیر زمیں گھر کے گھر ہوئے

ہم حسرتوں سے ہو گئے آخر شکستہ دل
خود پھٹ پڑی وہ شاخ کہ جسمیں ثمر ہوئے

افسوس لیگیا نہ مجھے ساتھ کارواں
پس پس کے ہم غبار سر رہگذر ہوئے

ایسا سمجھتے ہم تو حسینوں سے بھاگتے
لیکن فریب عشق سے کیا بیخبر ہوئے

اے یار مثل نقش نگیں کاوشوں کے بعد
غیروں کے چاہ پیار پہ ہے چشم التفات
ہے کالہ جگر جو اڑے یار تک گئے
مرغ سحر تو ایک طرف خود وہ اڑ گئی
ہے ظالموں کو ڈر تری رحمت کا اسقدر

ہنسنے لیا جو نام ترا نامور ہوئے
نظروں سے ہم گرے ہیں وہ مد نظر ہوئے
ہم اپنے خط شوق کے خود نامہ بر ہوئے
میری شب وصال کے بھی بال و پر ہوئے
بدلی میں برق سنگ میں پیدا شرر ہوئے

نیرنگ عجب ملا نہ کبوتر نہ نامہ بر
خود لے اڑی مجھے مری وحشت کے پر ہوئے

مجھکو سودا ہے تو ہو کیا اُسے پروا میری
غیر سے لڑکے وہ آئیں جو مرے پہلو میں
شوق آندھی ہے لئے پھرتا ہے تنکے کیطرح
رقص بسمل کا مزہ ہے طپش دل میں مرے
ضبط کرتا نہیں صدمے پہ دل مضطر کے
آپ ہی دل میں سمجھتے ہیں کہ مر کر کس کو
بر ملا مجھ پہ مرے زخم جگر ہنستے ہیں
فصل گل آئی ہے توبہ کا خدا حافظ ہے

میرا یوسف نہیں سنتا ہے زلیخا میری
جان اُسکی بھی نکل جائے تمنا میری
ناتوانی کو سنبھالے ہے تمنا میری
دیکھ کیا گت ہوئی اے محو تماشا میری
غمگساری نہیں کرتا ہے کلیجا میری
ڈھونڈھنے آئی ہے محشر میں تمنا میری
چھپ کے روتی ہے مرے دل میں تمنا میری
آبرو لیں کہیں ساغر و مینا میری

سرگرانی غم الفت کی بگونے سیکھے
میرے گھر آؤگے یا اور کہیں جاؤگے
دونوں دل قید محبت سے چھٹے خوب ہوا
دشمن جان تپ الفت جو پڑی ہے پیچھے
گم ہوا قافلۂ عمر رہ ہستی میں

لے اڑا وحشت دل آہو صحرا میری
کچھ کہو غیر کی آئے گی قضا یا میری
آپکی مجھکو - نہ ہے آپکو پروا میری
ہو دستو چارہ گری کون کرے گا میری
نبض ڈھونڈھے نہیں پاتا ہی مسیحا میری

چاہ یوسف کی مرے دلمین نہاں ہے نیرنگ
چھپ رہی پردۂ عصمت میں زلیخا میری

زبان پر سوز پنہاں ہے جگر سینے مین جلتا ہی
ہو پانی کیا شاید - مرا اس خون ناحق نے
ترے بسمل کو اے قاتل غضب شوق شہادت ہے
الٰہی آتش ضبط محبت آگ کیسی ہے
ہجوم عاشقاں میں گھر ہی یہ کہتے ہوئے نکلے
نکالی حسرت دیدار کن چالوں سے بسمل نے
دل ناداں کے سبب کس بل محبت مین نکلتے ہیں
دل ویراں ہے وہ مہماں سرا راہ محبت میں

سلگتی ہے مرے دل میں دھواں منھ سے نکلتا ہی
ملی ہی تمنے خود منھدی مرا دل کون ملتا ہے
کلیجہ - دیکھکر تیغ ادا - ہاتھوں اچھلتا ہے
لگی رہتی ہے دل میں لو نہ بجھتا ہی نہ جلتا ہے
کہ دیکھو آفتاب روز محشر یوں نکلتا ہے
تمہارا ہیر آنکھوں کے رستے دم نکلتا ہے
بتوں کے ہاتھ مین جاتے ہی دل سانچے مین ڈھلتا ہے
پڑا ہی کارواں غم کا نکالے کب نکلتا ہے

نکالی آہ وں میں شاخ میر جوشِ وحشت نے
کہ جو لگتا ہے کانٹا پانوں میں سر سے نکلتا ہے

حسد بعد فنا میرا اُسی کے جی کا دشمن ہے
چراغ گور بجھتا ہے تو خود پروانہ جلتا ہے

شجاعت کیا ہوئی جو جیتے جی ہر دم دکھاتی تھی
کہ بھاگے ڈر کے بالیں سے جو میرا دم نکلتا ہے

کرے نیرنگ کیا اب ترکِ الفت ہو نہیں سکتی
کہ دل بگڑا ہوا کوئی سنبھالے سے سنبھلتا ہے

قیمت کو نقد داغ ہمارے جگر میں ہے
بازار میں کہاں ہے وہ سودا جو سر میں ہے

باہر جو پھول پھول کے جامے سے ہو گیا
کیسی نشا گل کو ذرا مشت زر میں ہے

کیا نزع میں ہے جلوہ جاناں کی آرزو
دلیں بھی ہے شوق کبھی چشم تر میں ہے

بجلی میں وہ کہاں ہے چھلاوے میں وہ کہاں
یہ بانکپن کا ناز جو ترچھی نظر میں ہے

جائیں عدم کے شہر خموشاں میں سر فروش
قاتل سکوت میں ہے سرو ہی کمر میں ہے

آیا وہ رشک ماہ تو چمکا جگر کا داغ
روشن چراغ آج تمنا کے گھر میں ہے

تلوؤں سے ہے لگی کہ ترے گھر میں غیر کے
کچھ دہلے کی آتش دل سنگ در میں ہے

میٹھی چھری کی دل نے اٹھائیں نہ لذتیں
پھیکا سا کچھ مزہ مرے زخم جگر میں ہے

افتادگی ہے خطِ جبیں خاکسار کا
نقشِ قدم نہیں یہ رہگذر میں ہے

کیوں جم گیا خیال کہ آئے گا وہ پری
بے پر کی اُڑ رہی یہ دل بیخبر میں ہے

انساں کے دل کو عرش بریں اُس نے کر دیا
ایسا شرف ملک میں کہاں جو بشر میں ہے

یارب کبھی تو برج سعادت میں آئے گا
طالع مرا جو آج نحوست کے گھر میں ہے

خیر البشر وہی ہے نگاہ مجاز میں
جس کا کہ نور چشم حقیقت نگر میں ہے

اُس ماہوش کے گھر میں ہے میری شب وصال
اختر مرے نصیب کا برج قمر میں ہے

صبح شب وصال کا اندھیر الاماں
شام شب فراق نہاں اس سحر میں ہے

سینچا گیا ہے خون تمنا سے نخل دل
ہر گل عقیق سرخ ہمارے شجر میں ہے

آنکھیں دکھاتی ہے طپش آفتاب میں
نرگس کا پھول ترک فلک کی سپر میں ہے

ایمان و کفر دیر و حرم ہر جگہ وہ ہے
احوال نہیں ہیں۔ ایک ہماری نظر میں ہے

شوخی بھی اُنکی آنکھ میں ہے کچھ حجاب بھی
کیا فرق پردہ دار میں یا پردہ در میں ہے

مانگے سے موت ہو نہ تمنّا سے زندگی
اک وقت سب کا حکم قضا و قدر میں ہے

دعوت نہ رو کرے مجھے کھائے غم فراق
کیا عذر میہماں کو مرے ماحضر میں ہے

صبح شب وصال ہوئی۔ حشر آرزو
کیا شور صور۔ نالۂ مرغ سحر میں ہے

بیٹھے جہاں پہ تم۔ تو وہیں جم گیا رقیب
کیا کیا نئے فساد کی جڑ اس شجر میں ہے

قابو میں دل جو آیا تو سمجھے گا چرخ سے
نیرنگ بیخبر نہیں فکر دگر میں ہے

عاشق سے لگی دل کی بجھائی نہیں جاتی
یہ آگ تو دوزخ میں لگائی نہیں جاتی

گل میں جو ادا یار کی پائی نہیں جاتی
کس پھول میں اک شاخ لگائی نہیں جاتی

رکھتا ہے عبث کوئی محبت میں قدم وہ
جس سر سے یہ افتاد اُٹھائی نہیں جاتی

قربان نزاکت کے کہ ابرو کی کمان سے
تیوری بھی خفا ہو کے چڑھائی نہیں جاتی

دل ہمنے مروت میں دیا دزد حنا کو
ہمسے تو کہیں آنکھ چُرائی نہیں جاتی

دم دیکے مناتے ہو جلا کر مرے دل کو
یہ آگ تو چھینٹوں سے بجھائی نہیں جاتی

قاصد کو نہ بھیجوں گا کہیں قتل نہو جائے
خط لکھ کے قضا اُسکی بلائی نہیں جاتی

اب ناز سے وہ آنکھ لڑاتے ہیں شب وصل
اس صلح میں بھی اُنکی لڑائی نہیں جاتی

کہتا ہے وہ بت مجھسے کہ مرتا ہے بلا سے
کچھ ساتھ ترے ساری خدائی نہیں جاتی

جینے کی دعاکوں سُنے گا مرے اللہ
مانگے سے مرے موت بھی آئی نہیں جاتی

ہم مر کے ہوئے جامۂ ہستی سے یہ آزاد
چادر کبھی تربت پہ چڑھائی نہیں جاتی

کرتا کوئی دلسوز مری چارہ گری کیا
اشکوں سے لگی دل کی بجھائی نہیں جاتی

کرتا ہوں جو شکوہ تو وہ غنچے کی طرح سے
ہنستا ہے۔ کوئی بات بنائی نہیں جاتی

وہ سوختۂ عشق بتاں ہوں کہ لحد پر
ہوتی ہے ستی شمع جلائی نہیں جاتی

بگڑے ہوئے دشمن کو بنا سکتے ہیں سب دوست
روٹھی ہوئی تقدیر منائی نہیں جاتی

اجڑا ہوا یہ گھر ہے مرا یاس سے آباد
دل میں کوئی امید بھی پائی نہیں جاتی

کیوں کوسی لگی ہے دم خنجر کی جگر کو
پتی کہیں زخموں کی جلائی نہیں جاتی

فریاد کی بھی ضعف سے قدرت نہیں ہمکو
آواز بھی ہونٹھوں سے اٹھائی نہیں جاتی

زنجیر نے پائی دل بیرحم کی تعذیر
زلفوں کیطرح سر پہ چڑھائی نہیں جاتی

کیا آئیگا نیرنگ وہ افسوں میں ہمارے
پریوں سے ادا جسکی اڑائی نہیں جاتی

مرکے بھی الفت دنیا کو نہ بدتر سمجھے
گور ہمکو نظر آئی تو نیا گھر سمجھے

ڈر گئے ہم یہ محبت کی سیہ بختی سے
زلف جاناں نظر آئی تو مقدر سمجھے

بولتے گیا ہیں لب زخم یہ سب باتیں ہیں
جسکو قاتل نہ سمجھتا ہے نہ خنجر سمجھے

ایسی آنکھوں سے گری بزم جہاں کی زینت
فرش دنیا کو بھی ہم خاک کا بستر سمجھے

تنگ پکڑا جنھیں دنیا کی ہوس نے آخر
وسعت دہر کو بھی گور تو نگر سمجھے

تو نے الفت میں بتوں کی نہ کہیں کا رکھا
کیا کہوں تجھسے خدا اے دل مضطر سمجھے

پر لگا کر یہ نہیں اقبال اڑا کرتا ہے
کوکب بخت کو جگنوئے برابر سمجھے

قتل کرتی ہے خموشی کی ادا اے قاتل
دم بخود تو جو ہوا ہم تجھے خنجر سمجھے

وہ نہ آتے ہیں نہ جاتی ہی محبت دل سے
دل سمجھتا ہے مرا درد نہ دلبر سمجھے

نامہ بر کیا ابھی پر ہو چھری تیز کئے
تم ہمارے دل وحشی کو کبوتر سمجھے

عمر بھر نشۂ غفلت میں رہے خانہ خراب
گردش بخت کو بھی گردش ساغر سمجھے

سر کٹا اسکی ہوا سے خفقان دور ہوا
خنجر ناز کو ہم بال کبوتر سمجھے

کون اٹھتا ہے کوئی لاکھ ہلائے ہمکو
ہم قیامت کو ترے پاوں کی ٹھوکر سمجھے

غیر دیکھے نہ الٰہی مرے عصیاں کا حساب
مجھسے محشر میں وہی شافع محشر سمجھے

ایسے مدہوش ہوئے جام شفاعت پیکر
لب جاں بخش کو ہم چشمۂ کوثر سمجھے

گور پہ گر دل پر داغ کا جلوہ دیکھے
شعلۂ شمع کو بھی لالۂ احمر سمجھے

جوم کر آنکھ کو نیرنگ جو زلف چھولیں
چشم جادو کو مگر سانپ کا منتر سمجھے

ٹیڑھا ہے کس ملال میں خنجر رکا بھی ہے
بسمل کا کچھ کٹا ہے گلا کچھ لگا بھی ہے

قلعی غرور حسن کی کھل جائے بات میں
پوچھو تو آئینے سے کوئی دوسرا بھی ہے

اس بت کا مجھ سے روز جزا ہوگا فیصلہ
میں دادخواہ - دادرسی کو خدا بھی ہے

حیران ہوں میں کہ کس سے کہوں اپنا حال دل
بندہ نواز تو ہے کوئی دوسرا بھی ہے

دنیا میں میرے عقدۂ دل کیوں نہ وا ہوے
سنتا ہوں مشکلیں ہیں تو مشکلکشا بھی ہے

آتے نہ ہم عدم سے جو پہلے سے جانتے
قسمت کے ساتھ ساتھ ہجوم بلا بھی ہے

کیا چرخ کی مجال مقدر میں خلل دے
مانگا جو آسماں سے کسی کو ملا بھی ہے

نیرنگ کو نہ پاس ہو رحمت سے یا خدا
میری خطا کو آپ کی عفو و عطا بھی ہے

میرے لکھے میں ہے تو کیا تری خبر نہ ملے
جو خط لکھوں تو مقدر سے نامہ بر نہ ملے

بشکل آئینہ دونوں طرف جمال کہاں
ادھر ملے جسے دنیا۔ خدا اُدھر نہ ملے

چلا میں چھپ کے دبے پاؤں کوئے جاناں میں
کہ چشم نقش قدم کو کہیں خبر نہ ملے

ترے کرم سے تعجب ہے اے کریم ازل
دعا ملے مرے لب کو۔ مگر اثر نہ ملے

لگا نہ دے کہیں اسکو بھی داغ الفت کا
جدا رہے مرے دل سے مرا جگر نہ ملے

تمھاری تیغ ادا کے میں دار رد کروں گا
بلا سے ۔خود مرا سینہ تو ہے ۔سپر نہ ملے

اُڑا جہاں سے مرا مرغ نامہ بر افسوس
وہ کیا۔ کہ کوچۂ قاتل میں اُسکے پر نہ ملے

جو دل ملے ۔ تو محبت کا سوز دل میں نہو
جو سر ملے تپ الفت کا درد سر نہ ملے

ملا نہ جیب در مقصد تو رو کے ہاتھ سے ملے
صدف ملی مجھے ۔ دریا ملا۔ گہر نہ ملے

چھپا کے وصل کا اقرار اُس پری نے کیا
رقیب کو بھی کہیں اُڑتی ہوئی خبر نہ ملے

جنوں کے جوش میں ایسا ہوں آپ سے باہر
وہاں گیا کہ جہاں اپنی بھی خبر نہ ملے

شب فراق کی ظلمت میں کھو گئی ایسی
جو ڈھونڈیے مرے گھر میں کبھی سحر نہ ملے

کہیں جہاں میں نہیں درد ہجر کا درماں
ہزار سر کوئی ٹپکے تو چارہ گر نہ ملے

خیال عارض و کاکل میں گم ہوئے ایسے
تمام شب کہیں تیر نگ تا سحر نہ ملے

خدا سے روز ازل تھی یہی دعا نیرنگ
سوائے چشم بتاں اور مجھکو گھر نہ ملے

تمھاری آرزو آنکھوں سے کب تک خوں رلائے گی
تصور میں بھی آ وگے تو منہدی چھوٹ جائے گی

وہ رند پاک باطن ہوں کہونگا صاف زاہد سے
بہار گل جو آئے گی تو تو بہ ٹوٹ جائے گی

اسی دم کرکری ہو گی ہماری سخت جانی سی
وہ بسمل ہوں کہ جب سے تیغ قاتل منھ کی کھائے گی

مجھے غم اپنے مرنے کا نہیں لیکن مرے پیچھے
تمنا ایک محشر ہے وہ کس دلمیں سمائے گی

مئے گلرنگ سے ٹوٹے گا شیشہ اسکی توبہ کا
کسی دن دخت رز زاہد کے بھی دھبا لگائے گی

فراق یار میں کیا زندگی مر مر کے جیتے ہیں
قضا دھوکے مجھے دیتی ہے آئیگی نہ جائے گی

تمھارے چشم و ابرو دونوں مجھسے کچھ کشیدہ ہیں
وہ آنکھوں سے گرائے گی جو یہ تیوری چڑھائے گی

بہار گل کا آنا بھی مری وحشت کا ساماں ہے
کدھر جاتا ہے دل دیکھیں طبیعت کس پہ آئے گی

شب فرقت میں وہ ظلمت ہے کسکو سوجھ پڑتا ہے
جو آئے بھی قضا گھر میں مرے مجکو نہ پائے گی

قضا دھوتا ہے تو ہم اپنے جی سے ہاتھ دھوتے ہیں
ترے ہاتھوں کی منہدی خون کس کا بہائے گی

سہارا ہے یہی دل کو کہ تو قادر ہے ہر شے پر
مری بگڑی ہوئی قسمت تری رحمت بنائے گی

کیا کرتا ہے ظالم دل جلوں سے کیوں تعلی کی
کسی کی آہ اے گردوں تجھے نیچا دکھائے گی

دکھا کر فتنۂ قامت جو مجھکو بھاگ جاؤ گے
قیامت آئے گی یہ چشم تر طوفاں اٹھائے گی

کسی کی جان جاناں دل لگی ہے اس ستمگر کی
نہیں گے زخم دل اور تیغ قاتل گدگدائے گی

فقط بلبل کو کیا جوش جنوں ۔ بادبہاری کی
برنگ بید مجنوں اب شاخ گل بھی تھرتھرائے گی

خدا وہ دن کرے وہ بت نہ بولے میرے دشمن سے
جو بگڑا غیر سے نیرنگ یاروں کی بن آئے گی

جنوں جو دشت میں لایا تباہ کرکے مجھے
گلے لگا لیا مجنوں نے آہ کرکے مجھے

اسیر گیسوے بخت سیاہ کرکے مجھے
عدم سے لائی ہے شامت تباہ کرکے مجھے

زمانہ آپ کو چاہے مگر قصور معاف
کوئی دکھائے تو وہ دن تباہ کرکے مجھے

سوائے چشم شفاعت کوئی امید نہیں
کہیں کا دل نے نہ رکھا گناہ کرکے مجھے

لحد پہ آکے وہ روتے ہیں اب ندامت سے
شہید تیغ جفا بیگناہ کرکے مجھے

خدا کے سامنے محشر میں لے نہ جائے دل
برنگ زلف بتاں روسیاہ کرکے مجھے

عجب نہیں کہ دل ناتواں قیامت میں
بنائے عفو کے قابل گناہ کرکے مجھے

عزیز مصر سے بھی کہدیا یہ یوسف نے
کنوئیں میں جھکا نے زلیخا نے چاہ کرکے مجھے

اثر ہے عشق کا نیرنگ چشم جادو میں
کہ دیکھ لیتے ہیں نیچی نگاہ کرکے مجھے

دل کو دیار دوست کی کیونکر خبر ملے — روح الامیں سا مجھکو کہاں نامہ بر ملے

دل صاف ہو تو مردم چشم خیال کو — نور جمال جلوۂ خیر البشر سے ملے

بحر فنا کا کس کو سفر پیش پا نہیں — جو آشنا ملے وہ سر رہگذر سے ملے

ٹانکے کہیں طپش سے کلیجے کے زخم کے — آغوش کھول کر مرے دلسے جگر سے ملے

پوچھو صدف سے رحمت ایزدی کی بخششیں — مانگے تھے قطرے ابر کرم سے گہر ملے

ہے جس کی سرنوشت میں برگشتہ طالعی — صندل کی آرزو جو کرے درد سر ملے

دیکھے جو کھینچکر کوئی پہلوئے صید سے — پیکاں تیر خون تمنا سے تر ملے

کیا بیگناہ ذبح ہوا مرغ نامہ بر — اڑتے ہوئے جو کوچہ قاتل میں پر ملے

اس گل سے اب تو کچھ نہ سلام و پیام ہے — کوئی نہ نامہ بر نہ نسیم سحر ملے

تربت مری کہاں ہے نشاں لحد کجا — شاید کہ مشت خاک کہیں دربدر ملے

گم ہو کے کوے زلف سے عارض میں دل ملا — یہ بات سچ ہے شام کا بھولا سحر ملے

نیرنگ اپنے سحر سے شیشے میں لے اتار
دم بھر جو اس پری کی نظر سے نظر ملے

مر جائینگے پہ حسرت و غم دل میں رہینگے — یہ قافلے اجڑی ہوئی منزل میں رہیں گے

ہم انکی مروت میں کہ آنکھوں سے نہ جائیں — وہ میری محبت میں مرے دل میں رہیں گے

جل جل کے محبت میں یہ کہتا ہے لہو بھی
ہم بھی نہ جگر میں نہ کسی دل میں رہیں گے

پامال کیا قافلۂ درد و الم نے
یہ نقش قدم رہگذر دل میں رہیں گے

در پردہ نہاں ہیں دل وحشی میں ہمارے
لیلےٰ کی طرح وہ اسی محمل میں رہیں گے

جل جائے گا دریا جو نہاؤں تپ غم میں
آنسو بھی نہ چشم لب ساحل میں رہیں گے

مہماں ہیں چلے جائیں گے سب حسرت و ارماں
غمخوار کہاں تک مری مشکل میں رہیں گے

جلنا ہے مجھے شمع صفت راحت و غم میں
تربت پہ رہیں یا کسی محفل میں رہیں گے

اک خون جگر کوچہ سفاک میں بہ جائے
صد خون تمنا دل بسمل میں رہیں گے

اچھا ہوا دل لے گئے کہتی ہے تمنا
پہلو میں نہ دل ہوگا نہ ہم دل میں رہیں گے

نیرنگ ہوں میں۔ وہ میں پری جان جہاں ہے
میں آنکھوں میں ان کی وہ مرے دل میں رہیں گے

اے خضر دل نے اک بت کافر کی چاہ کی
للہ کوئی راہ بتاؤ نباہ کی

اُس بت نے بیگناہ جو ترچھی نگاہ کی
نکلی صدا زبان سے الٰہی پناہ کی

ہر نیک و بد کو چشم شفاعت پہ ہے نظر
جس کی ادا مجاز سفید و سیاہ کی

رحمت کا آئینہ ہے مرے دل کے روبرو
میں ہوں خدا کے سامنے صورت گناہ کی

وہ دن شب فراق جو غیروں کے گھر رہی
بسلی پھڑک اٹھی مرے روز سیاہ کی

ممکن نہیں ہے دشت محبت کی رہبری
کہئیے خضر سے چال چلیں راہ راہ کی

تیغ ادا سے خون ٹپکتا ہے آج کل
گردن کٹے گی روز کسی بیگناہ کی

کیا جائے اس مریض کی فریاد دیار تک
ہاتھوں سے جس نے تھام کے دل آہ آہ کی

دل نے بتوں کی چاہ میں مجکو ڈبو دیا
اس ناخدا نے خود مری کشتی تباہ کی

فرقت کی شب ہوا جو گریباں صبح چاک
چھاتی سی پھٹ گئی فلک روسیاہ کی

پیری کا اب مآل مجھے دیکھنا رہا
بچپن کیا خراب جوانی تباہ کی

کشتوں کی روح موج نسیم چمن ہوئی
بستی ہے بوئے خون میں ہوا قتلگاہ کی

نیرنگ روز حشر گنہگار کے سوا
پوچھی گئی نہ بات کسی بیگناہ کی

حرمت میں دختِ رز کا یہ زاہد مقام ہے
کہتے ہیں میکدے کو کہ بیت الحرام ہے

برج قمر مقام محبت کا نام ہے
اس ماہرو کی زلف میں دل کا قیام ہے

گرنا تڑپ کے کوچۂ قاتل میں ہے نماز
ہر عضو مقتدی ہے مرا دل امام ہے

پہلو میں جام بادۂ حسرت ہو دل مرا
خوں جگر میں لذت شرب مدام ہے

نیرنگ فصل گل میں ہے وحشت جنوں کا زور
ہر مرغ دل کو تار گریباں کا دام ہے

ہوئے ہو دشمن جان دلمیں یہ ٹھنی کیوں ہے
نہیں جو تمکو محبت تو دشمنی کیوں ہے

سخاوجود طریقہ ہے سرفرازوں کا
الٰہی یہ فلک تنگدل دنی کیوں ہے

مرے بچاؤ یہ کہتے رہو وصال کی شب
ابھی تو دور سحر ہے یہ جاں کنی کیوں ہے

لحد ہے یہ کسی مقتول کم نگاہی کی
چراغ گور میں اندھی سی روشنی کیوں ہے

وہ زلف ہو لب جانبخش و سبزہ خط پر
لباس خضر و مسیحا کا سوسنی کیوں ہے

اسی کے فضل پہ جیتے ہیں ہم گدا تیرنگ
سمجھ میں آیا کہ میرا خدا غنی کیوں ہے

کسی سے دل جو لگاؤ تو دل لگاتے ہوئے
پھرو پکڑ کے کلیجے کو تلملاتے ہوئے

وہ برق ہے تو جنازہ مرا ہے ابر رواں
دیا جو یار نے کاندھا تو مسکراتے ہوئے

خدا بچائے قیامت کا ہوں میں بدقسمت
بگڑ نہ جائے مجھے آسماں بناتے ہوئے

ریاض دہر سے جاتے ہیں مثل نکہت گل
غبار توسن عمر رواں اڑاتے ہوئے

پڑھائے شکوہ بیجا کے غیر نے فقرے
کہ آئے بھی تو نئے حاشیے چڑھاتے ہوئے

عدم کی راہ میں دیتا ہے کون کس کا ساتھ
رفیق راہ نہ آتے ہوئے نہ جاتے ہوئے

طریق عشق میں خود دل نے مجھکو بہکایا
ملے خضر بھی مجھے راستہ بتاتے ہوئے

وہ اشک ہوں کہ زمیں پر گرا تو اٹھ نہ سکا
فلک نے توڑ دیئے پاؤں سر اٹھاتے ہوئے

بھرے جو دل بھی تو رونے کا ہمکو حکم نہیں
بہت دنوں کا ہے وعدہ شب وصال کہیں

لگے جو آگ تو ڈرتے ہیں ہم بجھاتے ہوئے
نہ بھول جائے مرے گھر کی راہ آتے ہوئے

بہشت پائی ہے نیرنگ ہنسے رو رو کر
گئے جہاں - تو جہنم کو بھی بجھاتے ہوئے

غم الفت ہے مہماں دل میں سودا سر میں رہتا ہے
اجاڑے آسماں جس گھر کو یہ اس گھر میں رہتا ہے

حباب عمر فانی موج بیتابی سے ٹوٹے گا
مرا غم آبلہ بنکر دل مضطر میں رہتا ہے

ہمارا خون ناحق خود ہے زینت اپنے دشمن کی
حنا بنکر لہو میرا دم خنجر میں رہتا ہے

مجھے دست جنوں نے نہیں تیا ہے الجھن سے
کہ ہر تار گریباں ٹوٹ کر بستر میں رہتا ہے

خدا سمجھے بتاں سنگدل پر مر نہیں سکتا
مرے پہلو میں دل ہے یا شرر پتھر میں رہتا ہے

چھپایا میں نے اخفائے ہنر سے طبع روشن کو
خود آئینہ مرا پنہاں مرے جوہر میں رہتا ہے

بھرا میرے لہو سے پیرہن اس فتنہ قامت کا
ہمارا خون ناحق دامن محشر میں رہتا ہے

مرے رونے سے پتلا حال ہے ابر بہاری کا
مری آہوں کی پیر آسماں چکر میں رہتا ہے

بہار آتے ہی توبہ !! پڑ گیا میں کس کشاکش میں
کبھی دل خوف زاہد میں کبھی ساغر میں رہتا ہے

جلایا سر سے پا تک آتش سوز محبت نے
مرا دل وہ سمندر ہے کہ اس اخگر میں رہتا ہے

بہار آئی جنوں سر میں سمایا دختر رز کا
مری وحشت کا مضموں کیا خط ساغر میں رہتا ہے

فروغ ماہ عارض گھر سے جب آتا ہی باہر تک
تری دیوار کا سایہ عجب چکر میں رہتا ہے

نباہی اس طرح نیرنگ سے نے الفت پریدوے
کر اسکے دلیں وہ۔ یہ چشم افسونگر میں رہتا ہے

ارے قاتل سے کیا شکوہ جو ہم قاتل سے سمجھیں گے
مرا دل خود مرا دشمن ہے اپنے دل سے سمجھیں گے

لگا دھبا جو خون کا ناگہاں قاتل کے دامن میں
زباں تیغ کہتی ہی کہ پھر بسمل سے سمجھیں گے

نگہ کا جور مژگاں کی جفا ابرو کی خونخواری
ستم جس جس کے ہونگے ہم وہ سب قاتل سے سمجھیں گے

ہوائے شوق سے اٹھے بگولے جب چھپی لیلے
غبار قیس کہتا ہے کہ ہم محمل سے سمجھیں گے

نہا کر تم ہوئے رخصت تو موج بحر مضطر ہے
زباں کھولے ہوئے کہتی ہی ہم ساحل سے سمجھیں گے

محبت دور کی رکھتا ہی اور رکھتا ہی اے نیرنگ
جو حسرت ہی ترے دلکی۔ ہم اپنے دل سے سمجھیں گے

میم احمد سے عیاں ہے یہ حقیقت تیری
کاروان منزل وحدت میں ہی کثرت تیری

قیس یوں نجد میں ہوتی ہے زیارت تیری
بیکسی مجھکو بتا دیتی ہی تربت تیری

داغ عصیاں عرق شرم سے دھو جائیں گے
دونوں حاضر ہیں ندامت مری رحمت تیری

آپ آئینۂ حیرت ہیں ہماری آنکھیں
یا الٰہی کوئی دریا ہے کہ رحمت تیری

کھو گیا حشر کے دن شرم گنہ سے یارب
ڈھونڈھ دے اسکی شفاعت مجھے رحمت تیری

اے خدا روز جزا دھوم مچے محشر میں
بخشدے مجھسا گنہگار جو رحمت تیری

دل وہ آئینۂ وحدت ہے اگر صاف ہوا
اپنی صورت بھی نظر آئے گی صورت تیری

ہر گھڑی مد نظر بارگہ عالی ہے
ہے طواف حرم دل میں زیارت تیری

تو جفا کرنے سے باز آئے نہ فریاد سے ہم
صبر خصلت نہ ہماری ہے نہ عادت تیری

مجھ سے کہتے ہیں کہ آتے ہوئے پھر جاتا ہوں
جب پلٹتی ہے طبیعت مری قسمت تیری

یہ بھی فقرہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا آئیں
دل نہ قابو میں ترا ہے نہ طبیعت تیری

جان لیکر مری تو آپ زمانے سے گئی
یہ قضا اپنی کہوں یا شب فرقت تیری

دختر رز کہتی ہے زاہد سے الٰہی توبہ
کیا لگاتی ہے نظر دور سے نیت تیری

وصل کی شب جو بگڑتے ہیں تو یوں کہتے ہیں
صبر کر صبح تو ہو۔ آتی ہے شامت تیری

کتنا بیباک ہے تو غیر کے گھر جانے کو
پوچھتا مجھ سے ہے اللہ ری جرأت تیری

اے جگر تو بھی نکل سینے سے خنجر کی طرح
دل سے دیکھی نہیں جاتی ہے اذیت تیری

پھونک لے دل فلک پیر کا گھر آہوں سے
آج سرگرم ہے جرأت مری ہمت تیری

تو نہ اغیار کے گھر جائے نہ میں گھر میں ترے
یہ نہ ہمت ہے مرے دل کی۔ نہ طاقت تیری

مجکو ہر حال میں تسلیم و رضا لازم ہے
مصلحت تیری مشیت تیری حکمت تیری

منہدی ملکر کیا تیر نگہ کا قاتل نے جو خوں
اے حنا خوب رچی ہاتھ میں رنگت تیری

وہ تیر بلا حسن کے جلوے نظر آئے
آنکھوں میں سماتے ہوئے دل میں اتر آئے

مردے کی طرح گور میں آئے کہ گھر آئے
بے موت کسی رشک مسیحا پہ مر آئے

کیا ڈر کے مری حسرت دیدار سے بھاگی
آتے مجھے دیکھا تو وہ جاتے نظر آئے

شوخی سے کہاں انکو قرار ایک جگہ ہے
بجلی کیطرح سے ادھر آئے ادھر آئے

اچھا ہوا وحشت نے مجھے گور دکھائی
اس دشت مصیبت سے جو نکلے تو گھر آئے

بتیابی دل سے جو گیا میں تو یہ بولے
پکڑے ہوئے ہاتھوں سے کلیجا کدھر آئے

خط لیکے کبوتر جو گیا اس نے کیا ذبح
پر اڑ کے ہوا پر مجھے دینے خبر آئے

کی دامن امید کو پھیلا کے دعا جب
رحمت سے تری بوند کے بدلے گہر آئے

ظلمت کا زمانے میں رہا نام نہ باقی
بے سایہ جو خود حضرت خیر البشر آئے

ہم ضبط محبت سے کبھی رو نہیں سکتے
چھپائے کیطرح دل جو بھر آئے تو بھر آئے

کس دم سے اڑا لائے ہوا اس رشک پری کو
نیرنگ بتاؤ تو یہ کیا سحر کر آئے

حسرت کسی طرح مرے دل کی نکالدے
میں ناتواں ہوں کوئی کلیجا سنبھال دے

سوز فراق مجھکو شراب وصال دے
تیشے سے دل کے گرد کدورت نکال دے

بولے وہ جب نہ تیغ نزاکت سے اٹھ سکی
ہاتھوں سے اپنے آپ کلیجا نکال دے

ناصح وہ بات کر کہ غم یار دل سے جائے
اس میہمان کو تو مرے گھر سے نکال دے

اے دل خدا سے کوں تری آرزو کہے
آئینہ پھر نہ دے جو بتوں کو جمال دے

دیکھے جو آنکھ سے مری وحشت کے جوش کو
سرمہ غبار قیس کا چشم غزال دے

دکھلائے شان قہر و کرم کس طرح - اگر
کانٹے کو دے جلال نہ گل کو جمال دے

ہے کس کا نام پاک کہ مشکل کے وقت میں
گرتے ہوئے کو ہاتھ سے اپنے سنبھال دے

مارا بتوں کے ظلم سے پھر اس کا کیا جواب
کہتا ہے طنز سے کہ خدا کو سوال دے

کرتا ہے بیگناہ وہ بت مجھسے کیوں بدی
نیکی ذرا سی دل میں خدا اسکے ڈال دے

یارب نہ آئیں معنی بیگانہ شعر میں
سبزہ مرے چمن کو نہ تو پائمال دے

زاہد دعا کرے کہ پھرے میکشی سے دل
مجھ مست کی بغل سے یہ شیشہ نکال دے

نیرنگ کس کو ذوق سخن ہے سنے گا کون
طول بیاں سے اب نہ دلوں کو ملال دے

حسرت ہے دل کی تمنا لیئے ہوئے
نکلے گی جان آنکھ سے کیا کیا لیئے ہوئے

آئے نظر گناہ کی صورت نہ حشر میں
چشم کرم ہے خود مرا پردا لیئے ہوئے

محشر میں پہلے چشم شفاعت تو تول لے
میزاں رہے گی پھر مرا پلہ لیئے ہوئے

سمجھا احد کے ساتھ تجھے اتحاد ہے
آیا نہ اس جہاں میں بھی سایا لیئے ہوئے

جاؤنگا بےگناہ میں دیوان حشر میں
رحمت کہے نہ آیا بکھیڑا لیئے ہوئے

نکلے گا صاف نامہ اعمال دیکھنا
کاتب رہیں گے اپنا سا لکھّا لیئے ہوئے

اے زاہد در ریاض عدم ہے کہ میکدہ
آتے ہیں پھول ساغر صہبا لیئے ہوئے

یہ فرق۔ مجھ سے اور مرے یوسف کی چاہ میں
ہم نقد جاں دیئے ہیں۔ زلیخا لیئے ہوئے

یہ جوش میری وسعت دلمیں جنوں کا ہے
پھرتا ہوں۔ اپنے ساتھ میں صحرا لیئے ہوئے

یہ اپنی سرنوشت کو خط لیکے پھینکدے
پھر آئے نامہ بر مرا لکھّا لیئے ہوئے

دو دن کی زندگی میں کرو عیش زاہدو
مرتے ہو آج کیوں غم فردا لیئے ہوئے

بھڑکے گی خوب آتش گل تم پہ بلبلو
باد بہار آئی ہے پنکھا لیئے ہوئے

بھر آیا دل۔ مگر تپش موج دیکھکر
ساحل ہے اپنی گود میں دریا لیئے ہوئے

دل پہلے نذر اے مرے قاتل گذر چکا
اب آیا سر کے ساتھ کلیجا لیئے ہوئے

بازار حسن میں مری وحشت کا ہی گذر
آتا ہوں میں جہاں سے یہ سودا لیئے ہوئے

مرنا ہے زندگی لب جان بخش پہ۔ مری
آئی قضا تو ساتھ مسیحا لیئے ہوئے

پیر مغان سے ہو یہ کرامت تو ہوں مرید
زاہد بھی آئے ساغر و مینا لیئے ہوئے

یہ گرمجوشیاں تو محبت میں دیکھیئے
نکلا ہے تیر دل سے کلیجا لیئے ہوئے

یارب کھلے گی چشم بتاں کی فسونگری
محشر میں جائیں گے یہ تماشا لیئے ہوئے

مجنوں کا دردِ یاد جو آتا ہے دشت میں | روتا ہوں منھ پہ دامنِ صحرا لیے ہوئے

اپنے کلامِ نعت سے نیرنگ حشر میں
جانا خدا کیواسطے تحفا لیے ہوئے

دردِ سر زخمِ جگر دل کی اذیت نکلی | کیا محبت کی بلا جان کی آفت نکلی
ہر تمنا مری اللہ کی رحمت نکلی | جو تصور میں بھی آئی نہ۔ وہ صورت نکلی
آج لیلےٰ نے مری قبر سے دھوکھا کھایا | ڈھیر مجنوں کا وہ سمجھی مری تربت نکلی
دل رہا تھا کوئی مدت سے کلیجا میرا | چیر کر دل کو جو دیکھا تو محبت نکلی
میرے گھر آئے کبھی غیر کے گھر کے دھوکے | بھول کر بھی کبھی دل کی مری حسرت نکلی
میں ابھرتا فلکِ پیر سے کیونکر اے دل | مجھ میں جرأت نہ یہ قوت نہ یہ ہمت نکلی
منھ سے وعدہ جو کیا تو نے وہ جھوٹا نکلا | بے مروت تری آنکھوں کی مروت نکلی
اس کی رحمت کا بھلا شکر ادا ہو کیونکر | جو مصیبت نظر آئی مجھے راحت نکلی
مل گیا ظلمتِ عصیاں میں مجھے آبِ حیات | صبحِ روشن ترے اقبال سے شامت نکلی
دل کھینچتا ہے مجھے شوق کہاں تک لایا | میری معراج ترے در کی زیارت نکلی

کام نیرنگ کا محشر میں بنانے کے لیے
رحمتِ حق کو لیے ساتھ شفاعت نکلی

بیخود ہوے۔ شباب میں سرشار کیا ہوے
انداز بے طرح ہیں طرحدار کیا ہوے

سب گنج حسن لوٹ کے عیار کیا ہوے
اب ہمکو یاد کرتے ہو اغیار کیا ہوے

کیا ذبح سب ہوئے مرے ہمدرد ساتھ کے
صیاد اور مرغ گرفتار کیا ہوئے

تلوار کی طرح سے ہو ہر دم کھنچے کھنچے
مرتے ہیں آپ پر تو گنہگار کیا ہوئے

اچھا ہوا کہ آئے عیادت کیواسطے
نسخہ نیا ملا ہمیں بیمار کیا ہوئے

مجنوں کا اب پتہ ہے نہ فرہاد کا نشاں
کیا جانیئے وہ دشت وہ کہسار کیا ہوئے

چھوڑا نہ کوئی ہاتھ بھی قاتل ہوا ہوا
باندھے ہوئے جو آئے تھے تلوار کیا ہوئے

پیری میں وہ بہار جنوں ہے نہ داغ دل
آئی جو یہ خزاں گل وگلزار کیا ہوئے

کہدوں میں حال غیر کی صحبت کا اے پری
ہم سے بھی آپ اڑنے پہ تیار کیا ہوئے

جنت میں جائیں گے ترے دامن کی آڑ میں
ہو چھپیں بیگناہ۔ گنہگار کیا ہوئے

جادو سے خود ہے نرگس بیمار چارہ گر
بے رنگ تھے جو عشق کے بیمار کیا ہوئے

مجھے ہیبت ہی ہر دم خنجر ابروے قاتل کی
کہیں خم ٹھونک کر کشتی شمائے ناتواں دل کی

بھروسا تھا ازل سے اسلئے میدان محشر میں
ترا دامن پکڑ کر بیکسی کہنے لگی دل کی

بتوں نے بیگنہ تیغ جفا سے ذبح کر ڈالا
خدا لگتی کہے کوئی نہ قاتل کی نہ بسمل کی

الٰہی قفل مطلب زور بازوے نبی کھولے
خبر لیلے تری مشکل کشائی میری مشکل کی

محبت دل کو ہے پیش خدا بھی دعوےٰ خون میں
کریں پھر پھر کے صورت دیکھتا ہوں اپنے قاتل کی

ترا بخت سیہ گلشن ہیں اے مجنوں کہ لیلےٰ ہے
گل سوسن کے ہر غنچے میں بو آتی ہے محمل کی

جو کی اے بیمروت چشم پوشی میری جانب سے
مرے بخت سیہ میں ہے سیاہی آنکھ کے تل کی

چمن ہے بزم عشرت اُڑ گیا صیاد گلشن سے
کہ نوبت ہر طرف بجنے لگی شور عنادل کی

شب فرقت میں نیند آتی نہ کیونکر میری قسمت کو
جگر کا ہے کہیں قصہ کہانی ہے کبھی دل کی

نشان کا زوال غم ہے اے مجنوں غبار اپنا
پریشاں ہے مری مٹی کہ گرد اڑتی ہے منزل کی

پتہ ہے وہ وہاں تنگ میری بے نشانی کا
ملے زلف پریشاں سے خبر اُڑتی ہوئی دل کی

جگر میں صرف تیغ ناز سے دیتا ہے وہ چھد کے
یہاں زخم سے پوچھو نزاکت تیر قاتل کی

مقدر کا لکھا ہے میرا خط وہ پڑھ نہیں سکتا
کہیں منھ سے مرے اے نامہ بر سنا مرے دل کی

طپش سے ہو کے برہم باز آیا خون ناحق سے
بگڑتا ہے اگر قاتل تو بن آتی ہے بسمل کی

وہ لٹکی جیب تو دل نیرنگ نکلا ہے زنخداں سے
مگر زلف رسا۔ رسی ہے شاید چاہ بابل کی

تیر نگہ قضا ہے دل بیقرار کی
آنکھوں میں یہ حیا ہے کہ ٹٹی شکار کی

خار مژہ کی ہے دل بیتاب میں خلش
کانٹا لگا کے آپ نے مچھلی شکار کی

ہمکو ملا یا حسن پرستی نے خاک میں | مٹی بتوں نے دی ہمیں دل کے غبار کی

تم کیا کھڑے ہو گور پہ محشر بپا ہوا | خورشید حشر گو ہے چراغ مزار کی

ہے رشکِ شمع گور غریباں جگر کا داغ | بتّی ہے زخم دل میں چراغ مزار کی

ہیں خاکسار وادی وحشت ازل سے ہوں | کی مشق سرنوشت نے خطّ غبار کی

اک برس بہار میں ہوگا جنوں کو جوش | اڑتی سی یہ خبر ہے گریباں کے تار کی

زاہد بھی مثل شیشۂ گل ہے شکستہ دل | توبہ میں ٹھیس لگتی ہے باد بہار کی

ہم نقد مول لیتے ہیں سودائے عشق کو | تھیلی جو ہے بغل میں دل داغدار کی

بلبل کو ڈر ہے باغ میں صیاد آئے گا | پسلی پھڑک رہی ہے دل بیقرار کی

نیرنگ جان لو کہ بجھا عشق کا چراغ
جب مٹ گئی بہار دل داغدار کا

سنی نہ دیر و حرم میں جو التجا میری | ٹھٹک کے رہ گئی دل کیطرح دعا میری

سمجھا ہے تمسے نباہی بڑی خطا میری | کہ ہو گئی یہی دشمن مری - وفا میری

اجل ہے ہجر میں اے چارہ گر دوا میری | قضا نے دست و گریباں ہوئی شفا میری

گواہ پیش خدا ہیں مری شہادت کے | جفا بت کافر کی — اور وفا میری

گرے زمیں پہ جو سر کٹکے ہو نماز مری | ادا کرے مرا قاتل تو ہو قضا میری

فلک تو دور ہے اس ضعف دل نے مار لیا
مجھی پہ ٹوٹ پڑی آہ نا رسا میری

کہا جو میں نے در انداز وصل کون ہوا
جھکا کے آنکھ وہ کہنے لگے حیا میری

پسا ہوں اس فلک سنگدل کے چالوں سے
بلا سے گردش دوراں ہے آسیا میری

گئی ہے کیا مرے دھوکے سے غیر کے گھر میں
کہ تم جو آئے تو گھبرا گئی قضا میری

کوئی بھی وادی غربت میں اپنے ساتھ نہیں
کسی کو دیکھتی ہے چشم نقش پا میری

چراغ گور بھی اے بیکسی نہیں ہوتا
لگا کے دل کو سُنے کون دلجلا میری

نہ آئے گا مرے دشت جنوں میں قیس کبھی
بندھی ہوئی ہے بگولوں سے یہ ہوا میری

شہید خنجر موج ہوائے گیسو ہوں
زمیں کوچۂ کاکل ہے کربلا میری

تھکا کرتا ہے ہاتھوں پہ مرغ رنگ حنا
یہ پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑی قضا میری

ملے جو ضبط محبت سے آہ کو رخصت
کہوں فلک سے کہ ہمت تو آزما میری

بہار سینۂ پرداغ ہے چمن میرا
سموم نالۂ آتش فشان صبا میری

خطا جو غیر کریں اسکو تم وفا سمجھو
جو میں وفا بھی کروں تم کہو خطا میری

اسی طرح میں لکھوں اور اک غزل نیرنگ
بھری ہے زور میں طبع سخن سرا میری

الٰہی ورد خموشی ہے التجا میری
زبان دہن میں نہیں تھک رہی دعا میری

ہر ایک نے کے جگر میں ہے میری آہ کی لے ۔۔۔ ہر ایک ساز کے پردے میں ہے صدا میری

تپ فراق سے تنکا سا جسم زار ہوا ۔۔۔ لحد سے لاش نہ لیجائے کہربا میری

قضا ہے کس کی۔ یہ کہتی زبان تیغ آئی ۔۔۔ تو درد زخم جگر سہ سکے بول اُٹھا۔ میری

سلجھنا کاکل مشکیں سے ہے قدیم خطا ۔۔۔ نئی کہو کوئی تقصیر دل کی۔ یا میری

عدو عدو ہے مجھے دوست سے نہیں اُمید ۔۔۔ بلا سے مرتا ہوں۔ پروا کسی کو کیا۔ میری

خبر پہونچتی ہے غمخوار کو ہمن کی مجھے ۔۔۔ پلٹ کے کوہ سے آتی ہے ہر صدا میری

بن آئی غیر کی اب وہ مری نہیں سنتے ۔۔۔ بگڑ بگڑ گئی بن بن کے بات کیا۔ میری

صفائے حسن معانی میں کر نہیں سکتا ۔۔۔ بشکل آئینہ تقلید۔ دوسرا میری

کلام پاک میں ارشاد ہے ادعونی ۔۔۔ تو پھر اثر نہیں کرتی ہے کیوں دعا میری

متاع جوہر معنی ہے مخزن دل میں ۔۔۔ بغل میں رہتی ہے جنس گراں بہا۔ میری

یہ زاہد خشک نہ سمجھو۔ مرا تیمم ہے ۔۔۔ نماز عشق ہوئی بے وضو ادا میری

وہ سرگراں در قاتل پہ خاکسار ہوں میں ۔۔۔ کہ سر ہے رو تبر میں ۔ دوش پر قضا میری

ذرا بھی دل میں نہیں روز حشر کا کھٹکا ۔۔۔ وہاں بھی لے گی خبر آل مصطفےٰ میری

بلا کا ہے یہ محبت کا بھی اثر عثمان ۔۔۔ خبر پہونچتی ہے اُن کو ذرا ذرا میری

نجات ہو گی تب غم سے ہجر میں مر کر ۔۔۔ قضا لیئے ہوئے آتی ہے خود۔ دوا میری

دکھا کے دست حنائی سے تیغ کہتے ہیں / ترے لہو کی پیاسی ہوئی ۔ حنا میری
ترا کریم ہے کیوں دل سے ناامید ہوں میں / قبول ہی کبھی ہو جائے گی دعا میری
نہ وار تیغ کا اُوچھا نہ میری ہمت پست / جو آفریں ہوئی اُس کی تو مرحبا میری
ہماری وصل کی شب سے کھنچی ہے ہجر کی تیغ / کہ وہ ٹھکر گئی غیروں کے گھر قضا میری
شب فراق کی ظلمت ہے میرا روز سیاہ / شب وصال کی شمع سحر بقا میری

مرے قریب نہ آئے گا وہ پری نیرنگ
کہ میں بلا ہوں لپٹ جائے گی ہوا میری

کب تک کوئی بتوں کا جلایا جلا کرے / تو جل مرے کہیں دل شیدا خدا کرے
آئے تو قیس ۔ مجھ سے دبستان عشق میں / پچھلا سبق جو بھول گیا ہے پڑھا کرے
تدبیر اسکی بھی ہے کوئی ۔ صانع ازل / بگڑا نصیب میرے بنائے بنا کرے
لب پر صدف کے ہے تری رحمت کا ماجرا / قطرہ کو تو جو چاہے دُر بے بہا کرے
مقتل سے جائے گا تو مرے دم کے ساتھ جائے / قاتل سے یہ کہو کہ توقف ذرا کرے
کیا سرو قد نمونہ ہے آنکھوں میں میری خاک / ڈر ہے کہیں نہ فتنۂ محشر بپا کرے
تیری طرح سے عشق ہو تیرے حبیب کا / اس آگ سے الٰہی مرا دل جلا کرے
اُس کو بھی چیر کر مرا پہلو نکال لو / دل ٹکڑے کوئی تو کلیجے کو کیا کرے

کس کشمکش میں ہے دل مضطر شب وصال
میں آرزوئے وصل کروں وہ حیا کرے

سر میں ہوائے وصل بھرے مفت جان دے
دل کیا حباب ہے کہ ترا دم بھرا کرے

پائے گل مراد وہ نیرنگ مثل شاخ
اللہ سے جو ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے

تمھاری چشم جادو سے نگاہ خشمگیں نکلی
پری شیشے سے نکلی دل سے آہ آتشیں نکلی

مرے درد سخن کی کیا صدا اندوہگیں نکلی
گل مضموں کی شیدا بُلبل روح حزیں نکلی

ہزاروں حسرتوں میں ایک حسرت بھی نہیں نکلی
لیے گردن پہ خون آرزو جاں حزیں نکلی

ہمارا مدعا اُس نے جو خط شوق میں دیکھا
بتا اے نامہ بر کچھ مُنھ سے آخر ہاں نہیں نکلی

خدا پر خوب روشن ہے بتوں نے جان تک لے لی
کوئی حسرت مرے دل کی نہیں نکلی نہیں نکلی

نسیم صبح کی لہروں نے مارا زہر فرقت سے
کہ شام وصل بھی قسمت سے مار آستیں نکلی

اُڑاؤں گا مزے اب دخت رز کی گرمجوشی کے
پری بنکر جو شیشے سے شراب آتشیں نکلی

مجھے وہ دیکھکر شرما کے نیچی آنکھ کرتے ہیں
نگاہ شوق بجلی ہے کہیں ڈوبی کہیں نکلی

محبت نے ہزاروں خانہ دل کر دیئے ویراں
جہاں دیکھا یہی اجڑے ہوئے گھر کی مکیں نکلی

تمام عشق کا انجام تو یہ کیا بُری شے ہے
محبت بھی وہ مے ہے جس کی تلچھٹ گرد کیں نکلی

عروج نکتہ پہ حاسد نے کیا کیا مجھکو ایذا دی
زمین شعر بھی سر پہ مرے چرخ بریں نکلی

فقط ناز و ادا دکھلا کے کاٹی رات آنکھوں میں / تمنا وصل کی کچھ دل سے نکلی کچھ نہیں نکلی

اثر نیکوں پہ دیکھو صحبت بد کا نہیں ہوتا / کہ چشم شوخ سے کیونکر نگاہ شرمگیں نکلی

پڑا اس فتنہ قد سے تہلکہ گور غریباں میں / قیامت آگئی تلووں کے نیچے سے زمیں نکلی

مرا صیاد پردے میں ہے یہ وہ دام الفت ہے / یہی دھوکے کی ٹٹی طائر دل کی کمیں نکلی

گدا جھولی بھرے ہیں گوہر نیساں رحمت سے / تری ہر بوند اے ابر کرم در ثمیں نکلی

غضب کس پر کسے بسمل کرے گی تیغ ابرو سے / چڑھا کر آستیں قاتل تری چیں جبیں نکلی

چلو یہ ذکر جانے دو ہمارا منہ نہ کھلواؤ / کہ کس کے دل سے نکلی آرزو کس کی نہیں نکلی

مریں فرہاد و مجنوں لیلیٰ شیریں کو کیا پروا / کہاں سے مرحبا نکلی کہاں سے آفریں نکلی

ذرا پہلے سے قاتل داد جانبازی سے خوش کرتا / یہ کیا بسمل کا دم نکلا تو منہ سے آفریں نکلی

بتاں دلربا ملتے ہیں بہتیرے خدائی میں / تمہیں کیا۔ آرزو دل کی کہاں نکلی کہیں نکلی

ملا جذب ہجوم آرزوے وصل مجنوں کو / غبار کارواں سے یا لیلیٰ محمل نشیں نکلی

شکر رنجی چھپاؤ لاکھ مجھ سے میٹھی باتوں سے / نگاہوں سے ٹپکتی ہے ابھی دل سے نہیں نکلی

تری آنکھیں ہیں یا چرتے ہیں آہو سبزہ خط میں / سیاہی زلف مشکیں کی سواد ملک چیں نکلی

نہ الجھے گا کسی سے۔ ہاتھ اپنے کانوں پہ دھرتا ہے / جو دل زلفوں سے نکلا۔ وہ نے زلف عنبریں نکلی

پیام شوق کے پردے میں ہم نیرنگ خود بھیجے / مرے دل کی تمنا آمد روح الامیں نکلی

یہ الٹا اثر چشم جادو کا ہے — کہ موئے مژہ ڈنک بچھو کا ہے

اثر زاہد خشک کی خو کا ہے — کہ ہر میکدہ عالم اک ہو کا ہے

ترا جھک کے تسلیم کرنا غضب — یہ چرکا غضب تیغ ابرو کا ہے

مجھے دیکھ کر کیوں شہ دیں تالیاں — گمان داغ پہلو پہ جگنو کا ہے

کہے تجھ سے یہ بیکسی قبر پر — یہ کشتہ تری تیغ ابرو کا ہے

ہر اک شعر نیرنگ کا سحر ہے
کہ مد نظر چشم جادو کا ہے

کرے کیا دیکھیے الفت میں پیر آسماں مجھ سے — ملائے خاک میں ظالم نے کیا کیا جواں مجھ سے

فراق رفتگاں میں قافلے سے ٹوٹ کر رویا — فغاں درد دل سیکھے درائے کارواں مجھ سے

کوئی پھونکی چھری قاتل نگاہ چشم جادو نے — لیئے پھرتے ہیں سر اطوق کیا کیا سرگراں مجھ سے

بہار آئی ہے میں بھی نوجواں ہوں کیا کروں زاہد — کہیں پیغام دخت رز نہ دے پیر مغاں مجھ سے

ہماری سی وفا کس میں تمہاری سی جفا کس میں — بہم یوں دوست دشمن ہیں کہا تم سے کہاں مجھ سے

کہاں صیاد مرغ ناتواں گلشن سے اڑ جائے — اٹھے منقار تک مجھ سے نہ خار آشیاں مجھ سے

مری داماندگی مقراض ہے قطع مروت کو — نکل جاتا ہے کترا کر غبار کارواں مجھ سے

غبار باد و باراں ہوں کہ گر بیٹھا ہوں یا اٹھا — چلا جاتا ہے میرا کارواں دامن فشاں مجھ سے

مرے داغ جنوں ہر گل کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں
خلش کانٹوں کی رکھتی ہے بہار بوستاں مجھسے

جوانوں کو ستم ہی کجروی اس چرخ ظالم کی
نہیں چلتا ہی سیدھی چال پیر آسماں مجھسے

وہ دیوانہ ہوں دل اک لیلےٰ کا کل کا محمل ہی
کہوں میں ہوں سا اگر مجنوں کہ چھیڑ سازیاں مجھسے

یہ ویرانہ ہوا آباد یا گور غریباں ہے
محبت ہیں تیرے گھر میں اے محبت مہماں مجھسے

ہوس نیکوں کو ہو گی مجھ سے بد کی تشنہ کامی کی
لکھے گا ہے ہے کوثر شفیع عاصیاں مجھسے

ذرا چاک گریباں سے مجھے فرصت تو ہو نیرنگ
اگر دست جنوں پاؤں کی چھینے بیڑیاں مجھسے

خنجر ہے کھنچا مجھ سے جو قاتل کی طرح سی
حسرت سے تڑپتا ہوں میں بسمل کیطرح سے

نکلا مرے سینے سی مرے دل کی طرح سے
خود تیر تڑپتا ہوا بسمل کیطرح سے

کس جوش میں آغوش تمنا کی ہوس ہے
دل وصل سے بھرتا نہیں ساحل کیطرح سے

کہتے ہیں کہ بدلی کیطرح ہوش اُڑیں گے
تڑپے گی جو بجلی مرے بسمل کیطرح سے

غیروں کے اشارے سی مسلنا نہیں اچھا
دل ہاتھ میں لیتے ہو تو دل کیطرح سے

ہم پاے طلب توڑ کے اے قافلے والو
بیٹھے ہیں غبار سر منزل کیطرح سے

پنہاں ہے شرر سنگ عقیق جگری میں
جلتا ہی کلیجا بھی مرے دل کیطرح سے

وہ رشک قمر گردش افلاک سے کیا دور
آئے مرے ویرانے میں منزل کیطرح سے

ہو جاتا ہے اس حسن خدائی کا بھی جلوہ
گھٹ گھٹ کے مہ نو مہ کامل کی طرح سے
وہ نور کے تڑکے سے عجب کیا کہ شب وصل
کافور ہو شمع سر محفل کی طرح سے
لیلےٰ کو غبار تن مجنوں نے نہ پایا
اٹھا تو گرا پردہ محمل کی طرح سے

جھگڑا سحر و گردن کا چکائے کہیں نیرنگ
ہو بیچ میں خنجر حد فاصل کی طرح سے

زخم کھانے میں کلیجے کو وہ لذت ہوگی
تیغ ادھر بھی جو لگے اور بھی حسرت ہوگی
میرے ماتم سے کہانتک سے نفرت ہوگی
آکے پھولوں میں شریک اسکی نزاکت ہوگی
دل نہوگا تو مصیبت نہ محبت ہوگی
آپ لیجائیے جھگڑے سے فراغت ہوگی
وصل و فرقت غم و راحت سے نہ مہلت ہوگی
آج باری مری کل غیر کی نوبت ہوگی
پوچھتے کیا ہو کہ روتا ہے تری قبر پہ کون
اور غمخوار مرا کون ہے حسرت ہوگی
خون ناحق کا مرے حشر میں چرچا ہو تو مت
تیری انگشت حنائی کی شہادت ہوگی
دل مضطر کو سنبھالے گی نکل کر حسرت
ہاتھ ملنے سے کسی وقت جو فرصت ہوگی
بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا قاتل
طوق منت کے بڑھانیکی ضرورت ہوگی
بینوائی سے فقط نام رہے گا باقی
ڈھیر ہوگا کسی عاشق کا نہ تربت ہوگی
موسم توبہ شکن آئے تو مے سے زاہد
تیرے بدلے ہوئے تیور۔ مری نیت ہوگی

حسرت داغ سحر وصل میں ہم بھول گئے
یہ نہ سمجھے کہ یہ شب روز قیامت ہوگی

قیس نے مکتب لیلےٰ میں تو کی بسم اللہ
اب مرے بعد غم عشق کی تمت ہوگی

روئے تاباں سے اگر کوچہ گیسو میں پھنسا
تجھکو صبح وطن اے دل شب غربت ہوگی

فتنۂ چشم ترا گردش دوراں ہوگا
طرفۃ العین میں کہتے ہیں قیامت ہوگی

میں جواں سلسلۂ موج خم مے دلکش
پیر مغ کے شجرے میں مری بیعت ہوگی

ہجر میں جان جو جلتی ہے تو بک اٹھتا ہوں
وصل ہوگا تو نہ شکوا نہ شکایت ہوگی

حق تو یہ ہے کہ نہ کر زلف بتاں کا شکوہ
جو بلا ہوگی ترے دل کی بدولت ہوگی

آئینگی موج نسیم سحری سے لہریں
سانپ کا زہر شب وصل کی لذت ہوگی

مجھکو دکھلاکے بگولے کو یہ روئی لیلےٰ
دیکھ مجنوں کی طرح دل کی یہ حالت ہوگی

ہوں رہے سے وہ چلے۔ ہمکو سحر کا غم تھا
آج کیا وصل کی شب شام سے رخصت ہوگی

خوں مرا ہاتھ سے تم دزد حنا کو کیوں دو
یہ سمجھتے کہ امانت میں خیانت ہوگی

سن کے پی جائے گا۔ توبہ ہی۔ بہار آئی دو
بات زاہد کی بھی میخوار کو شربت ہوگی

پھٹ گیا خود مرا دل دختر رز سے زاہد
خرق عادت مری یا تری کرامت ہوگی

درد فرقت میں یہ غنچہ ادھر مرے ہمدم ہیں
بیکسی رات کو ہی۔ صبح کو حسرت ہوگی

اب مناجات میں بھی ایک غزل لکھ نیرنگ
نعت اقدس سے سخن میں ترے وسعت ہوگی

ظل قامت کی قیامت میں زیارت ہوگی — سایہ بنکر ترے پیچھے تری امت ہوگی

حسن عارض سے میسر مجھے جنت ہوگی — مے کوثر ترے دیدار کا شربت ہوگی

اک ادا حشر میں یہ دو کام نکالے گی مرے — دل میں رحمت ہی ترے لب شفاعت ہوگی

منھ قیامت میں چھپاؤنگا ترے دامن سے — معصیت سے جو مرے دل کو ندامت ہوگی

تجھکو دکھلا کے یہ صناع ازل کہتا تھا — یہ وہ صورت ہے کہ اللہ کی قدرت ہوگی

میں کہاں بعد فنا وصل کی حسرت ہوگی — حشر تک پیش نظر آپ کی صورت ہوگی

دل ویران کو بسائے گا کسی کا جلوہ — لے یہ تو کعبہ ایماں کی مرمت ہوگی

خودکشی نفس کشی ہی ترے عاشق کے لئے — جان دینا تری الفت میں عبادت ہوگی

طور ہو یا کف موسےٰ یہ جلایا کس نے — ہاں کسی حسن تجلی کی شرارت ہوگی

رات دن راہ تمنا میں بچھی ہیں آنکھیں — خواب میں مجھکو زیارت سے بشارت ہوگی

اٹھ کے جنت کو چلو لے مرے مرقد والو — حشر میں چشم شفاعت سے اشارت ہوگی

سر گرا دے ترے قدموں پہ تڑپنا دل کا — آنکھ پھڑکے تو مدینہ کی زیارت ہوگی

انگبیں عقبےٰ ہے فقط در پہ ترے جا پڑنا — دیکھیے کب غم دنیا سے فراغت ہوگی

لوح خاطر سری۔ اوہام سے گر پاک ہوئی — مصحف دل میں وہی نور کی صورت ہوگی

ہو چکا حکم یہ قسام ازل کا نزنگ — جرم کی تجھکو مجھے عفو کی عادت ہوگی

ہوا یہ زور جوانی سے پیچتاب مجھے
کہیں گرائے نہ خم ٹھونک کر شباب مجھے

گلے سے تیغ ملی۔ جھک گئی مری گردن
وہ بے حجاب ہوئے۔ آگیا حجاب مجھے

کسی کا حسن یہ کہتا ہے دست قدرت نے
بنایا مصحف خوبی کا انتخاب مجھے

سیاق عفو کا گر دل نے خوب سمجھا ہے
کہ باغ خلد میں جانا ہے بیحساب مجھے

جو دل کو آیۂ لا تقنطوا ہے مد نظر
کبھی کرے گا مرا بخت کامیاب مجھے

ہمارے دل کو جلانے سے فائدہ کیا ہے
شراب غیر کو دی کر دیا کباب مجھے

اثر بہار کا ہے دخت رز پہ یا مجھ پر
ابھارنے لگی پیری اُسے شباب مجھے

کھلی جو آنکھ تو مثل حباب دیکھ لیا
محیط دہر نظر آگیا سراب مجھے

نگاہ گرم سے کس کی مجھے جلائے گا
کرے گا دل مرا کس سیخ پر کباب مجھے

جگر کو صبر نہیں۔ تیغ کس کے بل پہ چلے
کہ انکو عذر نزاکت ہے اضطراب مجھے

پڑے ہیں پاؤں میں چھالے کہ دشت غربت میں
سراب میں نظر آنے لگے حباب مجھے

شراب دی مرے ساقی نے سرد مہری سے
دکھایا ماہ کی منزل میں آفتاب مجھے

کمان کو دیکھ کے لگتا ہے تیر سا دل پر
کمر جھکے گی تو یاد آئے گا شباب مجھے

چھپا کے اور سے منہ۔ دیکھ لوں ترا جلوہ
الٰہی پردۂ غفلت بنے نقاب مجھے

تصور گل عارض میں پی گیا آنسو
کہ درد دل میں پلایا گیا گلاب مجھے

وہ میرے قتل کو آتا نہیں نزاکت سے
تو لیچلے در قاتل پہ اضطراب مجھے

سواد ہند میں ظلمت کو جوش ہے نیرنگ
کچھ اور ہی نظر آتا ہے انقلاب مجھے

دل زندگی سے تنگ ہے جینے سے سیر ہے
کہتی ہے کیوں قضا۔ مرے آنے میں دیر ہے

تمنے نگاہ گرم جو کی دل لرز گیا
آہو ہے چشم شوخ تمھاری کہ شیر ہے

بوٹا سا قد دکھا کے وہ بچپن سے بول اُٹھا
مرتے ہو کیوں۔ ابھی تو قیامت میں دیر ہے

دل عمر بھر کو کوچۂ کاکل میں پھنس گیا
گیسو کا پیچ و خم مری قسمت کا پھیر ہے

دلکی کدورتوں نے کیا زندہ زیر خاک
سب کا غبار دل مری تربت کا ڈھیر ہے

اپنے گناہ کچھ نہیں رحمت کے سامنے
مایوس کیوں ہوں چشم توجہ کی دیر ہے

وہ راستہ بھی بھول کے آیا نہ میرے گھر
شکوہ کسی کا کیا مری قسمت کا پھیر ہے

اب کیا چلیں گی غیر کی روباہ بازیاں
تم آگئے بغل میں مرا دل بھی شیر ہے

آنے سے اُنکے اب تہ وبالا نہیں ہے دل
حرف سکوں ہے جسمیں زبر ہے نہ زیر ہے

جاتا نہیں خیال سے دم بھر وہ نازنیں
آنے میں میرے دل کی طرح سے دلیر ہے

نیرنگ ہو گا سایۂ رحمت میں ہمکو چین
میدان حشر آپ کے دامن کا گھیر ہے

دو دن کی زندگی بھی ہماری خراب کی
پیری میں یاد آئی جو عہد شباب کی

اُس بت کو خامشی میں ادا ہی حجاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

خون گرمیاں یہ دل میں ہیں ساقی کے ہجر میں
انگور زخم کا ہے کہ بھٹی شراب کی

وہ بت سوال وصل پہ خاموش ہو گیا
غمزہ نے بات چیت جو کی لاجواب کی

پر زور میکشوں پہ اثر واعظوں کا ہے
توڑے سے ٹوٹتی نہیں توبہ شراب کی

دل سے کہیں نہ راز محبت اُبل پڑے
پھٹ جائے جوش کھا کے نہ بھٹی شراب کی

رحمت تو ہے فزوں گنہ بے شمار سے
جانچے گا کون فرد ہمارے حساب کی

ہر ابر میں ہے برق مری آہ آتشیں
ہر سیل میں ہے موج مرے اضطراب کی

برباد کر دیا جو محبت نے گھر کیا
بستی اُجڑ گئی دل خانہ خراب کی

دنیا سے جلد جلد گذرتے ہیں سب ضعیف
پیری میں چال چلتے ہیں عہد شباب کی

گو بے ہنر ہوں پر ہوں مقدر سے سر بلند
ہے خط سرنوشت کہ مد ہے حساب کی

کس سوچ میں ہے حضرت یوسف سے پوچھ لے
تعبیر اے عزیز زلیخا کے خواب کی

ہر گرم وصل میں یہ مئے آتشیں کا دور
ہر رات دوپہر ہے مرے آفتاب کی

مضمون نعت آمد روح الامیں ہوا
ہے لوح دل بیاض اسی انتخاب کی

کیا پوچھتے ہو عہد جوانی کی داستاں
بھولا ہے خواب یاد ہیں باتیں شباب کی

تاراج تھا خزاں سے چمن - آئی پھر بہار
لوٹی ہوئی بہار نہ آئی شباب کی

مجھ دلجلے کو دیکھ کے ساقی نے یہ کہا
کس آگ پر یہ سیخ لگائی کباب کی

تم ہوگئے ہو کوئے محبت میں نقش پا
نیرنگ اپنے ہاتھ سے مٹی خراب کی

کام کس وقت میں تاثیر محبت آئی
تیغ کھینچی تھی کہ قاتل کو مروت آئی

زلف پیچاں میں جو الجھا مری شامت آئی
ہر بلا مجھ پہ اسی دل کی بدولت آئی

بیکسی وحشت سے آئی مری غمخواری کو
شمع روتی ہوئی گھر سے سر تربت آئی

شادی مرگ مرے قتل سے مقتل میں ہوئی
ہنس پڑا زخم جگر جب مری نوبت آئی

شام سے میری نگاہوں میں جہاں ہے تاریک
ہوگئی صبح مری یا شب فرقت آئی

خنجر صبح شب وصل ہوا - چادر نور
یا کفن سر پہ لیئے میری شہادت آئی

دل ہوا حشر تمنا ترے آجانے سے
اٹھ کے پہلو سے چلے اور قیامت آئی

عہد طفلی سے بتوں کا قد بالا ہے بلا
اے خدا وقت سے پہلے یہ قیامت آئی

سرکشی پیر فلک پیرا گر ہے نیرنگ
دل سمجھ لے گا اگر آہ کی نوبت آئی

ترک الفت بھی کرے دل تو نتیجا کیا ہے
آج قابو میں ہوا کل کا بھروسا کیا ہے

ہم لبوں پر ترے مرتے ہیں مسیحا کیا ہے
ہم نے دل تجھ پہ جلایا کف موسٰی کیا ہے

میں ہوں پروانہ اسی شمع کا شبہہ کیا ہے
میرا کھویا ہوا دل ہے ترا سایا کیا ہے

ہر جگہ غیب و شہادت میں یہ جلوہ کیا ہے
وہ ادھر ہو تو ادھر بیچ میں پردا کیا ہے

فکر عقبےٰ کی کرو خواہش دنیا کیا ہے
چار دن زیست کے ہیں اُنکا بھروسا کیا ہے

نام بھی مکتب لیلےٰ کا نہ لیتا مجنوں
کس کو معلوم تھا تقدیر کا لکھا کیا ہے

ہم نے گر چوٹ محبت کی اُٹھائی ناصح
اپنا اپنا یہ کلیجا ہے کسی کا کیا ہے

پوچھتے ہو جو مرا حال تو بھولے نہ بنو
سب سمجھتے ہو ہر اک بات پہ کیا کیا کیا ہے

وصل میں ناز کا انداز مجھے سمجھا دو
کیا نہیں آپ کو منظور ہے اور کیا کیا ہے

پھونک دے خرمن امید کو بجلی کی طرح
درد رہ رہ کے کلیجے میں چمکتا کیا ہے

تو نے فرہاد جو کی عشق میں یہ کوہکنی
تیرے پہلو میں ہے پتھر کہ کلیجا کیا ہے

گرد صحرا مرا بستر ہو کہ کوچہ اُس کا
خاک میں خاک ملے گور میں رکھا کیا ہے

بدگماں چشم محبت سے ہی کتنا وہ شوخ
اپنے آئینے سے کہتا ہے کہ تکتا کیا ہے

دل بیتاب کی موجیں ہیں تڑپتی بجلی
چشمہ دیدۂ تر ہے ۔ لب دریا کیا ہے

حق تو یہ ہے کہ یہی جلوہ گہہ یار ہیں سب
دیر کیا چیز ۔ حرم کیا ہے کلیسا کیا ہے

چارہ گر کیوں مرض عشق سے تو منکر ہے
دل جو بیمار محبت نہیں اچھا کیا ہے

میرے رونے سے جو تم اور خفا ہوتے ہو
ہے تشفی۔ کہ تسلی۔ کہ دلاسا کیا ہے

جب جواں ہوگے تو جانوگے محبت کے مزے
چشم بد دور ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے

میں بہت دور ہوں جائیگا کہاں تو مجھسے
تو پری بنکے ہر اک بات میں اُڑتا کیا ہے

خود زلیخا کی طرح خواب میں دل کھو بیٹھا
اُسکو بازار میں ڈھونڈھوں مجھے سودا کیا ہے

میرے تلووں سے لگی اُسکو نصیحت کی پڑی
دل بھی جلتا ہے کہ ناصح مرا بکتا کیا ہے

جان دی ہم نے گلا کاٹ کے خود قاتل پر
خون ناحق کا کسی اور پہ دعوے کیا ہے

زلف کیطرح سے کس حال میں آیا وہ پری
ہمکو بتلائیے نیرنگ وہ لٹکا کیا ہے

کشتۂ تیغ ادا کرکے وہ جلا دے مجھے
ایسا بھولا کہ نہ بھولے سے کیا یاد مجھے

بدگمان ہے کہ نہ اُڑ جائے تڑپکر بسمل
ذبح کرتا ہے تو پر باندھ کے صیاد مجھے

خاک پر میری وہ دم بھر کیلیئے کیوں بیٹھے
اُٹھ کے آندھی کیطرح کرگئے برباد مجھے

قبر پر شور قیامت ہے یہ کس کی غلغال
فتنۂ حشر ہے کس کا قد آزاد مجھے

ایک۔ لاکھوں میں۔ وفا میری تمہیں یاد نہیں
ہاں ہزاروں ہیں۔ ترے جور و جفا یاد مجھے

دمبدم خاک پہ آنسو کیطرح گرتا ہوں
ہر گھڑی پیش نظر رہتی ہے افتاد مجھے

سیکھ کر مجھسے محبت کی ادائیں نیرنگ
اب وہ چٹکی پہ اُڑاتا ہے پریزاد مجھے

کس کے قابو میں شب غم دل مضطر آئے
گم ہو ظلمت میں جو بجلی بھی تڑپکر آئے

گور میں ہو ترے دیدار کا جلوہ حاصل
تجھ پہ مرتا ہوں یہ امید مری بر آئے

ابر رحمت میں ہے برق طپاں حشر کے دن
تیرے دامن میں تڑپکر دل مضطر آئے

اسکی رحمت جو زیادہ تھی گناہوں سے مرے
گور میں قبل فرشتوں کے پیمبر آئے

حال دل صاف بھی کہتا ہوں تو کہتے ہیں غلط
آئینہ سامنے جائے تو مکدر آئے

تیرے ابرو کا ہر اک بال ہے دشمن میرا
ایک گردن کیلیے سیکڑوں خنجر آئے

بے اجل جان گئی سنکے لب یار سے بات
ہمتو اعجاز مسیحا سے بھی مر کر آئے

گھر ہمیں ابر سیہ ہجر میں ہے ہم بجلی
ہم تڑپکر کبھی اندر کبھی باہر آئے

شاہد دہر کی پھر عدل سے زینت ہوجائے
آئینہ ہاتھ میں لیکر جو سکندر آئے

تیری لکنت کا مزہ فکر سخن میں آیا
ایک مضمون کے مرے شعر مکرر آئے

نیند آئے نہ شب وصل الٰہی مجھکو
خواب راحت کے مزے میں مقرر آئے

غنچے بند کریں در در توبہ کی طرح
زاہد خشک جو میخانے کے اندر آئے

جوش سودا نہ گیا سر سے بگولے کی طرح
دو قدم اٹھ کے چلے ضعف سے چکر آئے

مار گیسو سے نیرنگ سے کچھ ہو نہ سکے
کوئی لٹکا اسے آتا ہے نہ منتر آئے

خواہش وصل ہے کیا - یار کی پروا کیسی
دل ہی پہلو میں نہیں دل کی تمنا کیسی

دمبدم غیر کے ملنے کی خبر سنتا ہوں
چوٹ پر چوٹ اُٹھاتا ہے کلیجا کیسی

خواب یوسف کا دکھا کر تری قسمت سوئی
تو ہے رسوا سر بازار زلیخا کیسی

آئے ہو میری عیادت کو تجاہل کیسا
آڑ بائیں پہ مرے دورے کیا کیا کیسی

اُنکا جاتا سحر وصل کا اندھیر ہوا
صبح سے ہے مرے گھر میں شب یلدا کیسی

تھمتے دم دیکے تشفی سے کیا قابو میں
دیکھنا ہی کہ بنا ہے دل شیدا کیسی

وعدۂ وصل پہ آئے نہ لگا کر مہندی
دلکو ملتی رہی ہاتھوں سے تمنا کیسی

پیچ تقدیر کی گردش کا بُرا ہوتا ہی
خاک اُڑاتا ہوا پھرتا ہے بگولا کیسی

خون پی پی کے ہے جینا لب رنگیں کیلیے
یہ دوائے دل بیمار ـ مسیحا کیسی

میرے پہلو سے جو وہ فتنۂ محشر اُٹھا
کی قیامت دل بیتاب نے برپا کیسی

محو رخسار کو زلفوں سے سروکار نہیں
دل وہ مجنوں ہے سمجھتا نہیں لیلیٰ کیسی

کوچہ دنیا سے جو مجنوں نے کیا اے نیرنگ
بیکسی وادیٔ وحشت میں ہے تنہا کیسی

محبت نہیں آشنا ہے کسی کی
کسی دلکی آفت - بلا ہے کسی کی

بلا سے جو ہمسے ملیگا نہ لے بت
محبت تری کیا خدا ہے کسی کی

وہ ہے کوچۂ حق میں خضر طریقت
کہاں راہ بے مصطفٰے ہے کسی کی

جو چلتی ہے آندھی سوئے کوئے جاناں
مری خاک ہی اور ہوا ہے کسی کی

کسی سے کبھی پوچھتے ہو کہ کیا کیا
مراد آرزو و التجا ہے کسی کی

فنا و بقا جنبش لب کے نسخے
کہیں زہر قاتل دوا ہے کسی کی

وہی دل کی اکسیر ہے چشم رحمت
نگاہ کرم کیمیا ہے کسی کی

لبوں سے مریض اس مسیحا کے جیتے
مگر بات کب پوچھتا ہے کسی کی

گل و خار میں ہر گلستاں کے دیکھا
ستم ہے کسی کا - ادا ہے کسی کی

چمن چھوڑ کر کوچہ گردی کا سودا
نسیم سحر مبتلا ہے کسی کی

سخن پریزاد ہوتے ہیں نیرنگ
مرے ہر سخن کو دعا ہے کسی کی

نہ پایا کبھی میرا قاتل کسی نے
کیا بے چھری مجھکو بسمل کسی نے

نہائے وہ دریا کی منت بر آئی
بھری جا کے آغوش ساحل کسی نے

کسی چشم و ابرو کی شوخی نہ پوچھو
کسی نے کلیجا - لیا دل کسی نے

گری دل پہ برق بلا ناگہانی
کیا کیا محبت سے حاصل کسی نے

عدم کو گیا قافلہ کس طرف سے
نہ دیکھی کہیں گرد منزل کسی نے

نہ مجنوں کو پایا کسی کا نہ واں میں — نہ لیلیٰ کو دیکھا نہ محمل کسی نے
کسی نے کہا خاک صحرا کو مجنوں — تبایا بگولے کو محمل کسی نے
خفا ہو کے خود عکس کو منہ چڑھایا — جو آئینہ رکھا مقابل کسی نے
کسی ترک کے تیغ ایماں کے قرباں — جدا یوں کیا حق و باطل کسی نے

ہوا نغمہ پیرا کوئی شوخ نیرنگ
ملا چٹکوں سے مرادل کسی نے

جنوں کی لو جو لگی شمع ساں ہلاک ہوئے — یہ کسنے آگ لگائی کہ جل کے خاک ہوئے
ترے زمیں مرے نالے وہ دردناک ہوئے — کہ دل کی طرح سے تختے لحد کے چاک ہوئے
ازل سے ضعف نے شرمندہ جنوں رکھا — دیئے وہ ہاتھ گریباں جس سے چاک ہوئے
کہیں نہ دیر و حرم میں پتہ لگا اے دوست — تری تلاش میں ہم دوڑ کر ہلاک ہوئے
کسی پہ تیغ کھنچی ڈر سے ہم مرے بہوت — قضا جو اور کی آئی تو ہم ہلاک ہوئے
جو تاک جھانک ہوئی چشم مست قاتل سے — تمام زخم کے انگور چاک چاک ہوئے
نفس شمار رہے عمر بھر مصیبت میں — چلو حساب سے روز جزا کے پاک ہوئے
دبال الفت بلبل سے گل چٹکتے ہیں — جنوں کسی کو گریباں کسی کے چاک ہوئے
جہاں کو نالہ موزوں نے کر دیا بسمل — خدنگ آہ مرے شعر دردناک ہوئے

ترا کلام بھی نیرنگ کیا قیامت ہے
سمک سے لیکے عجب شور تا سماک ہوئے

تیغ عریاں تری مجھ تک کہیں آنے پائے
گد گدا کر مرے زخموں کو ہنسانے پائے

پھونک دینگے ترے صحراے جنوں کو مجنوں
آتش دل سے جو ہم آگ لگانے پائے

ناتوانی سے اُٹھے پاؤں نہ مقتل کیطرف
زندگی سے بھی نہ ہم ہاتھ اُٹھانے پائے

آگئے جب مرے قابو میں تو کچھ بس نہ چلا
کوئی حیلہ نہ کوئی بات بنانے پائے

آپ کی شرم نے یہ صلح کرائی مجھ سے
کہ شب وصل میں آنکھیں نہ لڑانے پائے

ناتوانی نے نزاکت نے بڑے ظلم کیے
ہم نہ جانے کبھی پائے نہ وہ آنے پائے

خاک میں مجھکو محبت نے ملایا نیرنگ
ہم تو آنسو کیطرح سر نہ اُٹھانے پائے

خوب اغیار کے گھر صرف مدارات رہے
کبھی تو پچھلے پہر آئے کبھی کچھ رات رہے

مست وہ ہے کہ خرابات میں دن رات رہے
دختر رز کی اُسے تاک رہے گھات رہے

کام تجھسے مجھے اے قبلۂ حاجات رہے
دل میں ہو ذکر ترا لب پہ مناجات رہے

عارض یار سے ہر شام سحر ہو مجھکو
زلف شبرنگ سے ہر دن مرے گھر رات رہے

منھ کو آتا تھا شب ہجر کلیجا اپنا
کیا بتاؤں مری جان لگے جو حالات رہے

عمر بھر عارض و گیسو کے رہے دیوانے
کون دن چین سے آرام سے کس رات رہے

سرد آہیں نہ جلن دل کی نہ آنسو بہنا
نہ یہ سردی نہ یہ گرمی نہ یہ برسات رہے

ہم کلیجے کو پکڑ کر کف افسوس ملیں
ہاتھ غیروں کا ترے ہاتھ میں ہیہات رہے

تا سحر ہجر کی شب روح نکل جائے گی
کارواں کوچ کرے گا مرا کچھ رات رہے

ہے یہ میداں معانی تو دکھا کاٹ اپنی
ہاں مری تیغ زباں آج تری بات رہے

جائیے سخت زبانی سے بھلا کیا حاصل
کچھ مرے منہ سے نکل جائے تو کیا بات رہے

ہوں وہ آزاد کہ غربت میں بھی عشرت سے کٹی
صورتِ نغمہ رنے سیر مقامات رہے

رات کی رات ٹھہر جاؤ سویرے جانا
دو گھڑی دن چڑھے چار گھڑی رات رہے

ناامیدی تری رحمت سے سراسر ہے گناہ
کفر ہے دل میں اگر خوف مکافات رہے

بزم عشاق میں نیرنگ کی عزت ہے بہت
کیوں نہ ہو چشم حسیناں میں جو دن رات رہے

ہوتا ہے قتل عام۔ علم تیغ ناز ہے
کیا سنگدل ہے۔ کون بت بے نیاز ہے

تا زندگی رہا مرے ہونٹھوں پہ دود آہ
کشتی ہے عمر کی کہ دھوئیں کا جہاز ہے

زاہد بتوں میں جلوۂ حق دیکھتے ہیں ہم
آنکھیں تو کھول عین حقیقت مجاز ہے

زلفوں میں پھنس کے عمر کہاں اکتفا کرے
قصہ ہے مختصر شب گیسو دراز ہے

قاتل کا ہاتھ اُٹھا مرا سر آپ جھک گیا / کیا کیا گلو و تیغ میں راز و نیاز ہے

ساقی اگر تری مے رحمت کا جوش ہے / ہم بھی وہ مست ہیں کہ گناہوں پہ ناز ہے

مرتا ہوں یاد کعبۂ ابرو میں زاہدا / گرنا تڑپ تڑپ کے ہماری نماز ہے

اے برہمن مجاز و حقیقت میں فرق ہی / تیرے بتوں میں ناز خدا بے نیاز ہے

اے دل یہ زیر ابروے جاناں مژہ نہیں / محراب کعبہ میں صف اہل نماز ہے

اے زاہد و بہار میں جی بھر کے مے پیو / پھر دیکھنا ابھی تو در توبہ باز ہے

لازم ہے مثل اشک تنزل عروج کو / گرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے

مجھکو طلسم عشق مجسم بنا دیا
نیرنگ چشم یار بڑی سحر ساز ہی

نہیں خواب اجل سی یار مہلت مجکو دم بھر کی / لب زخم جگر پر ہے کہانی تیرے خنجر کی

مجھے مقتل ہے گھر اپنا میں بسمل سا تڑپتا ہوں / تری تلوار اے قاتل شکن ہے میرے بستر کی

لگایا تیل بالوں میں تو لاکھوں ہو گئے کشتہ / چلی تلوار موج نکہت زلف معنبر کی

مری وحشت کو اقبال جنوں سے کیا ترقی ہی / فروغ داغ رسوائی چمک ہے میرے افسر کی

مرے خط نے وہاں جا کر جمایا رنگ آرائش / مرے جلاد نے مہندی ملی خون کبوتر کی

چلا وہ سرو قد پازیب پہنے فاتحہ پڑھنے / ہماری قبر پر نوبت بجیگی شور محشر کی

نہ پوچھو دلمیں کیا آتا ہی کیا منھ سی نکلتا ہی
میں رند لا اُبالی ہوں خبر گھر کی نہ باہر کی

فسوں عجز بھی تسخیر اہل سرفرازی ہی
جھکایا سر جو میں نے پانوں پر ٹوپی گری سر کی

لکھا ہے یار کو خط بیچتاب لکھے مضموں کا
بگولا بنکے نکلے گی ہوا بال کبوتر کی

الٰہی اسقدر کھویا گیا ہوں شرم عصیاں سی
مجھے ڈھونڈینگی آنکھیں حشر میں خورشید محشر کی

نہ چھوٹے جام مے ہم میکشوں کے ہاتھ سی ساقی
ہماری انگلیاں ہو جائیں پلکیں چشم ساغر کی

پھڑکنے پر مرے اقرار ہوتے ہیں رہائی کے
اُڑاتا ہی مرے پر باندھکر صیاد بے پر کی

دکھائیگی تماشا روز محشر میری بیتابی
بنوں گا اضطراب دل سے مچھلی آب کوثر کی

بنا کر آئینہ نیرنگ وہ خودبیں ہوا۔ آخر
لب آب بقا قلعی کھلی بخت سکندر کی

مہندی ملی ہے مجھکو جلانیکے واسطے
شعلہ بنے ہیں آگ لگانے کیواسطے

آئے جلا جلا کے منانے کیواسطے
دوڑے لگا کے آگ بجھانے کیواسطے

یہ کہکر کیا رقیب کے چھینٹوں سے آ گئی
دریا پہ کیوں چلے ہو نہانے کیواسطے

بخت سیاہ دست و گریباں عمر سے
یہ رات بڑھ گئی ہی فسانے کیواسطے

گھر میں بلائیے تو وہاں یہ جواب ہے
میں دل نہیں ہوں آپ کا آنے کیواسطے

صیاد کا مرے ہی لڑکپن بلا سے مجھے
پر نوچتا ہے روز اُڑانے کیواسطے

سو سو مصیبتیں ہیں مجھے زیر خاک بھی
کیا آسمان زمیں ہی ستانے کیواسطے

کسی روز لے چلے گا مجھے سلسبیل پر
ساقی مرا شراب پلانے کیواسطے

بزم جہاں کو دیکھکے روتا ہوں شمع ساں
مجکو جلن ہے مفت زمانے کیواسطے

میں خاک پر ہوں نقش قدم دیکھکر چلو
آندھی نہو نہ مجھکو مٹانے کیواسطے

مانند گرد باد بیابان دہر میں
پیدا ہوا ہوں خاک اڑانے کیواسطے

مجھکو ستا نہ تجھکو قسم صبح وشام کی
دیتا ہوں آسماں کو زمانے کیواسطے

دیکھوں تو کون ہے مرے یوسف کا مشتری
بازار میں چلا ہوں دکھانے کیواسطے

جو سر بلند ہو اُسے لازم ہے انکسار
شیشے کو سر دیا ہی جھکانے کیواسطے

نیرنگ آرہا ہے جنازہ کے ساتھ یار
مٹی میں اب چلا ہے ملانے کیواسطے

پردہ پوشی میں بھی شوخی سی عیاں ہی کوئی
فلک پیر کے پردے میں جواں ہے کوئی

بتکدے میں ہی نہ کعبے میں نہاں ہی کوئی
گوشہ دل میں چھپا جان جہاں ہے کوئی

دشمن جان مجھے پیری میں جواں ہی کوئی
جستجو تشنۂ خون آفت جاں ہے کوئی

عشق مخفی ادب آموز ہی میں نام نہ لوں
عرصۂ حشر میں چلاؤں کہاں ہے کوئی

میرے دم تک تو نہیں لاف محبت کی مجال
قیس بھی دل میں سمجھتا ہی کہ ہاں ہے کوئی

وہم بیجا ہے خیال طلب امر محال | وہ کمر ہاتھ لگے یہ بھی گمان ہے کوئی

ہوں وہ مجنوں مرے صحرا میں سے پیدا نہیں | بیکسی ڈھونڈھتی پھرتی ہے یہاں ہے کوئی

لالہ وگل سے گلستاں میں یہ کہتا ہے وہ گل | کیوں جوانان چمن مجھسا جواں ہے کوئی

نقد جاں پر بھی وہ یوسف نہ مرے ہاتھ لگا | ایسا بازار محبت میں گراں ہے کوئی

ہے شب وصل میں اُس ماہ کو اللہ رے حجاب | چشم انجم پہ گماں ہے نگراں ہے کوئی

یوں ہر اک غنچہ نیرنگ کے آغوش میں ہے | بے نشاں عالم ہستی میں نہاں ہے کوئی

امتحاں عشق کا منظور ہے قاتل کو مرے | کھینچکر تیغ وہ کہتا ہے کہاں ہے کوئی

کاٹ دی آپنے باتوں میں فقط وصل کی رات | ایسا قینچی کی طرح تیز زباں ہے کوئی

ذرّہ مہر کی صورت نہ ٹھہرنے کی جگہ | سایہ آسا نہ مقدر میں مکاں ہے کوئی

اعتباری نہیں یہ عالم فانی نیرنگ
غور سے دیکھ کہیں ہے نہ مکاں ہے کوئی

قضا کہتے ہیں جسکو وہ تمھاری کج ادائی تھی | اُتارا گور میں عاشق کو کیوں تیوری کی چڑھائی تھی

مریجاں سچ کہو کچھ بھی محبت دلمیں آئی تھی | تڑپنے پر مرے دانتوں سے اُنگلی کیوں دبائی تھی

اگر دل میں ترے اے بے مروت کج ادائی تھی | مجھے کیوں بے اجل مارا محبت کیوں بڑھائی تھی

وہ بسمل ہوں تہ شمشیر قاتل بھی نہ جنبش کی | نکلجا نا تڑپ کر بھی سراسر بیوفائی تھی

جنوں سے ہم نے کیا کیا دلکو روکا موسم گل میں
طبیعت پر چلی تھی پھر محبت دلمیں آئی تھی

بنایا بکقلم گنج شہیداں بزم دنیا کو
جدھر ترک نگاہ یار نے دکھیا صفائی تھی

کتاں بنکر ہمارا دامن دل ہو گیا ٹکڑے
مقدر نے کسی کی چاند سی صورت دکھائی تھی

نہ سوجھا کچھ نہیں دانستہ پھر ہم جان دے بیٹھے
کسی کی کیا خطا تیغ ستم دیکھی دکھائی تھی

کبھی ہم غنچہ احباب سے بھی بھاگ جاتے تھے
یہ رنگ بو ہمارے دلمیں وحشت سمائی تھی

جھکایا میں نے سر لیکن نہ اٹھا آپکا خنجر
ہماری بیوفائی یا تمھاری کج ادائی تھی

فریب حسن دھوکھا دے گیا ہو سکو اے زاہد
برہمن بت کے بندے ہیں تو نہیں کیا خدائی تھی

شب فرقت میں کیوں تنکے نہ چنتا جوش وحشت سے
تپ غم سے مرے چہرے کی رنگت کہربائی تھی

برنگ خم کیوں سرور تھا آغاز الفت میں
محل رونے کا تھا یا دل ہنسی کس منہ سے آئی تھی

مسیحا تم جو ہو تعظیم و استقبال لازم ہے
تمھاری آمد آمد سے لبوں پر جان آئی تھی

نگاہ خشمگیں سے اک جہاں بسمل کیا تنے
کبھی تیغ تبسم بھی کسی پر آزمائی تھی

لڑکپن میں بھی ہم مشق جنوں مکتب میں کرتے تھی
سیاہی بخت مجنوں کی ہماری روشنائی تھی

ہمارے قتل پر کچھ یاد ہی غیروں کے کہنے سے
کمر باندھی تھی کس نے آستیں کس نے چڑھائی تھی

جہاں کچھ بس نہ تھا نیرنگ کیوں اندھیر کر بیٹھا
جلایا دل کو کیوں اس شعلہ خو سے لو لگائی تھی

مجھے صحرا میں وحشت راہبر ہے
زر داغ جنوں زاد سفر ہے

چمن میں کس کے آنے کی خبر ہے
جو رنگ گل دگرگوں اسقدر ہے

بلا ہی قہر ہی فتنہ ہے شر ہے
نگاہ یار میں کیا کیا ضرر ہے

کیا ہی باغباں کیا جرم ہم نے
رکی ہم سے جو یہ باد سحر ہے

گرا کر نخل سے کرتی ہی پامال
خزاں کیوں دشمن برگ و ثمر ہے

تپ ہجراں سے ایسا ناتواں ہوں
کہ بوئے گل سے مجھکو درد سر ہے

نہ کی تاثیر دل میں حیف اُس کے
ہماری آہ کیسی بے اثر ہے

بہار باغ سے کیا کام ہم کو
یہاں مانند گل داغ جگر ہے

مصیبت ہی نچھوٹے گور میں بھی
فلک بنکر زمیں بالائے سر ہے

وہاں مژگاں و ابرو تیر و خنجر
ہدف ہی دل یہاں سینہ سپر ہے

کرو نیر تک ختم اب قصۂ غم
شب آخر ہو چکی وقت سحر ہے

یار کا گور غریباں میں گذر ہوتا ہے
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

نجد میں ناقۂ لیلےٰ کا گذر ہوتا ہے
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

دیدۂ یار مری یاد میں تر ہوتا ہے
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

مصر تک حضرت یوسف کا سفر ہوتا ہی
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

طور پہ برق تجلی کا گذر ہوتا ہے
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

گر کسی شب کو وہ مہرو مرے گھر ہوتا ہے
شام سے نالۂ مرغاں سحر ہوتا ہے

دل کو کیوں حوصلۂ عشق کمر ہوتا ہے
بال پڑجانے سے شیشے کا ضرر ہوتا ہے

بوسۂ سیب ذقن لینے پہ ہنسکر بولے
کیا یہی نخل محبت کا ثمر ہوتا ہے

واقفیت مرے احوال سے کیونکر ہوتی
اسطرف آپ کا کاہے کو گذر ہوتا ہے

لیجئے کرتے ہیں ہم درد سے دل کو خالی
مفت ویراں یہ بسایا ہوا گھر ہوتا ہے

آگ سینے میں لگی یا کہ دل محزوں میں
دیکھنا تو یہ دھواں آج کدھر ہوتا ہے

نہ گئی بیخبری عالم پیری میں ابھی
نیند پھٹ پڑتی ہے جب وقت سحر ہوتا ہے

روز افزوں ہے بہار رخ زیبا واللہ
دن کو خورشید تو وہ شب کو قمر ہوتا ہے

کیا کسی سبزۂ خط کا ہے مجھے دھیان آیا
کیوں ہرا آج مرا زخم جگر ہوتا ہے

عالم یاس سے کیا دور رہے میرے دلمیں
یوں ہی آباد دیۓ اجڑا ہوا گھر ہوتا ہے

شام سے گیسوۓ مشکیں کے فسانے سننا
رات کا وقت اسی سودے میں بسر ہوتا ہے

لوٹتے پھرتے ہیں بے پردہ ہزاروں بسمل
جلوہ یار جو چلمن کے ادھر ہوتا ہے

دل مرا کوچۂ گیسو میں پھرا کرتا ہے
وقت میرا اسی الجھن میں بسر ہوتا ہے

کیا شکر رنجی جاناں کی حلاوت کہئے
غصہ و لطف بہم شیر و شکر ہوتا ہے

شب ہجراں میں نکل آئے ہیں شعلے دلکے
ہے یہ وہ بزم جہاں رقص شرر ہوتا ہے

آنکھ لڑتی ہے تو جمتا نہیں میداں میں قدم
دل ہی اس معرکے میں سینہ سپر ہوتا ہے

دیکھو وہ آپ چلے آئے نہ آخر زنگک
کچھ بھی ہو درد محبت میں اثر ہوتا ہے

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گلشن ہے بیاباں ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

سوز الفت کا بڑھی شمع شبستاں ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

لالہ پر داغ ہے سنبل ہے پریشاں ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

بجھ گئے شام سے ہم شمع سحر کے مانند
نا تواں تھے نہ اٹھا صدمۂ ہجراں ہم سے

نسبت تیر و کماں یار سے ہم رکھتے ہیں
آکے آغوش میں ہوتا ہے گریزاں ہم سے

آنکھ ہم سے تری اے ترک جفا جو جھپکے
کھائے گھونگھٹ کہیں فوج صف مژگاں ہم سے

جان کر آپ کی مژگاں کا ہیں سودائی
نوک کی لیں نہ کہیں خار مغیلاں ہم سے

دل بیتاب سے بجلی نے تڑپنا سیکھا
لیگئی دیدۂ تر بارش باراں ہم سے

چشم دلجوئے نگاہوں سے گرایا ہے مجھے
بل کی لیتی ہے تری زلف پریشاں ہم سے

کر دیا کعبۂ ابرو پہ تصدق دل و جاں
لے گئی زلف سیہ دولت ایماں ہم سے

بزم نیرنگ بھی ہو بزم جناب ساحر
ہوں جو دو چار زمانے میں سخندان ہم سے

جوشِ وحشت میں جو ہم سوے بیاباں نکلے
میرے پابوس کو سب خارِ مغیلاں نکلے

رات بھر وحشتِ دل نے جو ستایا گھر میں
صبح کی طرح سے ہم چاک گریباں نکلے

یاد گیسو میں خیالِ لبِ رنگیں آیا
راہ بھولے جو ختن کی تو بدخشاں نکلے

دل کی دل ہی میں محبت کو چھپاؤں کبتک
تیغ کھینچو تو مرے دل کا بھی ارماں نکلے

کیوں کہاں بھول پڑے چاند کدھر سے نکلا
آج کیا تھا جو ادھر اے مہ تاباں نکلے

رات کو صحن میں افشاں جو چنی تم منھ پر
کیا ستارے نہ فلک پر مہ تاباں نکلے

مرتے دم ہے دہن یار سے پرسش کی صدا
اب تو جینے کے مرے غیب سے ساماں نکلے

ہے لباس تن شوریدہ کو یہ شوق جنوں
خار دامن سے جو الجھے تو گریباں نکلے

سبزۂ خط نے چھپایا ہے ترا مصحف رخ
خضر سمجھے تھے جنھیں رہزن ایماں نکلے

نکہت گل کی طرح سے وہ سبکروح ہوں میں
گھر سے باہر جو چلے بے سر و ساماں نکلے

مکتب عشق میں نیرنگ جو جانچا ہم نے
قیس و فرہاد یہ سب طفل دبستاں نکلے

تاثیر ابر رحمت پروردگار سے
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

کوسوں شفق ہی پھولی ہوئی لالہ زار ہی
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

گونجا ہوا چمن ہے صدائے ہزار سے
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

جنگل سی پھول لائے اُگے کوہسار سے
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

مخمل کے فرش بچھنے لگے سبزہ زار سے
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

روشن ہوئے ہیں جھاڑ چمن میں چنار سے
رونق ہوئی زمانے میں فصل بہار سے

دل بجھ گیا ہی سبزۂ رخسار یار سے
کمھلا گئے ہیں پھول ہمارے بہار سے

لایا ہی اپنے ساتھ وہی بیقراریاں
دل سے کہو کہ دور رہے میرے مزار سے

اقبال میں جنوں کے الٰہی کمی نہو
لیجائے کوئی سنگ ہمارے مزار سے

باقی تھی کیا وہی خلش اُنکو کہ اکدن
آئے تو پھول چن لیے میرے مزار سے

ممنوں رہیگا تا دم محشر نیاز مند
تیوری چڑھا کے جاتے ہو میرے مزار سے

تربت پہ بیکسوں کے وہ اتنا تو کہہ گئے
کیا مردنی ٹپکتی ہے شمع مزار سے

کس سے کہیں تصور مژگاں نے کیا کیا
اپنا تو چھن گیا ہی کلیجا کٹار سے

کہتے ہیں آپ آئیے پر جب کوئی نہو
مجبور کردیا ہمیں اس اختیار سے

تیلی تمھاری آنکھ کی قاتل ہوئی مری
دعویٰ ہے مجھکو زنگی ابلق سوار سے

نیرنگ کیا نئی نئی آفت برستی ہی
نقش و نگار ابری لیل و نہار سے

کیا ہوئے عہد کہاں آپ کے پیمان گئے
اس طرف دیکھیے کیا کیا سب احسان گئے

دیکھکر تیغ بکف غیر کے اوسان گئے
یہ ہمیں تھے کہ جفاؤں کو تری مان گئے

چرخ گرداں کو مری آہ سا توڑ گئی
آپ کے تیر تو دو چار رہی میدان گئے

بیستوں سے یہ لئے یہ قدم نجد کی خاک
قیس و فرہاد بھی عاشق کو ترے مان گئے

بزم سنسان ہوئی ساقی و مطرب نہ رہے
اک پلک مارتے سب عیش کے سامان گئے

حشر میں تیری عنایت سے فقط جذبۂ دل
ہم انھیں جان گئے وہ ہمیں پہچان گئے

روز میخانے سے چھپ چھپ کے نکلجاتے تھے
آج ہم حضرت واعظ تمہیں پہچان گئے

اب کہاں مصحفی و آتش و ناسخ نیرنگ
بیت معنی کے جو تھے رکن وہ ارکان گئے

فلک پہ بچے نہ بچا مجھ سے لامکاں باقی
تبا تلاش کہ اب حد رہی کہاں باقی

تپش وہ آتش الفت میں اب کہاں باقی
بجھی ہے آگ فقط رہ گیا دھواں باقی

نہیں ہے ضعف سے اب طاقت فغاں باقی
وگرنہ نام کو رہتے نہ آسماں باقی

رہیں بلا سے زمین اور نہ آسماں باقی
ہمارا سر رہے اور تیرا آستاں باقی

نہ بیقراری دکھانے کو ہو دل مضطر
نہ راز کہنے کو یارب رہے زباں باقی

ترے ہی دست ستم سے چمن میں اے صیاد
رہا نہ بلبل شیدا کا آشیاں باقی

چمن میں آگ لگائی یہ آتش گل نے
رہا نہ بلبل شیدا کا آشیاں باقی

وہ سنگ ہی سہی لیکن بقائے نام تو ہی
بتوں سے اجتبک آذر کا ہی نشاں باقی

یہ نے سبب نہیں شورش میں برقِ خندۂ گل
ضرور ہے کسی بلبل کا آشیاں باقی

کہاں ہی دیدۂ پرخوں و سینۂ پرداغ
نہ لالہ زار ہے باقی نہ گلستاں باقی

کبھی جو خواب میں آیا تھا وہ بت عیار
نگاہ شوق میں ابتک ہی وہ سماں باقی

نہ دلمیں شوق رہا ہی نہ شوق کے ارماں
نہ اب ہی مصر میں یوسف نہ کارواں باقی

سنی جو تم نے یہ تھی سرگذشت روز فراق
ابھی تو ہی شب ہجراں کی داستاں باقی

بہار آتے ہی دیوانوں کا یہ حال ہوا
رہیں نہ جیب و گریباں کی دھجیاں باقی

دل و جگر کو مشبک کیا تو خیر مگر
یہ دیکھئے کہ ہیں ٹانکے کہاں کہاں باقی

جفا و جور کرو جس طرح کہ ہو منظور
نہ رکھیۓ دل کی ہوس اپنی مہرباں باقی

بھلا میٔ گرچہ مرے دل نے ابرو و مژگاں
ہے خوف خنجر و اندیشۂ سناں باقی

خدا کیو اسطے چھوڑا ابتو اپنی سفا کی
ہی تیرے بسملوں میں ایک نیم جاں باقی

ازل میں تھا یہی میلا جو آج حشر میں ہی
مری نگاہ میں ابتک ہے وہ سماں باقی

دل و جگر سے مزہ ناوک نگاہ کا پوچھ
ہی آجتک خلش تیر بے کماں باقی

سپہر پیر یہ ہے خوبی فتناں کا دبال
کہ ہفت پشت میں تیرے نہیں جواں باقی

بس فنا ہو کھلے رہ گئے تھے دیدۂ شوق　　انھیں خیال کہ ابتک ہے اس میں جان باقی

اٹھائیں جان کو شعر و سخن میں کیا نیرنگ
مگر لکھنؤ نہیں باقی نہ داستاں باقی

انھیں کی فکر انھیں کا خیال ہوتا ہے　　ہمیں فراق بھی گویا وصال ہوتا ہے

یہ روز روز کی مشق ستم نہ سہی　　مگر رقیب کو کیا کیا خیال ہوتا ہے

شب فراق کی کل داستاں کو سنکے کہا　　ہمیں تو جھوٹ کا اسپر خیال ہوتا ہے

جو میں برا ہوں تو اپنی نگاہ میں رکھیے　　برے کا دل میں ہمیشہ خیال ہوتا ہے

ضرور کیا ہے کہ اظہار دوستی میں کروں　　جو دشمنوں کو تمھارے ملال ہوتا ہے

نہیں ہے دوست پہ موقوف سب صفا ہوں یہ　　عدو سے کب ترے دل میں ملال ہوتا ہے

کہیں خضاب سے رنگ شباب آتا ہے　　کہیں درخت کہن بھی نہال ہوتا ہے

ریاض دہر کی نشو و نما ہے تیغ ستم　　کہ جس کا سر ہو قلم نونہال ہوتا ہے

نگاہ پھیری ہے کیسی جفا کے شکوے پر　　وہ سنتے ہی نہیں کس سے سوال ہوتا ہے

وہاں جواب نہ دینا جواب ہے گویا　　یہاں سوال نہ کرنا سوال ہوتا ہے

یہ کہکے وعدہ خلافی پہ ہنس دیا ظالم　　کہ جھوٹ سے کوئی بڑھکر کمال ہوتا ہے

مقام حشر عجب کیا مقام رشک بنے　　کہ ہر نگاہ میں تیرا جمال ہوتا ہے

کہیں وہ شعلہ آتش کہیں وہ باغ خلیل
کبھی جلال کبھی وہ جمال ہوتا ہے

بس اک نگاہ پہ نیرنگ دل کو بیچ دیا
فروخت اسقدر ارزاں بھی مال ہوتا ہے

خمیر آدم کا تھا خاک جناں سے
کہاں آئی ہے یہ مٹی کہاں سے

قیامت ہی ترا کترا کے جانا
نظر پھیرے مزار عاشقاں سے

دم آخر اجل نے کی یہ عجلت
کہ میں کہنے نہ پایا کچھ زباں سے

دل مضطر اگر تربت میں ہو گا
زمیں اُڑ کر ملے گی آسماں سے

جوانی دے کے پیری ہمنے لی ہے
کیا ہے تیر کا بدلہ کماں سے

نکالیں سب کو جتنے ہوں در انداز
وہ اپنے گھر سے ہم اپنے مکاں سے

جلانا ہو کوئی خرمن جلائے برق
پتنگا لے ہمارے آشیاں سے

عجب رونق سرائے دہر میں ہے
کبھی خالی نہ دیکھی میہماں سے

نہ آئی جا کے پھر وہ بیر وت
گلہ باقی رہا عمر رواں سے

وہ افشاں مجھ سے چھنوائیں تو اک دن
میں تارے توڑ لاؤں آسماں سے

یہیں چھوڑا یہاں کا رنگ نیرنگ
چلا دامن فشاں اس خاکداں سے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | خوب جی بھر کے تو ستا صیاد | قطعہ | تجھکو جس جس طرح ستاتا ہے | |
| | سب مصیبت قفس میں جھیلیں گے | | جب تک اس گھر میں آب و دانہ ہے | |
| | | مطلع | | |
| | آتا ہے فاتحہ کے بہانے سے یار بھی | ایضاً | ہو گا ہوا بجھا کے چراغ مزار بھی | |
| | اتنی تو حسرت دل شیدا نکال لئے | | پردہ اُٹھا کے چاند سا چہرہ نکال لیے | |
| | کچھ چھیڑنے کیواسطے کیجیے خلاف بھی | | مانگے جو یار دل تو کلیجا نکال لیے | |
| | مرنا شہید ناز کا اک دل لگی سی ہے | مطلع | چشم و دہاں زخم کا رونا ہنسی سی ہے | |
| | جو آؤ آؤ۔ نہ آؤ تو ہرج کیا ہوجائے | | یہی نہ دلمیں گھڑی بھر کو اک گلا ہوجائے | |
| | ہم اپنی ضبط کی عادت خراب کیوں کرتے | | زباں ذرا جو وہ ہوگیا بڑا ہوجائے | |
| | اثر کسی کی دعا کے لیئے نہ رہجائے | | جو مستجاب ہماری کوئی دعا ہوجائے | |
| | بنے اجل کا فرشتہ خیال صبح فراق | | شب وصال کا آنا مری قضا ہوجائے | |
| | دعا جو موت کی مانگوں تو عمر اور بڑھے | | طلب جو عمر کروں روبرو قضا ہوجائے | |

گلہ نہ کیجیے تیرنگ کچھ ادائی کا
عجب نہیں کہ وہ بت اور بھی خفا ہوجائے

| | | |
|---|---|---|
| اگر دکھلائیں جذب اپنا دل نخچیر کے ٹکڑے | | عجب کیا ہی جو ترکش میں ٹھہ ریا تیر کے ٹکڑے |

اگر مجھ سے اُلجھکر مانع صحرا نوردی ہوں
کف پا سے اُڑا دوں خار دامنگیر کے ٹکڑے

نہ باز آؤنگا اے قاصد لکھے جاؤنگا خط میں بھی
کیئے جائیگا جبتک وہ مری تحریر کے ٹکڑے

فغاں بھی پہنچے گی کیونکر یار اُلٹی سکے کانوں تک
کیئے ہیں ہچکیوں نے نالہ شبگیر کے ٹکڑے

وہ دیوانہ ہوں دریا پر اگر جانے کی لہر آئے
تو ہوں دریا کی موجیں پاؤں میں زنجیر کے ٹکڑے

نگاہ ناز کی تلوار سے بچنا ہوا مشکل
کہ تیر آنے لگے بن بنکے اب شمشیر کے ٹکڑے

مجھے مقتل ہی گھر اپنا میں بسمل سا تڑپتا ہوں
شکن ہیں مرے بستر کی تری شمشیر کے ٹکڑے

جو کچھ قسمت میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے رزق اسکو
ہمارے زخم کھاتے ہیں تری شمشیر کے ٹکڑے

ہماری آنکھ کا تنکا بھی حاسد کو نظر آیا
مگر سوجھے نہ اپنی آنکھ میں شہتیر کے ٹکڑے

جہاں پر دفن ہیں نیرنگ کشتے اسکی مژگاں کے
وہاں اُگتے ہیں سبزے کے عوض اب تیر کے ٹکڑے

## غزل

مری سرشت میں مضمر ہے آرزو تیری
رگوں میں خوں کی گردش ہے جستجو تیری

زباں کا آنکھ میں آنکھوں میں ڈھنگ خنجر کا
پیام مرگ۔ اشاروں میں گفتگو تیری

صدائے نالۂ دلکش لحد سے آتی ہے
لپٹ کے لاش سے روتی ہے آرزو تیری

نہ معجزہ تھا نہ موسیٰ کا تھا ید بیضا
چراغ ہاتھ میں تھا اور جستجو تیری

ہمیں تو مد نظر صرف حسن تیرا ہے
پسند ہمکو اگر ہے تو گفتگو تیری

رہا نہ پاس ادب اسقدر ہوا گستاخ
کہ چھینٹ دامن قاتل پہ ہے لہو تیری

رواں ہے ریگ بیاباں کی شکل خاک لحد
خمیر ہے مری مٹی میں جستجو تیری

جگر کو توڑ کے دم بھر وہ بیوفا نہ رکا
قسم بھی تیر کو دیتا رہا ہو تیری

ہمیں تلاش سے مطلب ہے تو ملے نہ ملے
جو دم میں دم ہے تو باقی ہے جستجو تیری

کنشت و دیر میں کعبے میں اور کلیسا میں
لیے لیے مجھے پھرتی ہے جستجو تیری

لبوں پہ آئے نہ تفصیل مدعا نیرنگ
خفا کرے گی اسے شرح آرزو تیری

مرا دیوان برنگ بوستاں ہے
غزل ہر اک بہار بےخزاں ہے

الٰہی درد دل تجھ پہ عیاں ہے
مصیبت میں طفل بے زباں ہے

نہ جانے دے گا انکو غیر کے گھر
ہمارا جذب الفت پاسباں ہے

فغاں پر قہقہے اڑتے ہیں انکے
مرا نالہ بھی شاخ زعفراں ہے

رخ گل پر نہیں قطرات شبنم
سبک سا برقع آب رواں ہے

قیامت ہے تیری مژگاں کی جنبش
تہ و بالا زمین و آسماں ہے

جو پوچھا دل مرا ہے آپ کے پاس
تو جھنجھلا کر کہا اس نے کہ ہاں ہے

یہ ہے اعجاز بحر مختصر میں — فصاحت کا مری دریا رواں ہے

ہمیں خود دیکھنا مشکل ہے نیرنگ
وہ پُتلی بن کے آنکھوں میں نہاں ہے

زمیں مقتل گہ پر آج کیا حسرت برستی ہے — یہ کس کے خون ناحق پہ کمر قاتل کی کستی ہے

بمجبوری کیا افطار روزہ مے سے اے زاہد — یہ بیباکی ہماری مقتضاء فاقہ مستی ہے

نہ رو اے شمع سوزاں صبح ہوتی ہے کوئی دم میں — گھڑی بھر کی ہے مہماں بس تیری کتنی سی ہستی ہے

نظر آیا نہ جب بستر پہ اسکو یہ تن لاغر — اجل کو بھی ہوئی حیرت کہ یہ بھی کوئی ہستی ہے

خدا واقف ہے ہمکو ان بتوں میں کیا نظر آیا — ہماری بت پرستی درحقیقت حق پرستی ہے

مرا جب دم نکلتا ہو صف ماتم بچھا دینا — کہ میں بھی دیکھ لوں کس کس کی چشم نم برستی ہے

پتنگا ہوں میں اے نیرنگ شمع حسن مطلق کا
مسلماں ہو کے بھی ملت مری آتش پرستی ہے

## قصیدہ

میں آج صبح کو کرتا تھا شکوہ تقدیر — فلک کو کر کے مخاطب کہ اے سپہر شریر

اگرچہ مجھکو مقدر کا ہے گلہ بیشک — مگر جو غور کیا تو ہے میرے بخت کا تیر

مری خرابی میں تو نے کسر نہیں چھوڑی — مری تباہی میں تو نے کبھی نہ کی تاخیر

بھرے ہیں دل میں مرے سیکڑوں گلے شکوے — کہاں سے لاؤں گنانے کو قوت تقریر

گلہ یہ ہے کہ ہوا کامیاب اک عالم — ہر ایک کام میں میرے مگر ہوئی تاخیر

تو ہی وہ ہے کہ ہوا خانہ ساز عالم کا — دل شکستہ نہ میرا کیا مگر تعمیر

میں ایک دن بھی گھڑی بھر شگفتہ دل نہ ہوا — رہا چمن میں مگر مثل غنچۂ دلگیر

لبوں پہ نام کو میرے اگر ہنسی آئی — تو مدتوں مجھے رونے کی تو نے دی تعذیر

جو سوز دل کی سبب رفع تشنگی چاہی — دیا ہے زہر ہلاہل بجائے کاسہ شیر

کبھی نہ بھول کے پہونچی در اجابت تک — دعائے صبح کبھی میری پائے تاثیر

کبھی صدا نہ مری تا بہ لامکاں پہونچی — اگرچہ شور قیامت تھا نالۂ شبگیر

جو صدق قلب سے حاصل کیا کسی سے نیاز — تو صاف رکھا نہ میری طرف اس کا ضمیر

جو اتفاق سے آئی شب وصال مری — تو شام ہی سے ہوئے مرغ صبح گرم صفیر

کسی نے گر کبھی مجھ پر نگاہ لطف بھی کی — ترے کرم سے مرے حق میں تھی وہ خنجر و تیر

وفا کے بدلے جفا جو نوں میں ہو پیدا — ملے نہ قتل کو خنجر تو دے اسے شمشیر

بچوں جو تیغ نگہ سے تو زلف میں پھانسے — کرے ہزار طریقوں سے بستہ زنجیر

ستم شعار مجھے کہہ کے تو نے کافر عشق — لکھا دیا ہے مرے حق میں فتویٰ تکفیر

ستم عدو پہ جو چاہوں تو ہو کرم تیرا — کرم کی میں جو تمنا کروں تو دے تعذیر

جہاں میں جتنے حوادث ہیں جسقدر آفات
وہ میری لوح مقدر میں کر دیئے تحریر

کبھی ہوس جو ہوئی شہرتِ سخن کی مجھے
تو خود مجھی کو کیا تو نے دربدر تشہیر

مرے کمال کی کچھ قدر کی نہ اے ناقدر
مرے زوال پہ باندھے رہا کمر بے پیر

میں وہ ہوں شمع سخن کو فروغ ہے مجھ سے
مرے قلم سے ہو اصلاحِ صورت گلگیر

زبان تیز کے جوہر اگر میں دکھلاؤں
کروں میں تیغ مہند سے اصفہاں تسخیر

میں صید گاہ سخن میں ہوں وہ قدر انداز
مری نگاہ میں مضمون ہے صورت نخچیر

کروں میں ہاتھ قلم تیغ کلک سے اُس کے
مقابلہ جو کسی دن کرے فلک کا دبیر

جو کلک شوخ مرا بزم کا سماں لکھے
کھنچے نگاہ میں اندر کی بزم کی تصویر

کروں جو قصد کبھی داستان رزم کا میں
نہیں قلم کی رگیں مثل جوہر شمشیر

جو بزم میں مجھے دیکھو تو شمع محفل ہوں
جو رزمگاہ میں دیکھو تو خنجر و شمشیر

یہ کہکے میں جو ہوا چپ تو ہمنشیں نے کہا
کہ سن جواب میں یہ مطلع سپہر اثیر

مطلع

نہو جو سعی تو بیجا ہے شکوہ تقدیر
میاں عالم اسباب شرط ہے تدبیر

لگے ہیں کام میں سب غور کر ذرا نیرنگ
یہ مہر و ماہ یہ دور فلک یہ ابر مطیر

مدار ہے جو زمانے کا سعی و کوشش پر
تو چاہیئے کہ توکل کے ساتھ کر تدبیر

بتا ہمیں کہ کبھی تو نے جد و جہد بھی کی
اگر نہیں تو مقدر کی اس میں کیا تقصیر

ترے بیاں کے انداز میں کمال ہے یہ
سپہر و بخت خطا وار آپ بے تقصیر

تجھے جو روشنی طبع پہ ہے اپنی ناز — دکھا ہمیں بھی ذرا شمع فکر کی تنویر

ہنسا میں سنکے یہ تقریر پھر پڑھی وہ غزل — کہ جس کا مطلع روشن ہے مثل مہر منیر

## غزل

مٹی نہ لوح مقدر کی ایک بھی تحریر — سرشک دیدۂ تر نے ہزار کی تدبیر

بپا ہو حشر او پھٹ جائے سینہ مردوں کی — نکال اے دل مضطر وہ نالۂ شبگیر

نجوم چرخ کو افشاں کہا سخنور نے — چمک رہا ہے ستاروں کا اختر تقدیر

نہ بوئے گل کو کہیں لے اڑے نسیم سحر — کلی نے اپنے دل تنگ میں کیا ہی اسیر

فرودگاہ مری بام لامکاں ہوتا — کمند بنکے نکلتی جو آہ پر تاثیر

بہار آتے ہی دیوانے خود نہ ٹھہرینگے — ابھی سے کیوں در زنداں کے کھولدی زنجیر

یہ مدعا ہے کہ اب خط لکھا تو خون ہوگا — جواب خط میں فقط کھینچدی لہو سے لکیر

کہاں گئی وہ تری طبع شوخ اے نیرنگ — نہاں ہے ظلمت آلام میں وہ برق شریر

غزل سنی تو کہا ہم نشیں نے خوش ہوکر — کہ یہ کلام ہے شایان نذر شاہ و وزیر

یہ روز جشن ہے سرکار کی ہے سالگرہ — یہی گرہ ہے جو کھولے گی عقدۂ تقدیر

زباں حال سے دیتے ہیں سب مبارکباد — تمام مرغ چمن تہنیت میں گرم صفیر

بدل گئی ہے یہ فصل بہار سے حالت — کہ سبز ہوتے ہیں پانی سے خنجر و شمشیر

بچھا ہے سبزۂ خود رو سے فرش مخمل سبز
گرے نگاہ سے دیبا و پرنیاں و حریر

وہ انتظام ہوا روشنی برقی کا
کہ شب کو آئے نظر پائے مور کی تصویر

سرور و عیش کے ساماں سب مہیا ہیں
بہار باغ شراب و کباب ابر مطیر

ہوا ہے مجمع ارباب علم و فضل و کمال
سخن شناس عدیم النظیر خوش تقریر

یہ وقت ہے وہ سنا مطلع مدح حاضر میں
لحد میں وجد کرے روح میرزا ہو کہ میر

## مطلع

ترے ہی بس سے یہ چاند کو ملی تنویر
کہ اک گرہ کا ہوا نام آج ماہ منیر

خدا کے حکم سے ہیں متفق ترے احکام
قضا نے کی نہ کبھی تیرے حکم میں تغیر

خلاف عدل ترا حکم ہو نہیں سکتا
کہ ہے مشیت ایزد تری ندیم و مشیر

خدا نے نظم و نسق کی وہ قابلیت دی
نہ ہو فلک سے ترے انتظام میں تغیر

سپہر تک یہ ہوا شہرہ عدل و نصفت کا
کتاں سے آنکھ چرانے لگا ہے بدر منیر

سوائے مردم چشم بتاں عربدہ جو
رہا نہ کوئی ریاست میں خانہ جنگ و شریر

ترے کرم سے رعایا میں ہے یہ استغنا
کہ ہے خزانۂ قارون نظر میں اس کے حقیر

سناؤں اور بھی اک مطلع لاجواب ایسا
کہ ہر زبان پہ ہو تحسین و آفریں کی نفیر

مطلع

ترے قلم سے جو بخشش کا حکم ہو تحریر
مٹے وہ پھر نہ کبھی صورت خط تقدیر

جو خاکسار ہے اس آستان عالی کا
اسی کی خاک قدم کا ہوا ہے نام اکسیر

تری نگاہ میں یکساں ہیں ہندو و مسلم
کھنچی نہ چشم عطوفت میں نیرخ تصویر

سخا میں عدل میں اخلاق میں مروت میں
نہ کوئی تیرا مماثل نہ کوئی تیرا نظیر

دل وسیع ترا ہے کہ قید خانۂ عام
تمام خلق ترے دام خلق میں ہی اسیر

ہوئی نہ مجھ سے ادا مدح سر بھوانی سنگھ
لہٰذا پھر دعا اب ہوئی قلم کی صریر

الٰہی گردش لیل و نہار ہے جب تک
ہے سعد و نحس کی جب تک نجوم میں تاثیر

جھکے ترے خط فرمان پہ ہر جبین نیاز
جبین خلق پہ جب تک رہے خط تقدیر

بعدل و داد سخاوت بکامرانی و عیش
پھر جاہ پہ تاباں ہو مثل بدر منیر

نگین تاج حکومت حضور راج کنوار
ہوں علم و فضل و لیاقت میں اپنی آپ نظیر

جو خیر خواہ ہوں سرسبز و شادکام رہیں
عدو ہمیشہ رہے زیر خنجر و شمشیر

## ایضاً جشن سالگرہ

ہوا ہے زائچۂ روزگار اب ترمیم
دبیر چرخ نے تیار کی نئی تقویم

نجومیوں سے کہو گردش فلک بدلی
ہوئیں قدیم رسد گاہیں قابل ترمیم

مٹی نجوم سے اب سعد و نحس کی تفریق
ہوئے ہیں یمن و سعادت میں سب شریک و سہیم

زوال میں جو ستارہ تھا اب عروج میں ہے
پلٹ کے پھر وہ ہوا خانۂ شرف میں مقیم

یہ اتفاق ہے تاثیر میں کواکب کی
کہ آج شمس کا مریخ ہے مشیر و ندیم

ملا زحل کو شرف مشتری کے خانہ میں
زحل کے گھر میں ہی برجیس صاحب تکریم

قمر کو برج میں عقرب کے افتخار ملا
حمل میں زہرہ کو حاصل ہے عظمت و تعظیم

نہ اب زوال کا کھٹکا رہا نہ خوف ہبوط
عروج اور شرف ہیں مساوی التقسیم

ہر اک خانہ ہے اب خانۂ عروج و شرف
ہر اک ستارہ کو ہر گھر میں عزت و تکریم

خود آسمان ہے گردش میں تشکل جام شراب
ملی ہے بادۂ عشرت کی خدمت تقسیم

پلائے بزم زمیں کو جو اس نے جام پہ جام
مے طرب سے ہی سرشار سطح ہفت اقلیم

بہار گلشن ایجاد کا یہ رنگ ہوا اب
سحر کے شوق میں چلتی ہی شام ہی سے نسیم

فروغ آتش گل سے اڑے وہ پرکالے
کہ ہر چمن ہے گلستاں کا باغ ابراہیم

رگڑ کے شانۂ گل ہر روش پہ چلتی ہے
کلی کلی کو گلستاں میں چھیڑتی ہی نسیم

نظر فریب ہیں کیا قطرہائے شبنم تر
جڑے ہیں حاشیہ برگ گل میں در یتیم

عصا ہی شاخ تو سنبل ہی طور کی چوٹی
چمن ہے وادیٔ ایمن کلی جناب کلیم

بہار باغ ارم ہی چمن چمن سے عیاں
نکھر نکھر کے ہر ایک قطعہ ہے ریاض نعیم

ترانہ سنجی بلبل نے وہ سماں باندھا
کہ شاخ شاخ پہ مستانہ جھومتی ہی نسیم

چمن چمن سے صدا تہنیت کی آتی ہے
کلی کلی سے کھلا عقدۂ دہان کلیم

سُنے گا کون گلستاں میں نالۂ بلبل　　صدائے خندۂ گل سے مچا ہے شور عظیم

الٰہی کون یہ رونق فزا چمن میں ہوا　　کہ فرط شوق سے مطلع یہ پڑھ رہی ہے نسیم

مطلع

نہال باغ ہیں سب مستعد پئے تعظیم　　ادب سے خم ہوئی شاخوں کی گردن تسلیم

رئیس صاحب جود و کرم بھوانی سنگھ　　خدا اماں میں رکھے اُسے بلطف عظیم

انیس و مونس ہر درد مند حاجتمند　　غریب پرور و دریا دل و امین و حلیم

سخن شناس و سخن رس فصیح و سحر بیاں　　معین علم و ہنر عاقل و ذکی و فہیم

سناؤں اور بھی ایک مطلع مدح حاضر ہیں　　سخنوروں سے یہ لیتی ہے داد فکر سلیم

مطلع

ملے ہیں عقل کے پتلے تجھے مشیر و ندیم　　وہ بیدپائے برہمن تو رائے دابشلیم

کنار لطف میں رکھتا ہے تو صدف کی طرح　　تری نظر میں ہے طفل یتیم و در یتیم

مرے کلام سے تسکین اختلاج قلوب　　تری نگاہ سے اظہار لطف و خلق عمیم

زبان سے گر کوئی اقرار تو کسی سے کرے　　ہر ایک وعدہ پہ تیرے وفا کرے تقدیم

سکوت حد ثنا ہے ثنا میں اے نیرنگ　　بس اب دعا ہے فقط یہ کہ اے خدائے رحیم

بافتخار و بعزت سری بھوانی سنگھ　　رہے تمام رئیسوں میں واجب التعظیم

ہو شاد کام رہے دل سے ہو جو خیر طلب　　وہ پائمال ہو جس قلب میں حسد ہو مقیم

الٰہی نیر اقبال کی شعاعوں سے　　فروغ پائے ہمیشہ یہ سطح ہفت اقلیم

# مخمس بر غزل نواب مرزا خاں داغ

ضبط عادت ہے مری صبر ہے خصلت میری
مر بھی جاؤں تو وہی میں وہی ہمت میری
کیا کروں سب سے نرالی ہے طبیعت میری
شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

غم سے گھل گھل کے میں پانی کیطرح بہتا ہوں
بیحیائی سے محبت کے ستم سہتا ہوں
کیوں رقیبوں کی خوشامد میں پڑا رہتا ہوں
دل بری شئے ہے کہ اغیار سے میں کہتا ہوں
تمھیں للہ مٹا لو کوئی صورت میری

کسقدر رنگ مسرت مرا خوں لایا ہے
ایسے رتبہ پہ مجھے عشق نے پہونچایا ہے
جیسے مردوں نے کوئی مال پڑا پایا ہے
دھوم ہے زیر زمیں کشتہ ناز آیا ہے
ہو گئی عید شہیدوں کو زیارت میری

بت وہ ظالم ہیں عجب جور و جفا کرتے ہیں
ڈر نہیں داور محشر کا ذرا کرتے ہیں
یہ قیامت کا ستم اور بپا کرتے ہیں
سر سے پہلے وہ زباں کاٹ لیا کرتے ہیں
کہ خدا سے نہ کرے کوئی شکایت میری

ایسے بیرحم ستمگر سے بنے گی کیونکر
بے سبب تیغ صفت آپ سے ہر دم باہر
ابتو بگڑے ہیں نئی چال سے تہمت دھر کر
ناتوان دیکھ کے افسوس نہ آیا مجھ پر

وہ خفا ہیں کہ کم اڑائی ہو نزاکت میری

توڑ دے گا ترا پندار خدا سا منصف
مدعی دل تو گنہگار خدا سا منصف

اس کی نالش مرا اظہار خدا سا منصف
حشر میں تجھسا جفاکار خدا سا منصف

دل سا انصاف طلب اور شہادت میری

اور جا خاک میں مجھکو نہ ملائیں احباب
میری مٹی کا وہیں ڈھیر لگائیں احباب

یہ تمنا ہے جب تک نہ سنائیں احباب
اسکے کوچے سے جنازہ نہ اٹھائیں احباب

میں نہ نکلوں گا جو نکلے گی نہ حسرت میری

ہوگا ہاں حشر میں انصاف کہ منصف ہے خدا
بے نیازی کا مگر دل کو ہے میرے کھٹکا

اسکی رحمت کو نہیں قید بھلا ہو کہ برا
بخشے جائینگے سبکا ہے بہت روز جزا

کہیں جنت میں پہونچے شب فرقت میری

صورت آئینہ حیرت ہے سراپا مجھکو
آج ہے زیر نظر نقشہ فردا مجھکو

کیا ملے گا غم فرقت کا نتیجا مجھکو
کون جانے گا ترا چاہنے والا مجھکو

حشر کے روز بدل جائے گی صورت میری

کس جفا کا ہو گلہ کون ستم کا شکوا
اپنا کیا حال کہوں خیر ہے اچھا کہ برا

ایک اس شعر کے مضمون سے ہے سب کچھ پیدا
جور وہ جور تغافل وہ تغافل ان کا

دل یہ دل اور طبیعت یہ طبیعت میری

سر پہ آفت کے ستم پیر فلک ڈھاتا ہے　　مشوں پر بھی کبھی رحم نہیں کھاتا ہے

یار ادھر غمزہ گور کو دکھلاتا ہے　　پھر لیئے تیر و کماں کوئی چلا آتا ہے

خود چھپے یا کہ چھپائے مجھے تربت میری

لاکھ میں ضد کیا کروں منہ کو سیوں لے زاہد　　عمر بھر پیے مئے و ساغر کے جیوں لے زاہد

لیکن اس شوق سے ہو رہتی ہوائے زاہد　　یوں تو برسوں نہ پلاؤں نہ پیوں لے زاہد

توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری

سب گذر جاتی ہے جو دل کی مصیبت کہ خوشی　　بخت سیدھا ہو تو ہو جاتی ہے الٹی سیدھی

اپنی تقدیر کا شکوہ ہے شکایت کیسی　　تم نہیں غیر سہی غیر نہیں چرخ سہی

اک نہ اک فتنہ لگا رکھتی ہے قسمت میری

ایسے بیباک سے بیخوف و خطر سے توبہ　　ایسے انسان بے عذر ایسے بشر سے توبہ

بدگمان آفت جاں فتنہ و شر سے توبہ　　وہ دبے پاؤں چلیں حشر کے ڈر سے توبہ

فکر ہے چال اڑا لے نہ قیامت میری

کونسا سر ہے کہ جس میں نہیں سودا تیرا　　سب بتاتے ہیں مجھے عاشق شیدا تیرا

ہر زباں پہ یہی مذکور ہے میرا تیرا　　کونسا لب ہے کہ جس پر نہیں شکوا تیرا

کون سا دل ہے کہ جس میں نہیں حسرت تیری

سب میں اللہ کی قدرت کا عیاں جلوا ہے — حسن و خوبی یہ فقط آپکا کیا حصہ ہے
تم میں بالفرض جو کچھ ہو بھی تو یہ کس کا ہے — اپنی قسمت ہے یہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے

آنکھ نرگس کی ہے حیرت تشبیہ کا حسرت میری

اسکی آہوں میں جو ہیں برق بلا کے شعلے — اک ذرا لو جو لگی آپ کے چھکے چھوٹے
اس کی گرمی کو کوئی نیرنگ کے دل سے پوچھے — موت آئی ہوئی ٹلجائے یہ آئی نہ رکے

الاماں داغ قیامت ہے طبیعت میری

## مخمس بر غزل جناب فصاحت جناب جلیل

جب آرزوئے دید کی حسرت نکل گئی — یاد اس کی پھر نہ دل سے مرے ایک پل گئی
اللہ دفعتہً مری حالت بدل گئی — دیکھا جو حسن یار طبیعت مچل گئی

آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی

جب ہو چکا وصال تو الفت کا ہے زوال — رہتا ہے وہ نہ شوق نہ وہ آرزو کا حال
بہتر مجھے فراق تھا بدتر ہوا وصال — جب تک نہ تم ملے تھے جدائی کا تھا ملال

اب یہ ملال ہے کہ تمنا نکل گئی

جب تک یہ سر پہ رہی طاق پر دھری — رندوں کی حسرتوں سے رہی آنکھ بھری

کیا لطف دے رہی تھی یہ بوتل ہری ہری ساقی تری شراب جو شیشے میں تھی بھری

ساغر میں آکے اور بھی سانچے میں ڈھل گئی

پیرنگ کا جو قول ہے تم سے کہوں جلیل وہ دل سے چاہتا ہے کہ تائب ہوں جلیل

دن بہار میں تو پلاؤں پیوں جلیل توبہ میں کرچکا ہوں مگر کیا کروں جلیل

بدلی کو دیکھکر مری نیت بدل گئی

## ایضاً بر غزل نواب صاحب بہادر ٹونک

چڑھیں خودبخود تیوریاں ہنستے ہنستے ہوا طرز رنجش عیاں ہنستے ہنستے

خفا کیوں ہوئے مہرباں ہنستے ہنستے بگڑنے لگے میری جاں ہنستے ہنستے

یہ کیا ہوگیا ناگہاں ہنستے ہنستے

شکایت زباں سے ہے گو نامناسب مگر اپنے دل سے تو شکوہ ہے واجب

ستم ہے کہ از صبح تا وقت مغرب گذرتے ہیں دن اس طرح دونوں جانب

یہاں روتے روتے وہاں ہنستے ہنستے

اسیطرح کرتا رہا گر پریشاں رہے گا نہ کوئی بھی مرغ خوش الحان

یہ سب ہیں چمن کے اجڑنیکے ساماں دکھاتا ہے بلبل کا دل چھلکے کلیاں

کھلاتا ہے گل باغباں ہنستے ہنستے

ترانے نہ وہ بلبل نغمہ زن کے | نہ پہلے سے انداز سرو سمن کے
نہ وہ حسن پھولوں میں ہی یاسمن کے | یہ کمہلا گئے کیوں شگوفے چمن کے

ہوا کیا انہیں باغباں ہنستے ہنستے

ابھی ذکر تھا کچھ ادھر کچھ ادھر کا | کبھی اپنے گھر کا کبھی میرے گھر کا
ہوا دفعتہً عذر اب دردسر کا | خیال آگیا یہ تو کہیے کدھر کا

کہ چپ ہو گئے ناگہاں ہنستے ہنستے

جدائی کا صدمہ بہت دل نے پایا | غم و رنج نیرنگ کیا کچھ اٹھایا
محبت نے آخر اثر یہ دکھایا | مرا جذبہ دل انہیں کھینچ لایا

خلیل آگئے وہ یہاں ہنستے ہنستے

## مخمس بر غزل خود

ہوا ہے لالہ و گل کا رخ رنگیں دھواں کیسا | ہر اک قمری ہے خاکستر جلا ہی آشیاں کیسا
کھڑا آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہی باغباں کیسا | اڑا یا ہی خزاں نے آج رنگ گلستاں کیسا

چمن سے بلبلوں کا مٹگیا نام و نشاں کیسا

ترے عشاق کا ہوتا یہ بیدرد مشاہا کیسا | جفائیں لاکھ ہوتی ہیں مگر ہوئے زیاں کیسا
بھلا بیداد کا شکوہ زباں پر میری جاں کیسا | نہاں سوز دروں ہی نالۂ آتش فشاں کیسا

لگی ہے دلمیں پھنکتا ہوں شرر کیسے دھواں کیسا

کہیں کیا جی لگا ہے تو اداس لئے دلستاں کیسا ۔۔۔ رخ انور پہ چھایا ہے یہ رنگ زعفراں کیسا

تری آنکھوں سے سیل اشک رہتا ہے رواں کیسا ۔۔۔ کئی دن سے بھڑکتا ہے ترا دل مہرباں کیسا

خبر بھی ہے گریباں سے نکلتا ہے دھواں کیسا

بہار رخ پہ ہے آسیب آثار خزاں کیسا ۔۔۔ کھلا ہے زلف کا پیچ و خم عنبر فشاں کیسا

تری آنکھوں سے سرمہ بہ گیا ہے مرچیاں کیسا ۔۔۔ یہ پیہم پوچھنا رومال سے اشک رواں کیسا

ہوا ہے دوستوں کا غم نصیب دشمناں کیسا

مری قسمت میں لکھا تھا کہ ہر دم ہوئی آفت ۔۔۔ کلیجے میں رہی سوزش تو دلمیں بھی رہی غفلت

وہی وہ ہے وہی میں ہوں اسی آتی تھی کب یہ وحشت ۔۔۔ بگاڑی غیر نے دے دے کے دھوکے یار کی عادت

جھجکتا ہے مری آغوش میں وہ بدگماں کیسا

فراق لیلی محمل نشیں میں رنج سہتا ہے ۔۔۔ جو ہر دم نجد میں با آہ سوزاں قیس کہتا ہے

تصور خنجر ابرو کا ہر دم دل میں رہتا ہے ۔۔۔ جرس کی طرح نالاں ہوں کلیجا کٹ کے بہتا ہے

رواں ہے کوچہ زخم جگر سے کارواں کیسا

کیا ہے فرقت احباب نے رزق زمیں مجھکو ۔۔۔ نہیں ملنے کے ہرگز دوستاں دلنشیں مجھکو

بھلا مرکر بھی ہو کس طرح ملنے کا یقیں مجھکو ۔۔۔ غبار رفتگاں کا بھی پتہ ملتا نہیں مجھکو

عدم کی راہ میں چھپڑا ہی مجھسے کارواں کیسا

ہوا کیا دفعتہ وا اشد بدلی ہے زمانیکی
خوشی ہے مطرب و ساقی کو ہردم آنے جانیکی
گلوں کو دھن لگی ہے راہ میں آنکھیں بچھانیکی
چمن میں ابر و باراں ہے خبر ہے کس کے آنیکی
نظر آتا ہے مجھکو یہ سماں اے آسماں کیسا

بدلتا کچھ نظر آتا ہے اب لیل و نہار اپنا
کھلائے گا کوئی گل بعد مردن انتظار اپنا
کبھی تو فاتحہ کو آئے گا وہ گلعذار اپنا
زمیں کوچۂ دلبر میں بنتا ہے مزار اپنا
ہوا ہے آجکل یہ انقلاب اے آسماں کیسا

بنی باتوں کو کیا چرخ ستمگر نے بگاڑا ہے
بجھی ہے شمع عالم کی چمن کا رنگ پھیکا ہے
اداسی چھا رہی ہے جس طرف دیکھو اندھیرا ہے
نہ لیلیٰ ہے نہ شیریں ہے نہ سلمےٰ ہے نہ عذرا ہے
مٹا ہے گلرخوں کا دہر سے نام نشاں کیسا

مغنی کو بجاتا کس اداسی چنگ چھوڑ آیا
گل خنداں سے چھوٹا غنچہ کو دلتنگ چھوڑ آیا
بھری رکھی ہوئی خم میں مے گلرنگ چھوڑ آیا
نسیم صبح ہوں سب رنگ اور نیرنگ چھوڑ آیا
چلا ہوں خاکدان دہر سے دامن فشاں کیسا

## نثر و قطعہ تاریخ بتقریب ولادت فرزند پنڈت شمبھو ناتھ صاحب خلف اکبر پنڈت راجہ رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع اونا

### از مصنف

تبارک اللہ صبح امید کی خنک ہوائیں کیسی سرور انگیز ہیں
سمت ۱۹۴۵

عنادلِ چمن کی دلکش و مستانہ صدائیں کس درجہ دلاویز ہیں
سمت ۱۹۴۵

و ہم بہاری سی گلستان عالم میں دھوم ہے
سنہ ۱۳۰۶ھ

بادہ پرستوں کا در میکدہ پہ ہجوم ہے
سنہ ۱۳۰۶ھ

یہ ابر رحمت سے شیر باراں لائی
سنہ ۱۸۸۹ء

اطفال نبات تشنہ لب نے نشو و نما پائی
سنہ ۱۸۸۹ء

گل و بلبل میں اچھی صحبت ناز و نیاز گرم ہے
سنہ ۱۳۰۶ھ

ہم اسیران قفس کی لاج ہی شرم ہے
سنہ ۱۳۰۶ھ

رنگ گلزار دلاویز سی نیرنگ کو طرفہ حیرت ہوئی
سمت ۱۹۴۵

کہ معاً وہاں سروش سی کچھ غیبی نوید بشارت ہوئی
سمت ۱۹۴۵

یعنی نخل زار امید کا گلبن آرزو برگ و بار لایا
سنہ ۱۸۸۹ء

پنڈت باوقار راجہ رام نے درگاہ ایزدی سی ثمرہ پایا
سنہ ۱۸۸۹ء

گلزار آرزوے پدر کی گل بے نظیر ہے
سمت ۱۹۴۵

یہ مولود گرامی طالع فخر کشمیر ہے
سمت ۱۹۴۵

اگر سال تاریخ کی دوا دوش ہے
سنہ ۱۸۸۹ء

برخوردار گرامی منش ہے
سنہ ۱۸۸۹ء

### قطعہ

رکھا قدم زمین پہ کس نور چشم نے
جس کا ستارہ برج قمر کا چراغ ہے

سرشت و در میں جلوہ مہتاب روبرو
ہر گھر میں آج لعل و گہر کا چراغ ہے

پھیلی ہے راجہ رام کے گھر میں یہ روشنی
روشن اسکے نور نظر کا چراغ ہے

کہتے ہیں اُسکو شمع شبستاں دودماں
قندیل بخت جد و پدر کا چراغ ہے

موج گہر ہے بحر تمنائے دہر کا
گلزار ہند میں گل تر کا چراغ ہے

یارب رہے زمیں پہ یہ لعل شب چراغ
جب تک فلک پہ شمس و قمر کا چراغ ہے

تاریخ کی ہے کس لیئے نیرنگ اتنی فکر
کہدے کہ۔ راجہ رام کے گھر کا چراغ ہے
سمت ۱۹۲۵

## قطعہ تاریخ مثنوی گلدستہ نعیم مصنفہ شیخ نعیم اللہ صاحب متوطن کرہ

کہا نیرنگ سے ہاتف نے آکر
کہ چپ کیوں ہے کہا جی مضمحل ہے

سبب پوچھا کہا سچ سچ بتاؤں
مری چھاتی پہ اک پتھر کی سل ہے

نعیم اللہ نثار خلق و فطرت
کرہ جنکا مقام آب و گل ہے

اُنھوں نے مثنوی لکھی ہے ایسی
جو صدہا خوبیوں پر مشتمل ہے

کہا مجھسے کہ تو تاریخ کہدے
یہی خواہش یہی ایمائے دل ہے

بمجبوری کیا وعدہ کہ اچھا
لکھوں گا گو طبیعت پا بگل ہے

پر اب سوچا مجھے فرصت کہاں ہے
ہزار اشغال میں دل مشتغل ہے

عبث وعدہ کیا ایسا کہ جس کے
عدم ایفا سے ابتک منفعل ہے

غرض افسردگی کا یہ سبب ہے
اسی خاطر مرا دل مضمحل ہے

کہا ہاتف نے ہنسکر واہ وا واہ ۔۔۔ یہ کہتا کیوں نہیں مرغوب دل ہے
۱۲۹۷ھ

# قطعات تاریخی طبع دیوان

## جناب قاضی ظہیر الدین خان صاحب سب انسپکٹر پولیس سٹی جودھپور مارواڑ شاگرد مصنف

کلام حضرت تیزرنگ پر سہرا کے نے کہا ۔۔۔ کہ فن شعر میں ان کو کمال اچھا ہے
سروش غیب یہ بولا کہ اے ظہیر الدین ۔۔۔ بہار گلشن تفضیل ۔ سال اچھا ہے
۱۳۲۸ھ

## عالیجناب صاحبزادہ محمد فیاض علیخاں صاحب آف دوجانہ ضلع رہتک پریسیڈنٹ انجمن سخن و سردار تعظیمی و زمیندار ریاست جھالاوار تلمیذ مصنف

چھپا جب حکم سے سرکار عالیجاہ کے دیوان ۔۔۔ فراہم کردیا گویا سخنگوئی کے ساماں کو
نہایت شوق سے فیاض ہر شاگرد کہتا ہے ۔۔۔ ضیائے دیدۂ مشتاق کہیے ایسے دیواں کو
۱۳۲۸ھ

## جناب قاضی احمد بخش صاحب وکیل نظامت خانپور ریاست کوٹہ خادم درگاہ حضرت میٹھے خواجہ حمید الدین ناگور شریف

| | |
|---|---|
| کچھ عجب رنگ کا یہ ہے دیوان | دیکھکر جسکو عقل ہوتی ہے دنگ |
| عیسوی سال یوں کہو احمد | طبع موزوں حضرت نیرنگ ۱۹۲۸ء |

## جناب منشی معز الدین صاحب شائق منصرم جواہر خانہ ریاست جھالاواڑ شاگرد جناب مصنف

| | |
|---|---|
| رنگین ہیں جو غنچہ ہائے مضموں | ہر صفحہ ہوا ہے مثل گلزار |
| شائق تاریخ طبع کہدو | گلدستہ گلشن گہر بار ۱۳۴۷ھ |

## مرزا عبد السلام بیگ صاحب شفیق تخلص خلف مرزا رفیق بیگ صاحب روزینہ دار ریاست جھالراپاٹن تلمیذ مصنف

| | |
|---|---|
| کہا یہ ہاتف غیبی نے اے شفیق رفیق | کہو یہ ہم سے کہ تم اتنے مضمحل کیوں ہو |
| جو سال طبع کی کچھ فکر ہے تو ہم سے سنو | کلام حضرت نیرنگ زندہ دل کہدو ۱۹۲۹ء |

## مولانا الٰہی بخش صاحب زاہدؔ تاجر عطر ریاست جھالا واڑ شاگرد حضرتِ مصنف

| | |
|---|---|
| دیوان نے عجیب رنگ پایا | گلزار سخن کی ناک کہیے |
| ہاتف نے کہا یہ مجھسے زاہدؔ | "مرغوب نگاہِ پاک" سے کہیے |

## پنڈت گنیش رام صاحب تخلص برہمنؔ پنشنر ریاست جھالا واڑ شاگرد جناب مصنف

| | |
|---|---|
| مجکو فرحت ہوا اے دلِ ناشاد | دیکھ افکار حضرتِ استاد |
| یوں برہمن سے بولا ہاتف غیب | ہے یہ دیوان "نخل باغ مراد" ۱۹۲۸ء |

## منشی عبد النبی خانصاحب غنیؔ انسپکٹر عیسیٰ گڈھ ریاست گوالیار تلمیذ مصنف

| | |
|---|---|
| یہ دیوان ہے یا طلسم سخن ہے | کوئی سحر ساحر اسے کہہ رہا ہے |
| غنیؔ ہاتف غیب لیکن یہ بولا | کہ "دریا بلاغت کا کیا بہہ رہا ہے" ۱۹۲۹ء |

## سید مصطفی حسین صاحب رضا رضوی تخلص سکرٹری انجمن سخن جھالاواڑ سابق سپرنٹنڈنٹ فارسٹ و سنٹرل جیل جھالراپاٹن

| | |
|---|---|
| گلزار سخن میں جبکہ دیکھا | دیوان مثل نہال محبوب |
| رضوی نے کہا یہ کیا شجر ہے | ہاتف بولا کہ نخل مرغوب ۱۹۲۸ع |

## منشی محمد عبدالحفیظ خاں صاحب طالب علم خلف منشی سکندر خاں صاحب رضا اثر

| | |
|---|---|
| سب نے تاریخ کہی شوق مجھے بھی یہ ہوا | اشہب فکر ہو میدان سخن میں جولاں |
| ہجری و عیسوی اک مصرعہ میں لکھی ہی حفیظ | باغ سر سبز ہے نیرنگ کا خوش تر دیوان ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ع |

## مرزا سلطان بیگ صاحب سلطان کلرک کوٹھی جھالاواڑ شاگرد مصنف

| | |
|---|---|
| الطاف شہی سے چھپ کے دیوان | ہے باعث افتخار نیرنگ |
| سلطان دیوان کا دیکھ کر دو قر | سب کہتے ہیں ذو وقار نیرنگ ۱۳۴۷ھ |

## منشی سکندر خانصاحب تخلص اثر پیشکار محکمہ جنگلات ریاست جھالاواڑ تلمیذ جناب مصنف

سرکار کے خسروانہ الطاف | ہیں باعث افتخار نیرنگ
جتنے کھلے جوہر لیاقت | اتنا ہی بڑھا وقار نیرنگ
بخشا اعزاز ہمنشینی | عزت ہوئی ہمکنار نیرنگ
دیوان بھی سنا خطاب بخشا | کیا کیا نہ ہوا وقار نیرنگ
دیوان ہے تمام رشک گلشن | ہر صفحہ ہے لالہ زار نیرنگ
کیا رنگ سخن ہے ماشاء اللہ | گویا فصلِ بہار نیرنگ
میدان سخن میں اشہب کلک | اک برق ہے راہوار نیرنگ
دیکھے کوئی طبع کی روانی | گویا ہے یہ آبشار نیرنگ
مضمون ہے مطیع طبع نقاد | معنی ہے وظیفہ خوار نیرنگ
کیا شام اودھ کو اس سے نسبت | دیکھو صبح بہارِ نیرنگ
دیوان کا نام بھی اثر رکھ | دنیا میں ہو یادگار نیرنگ
تاریخ خطاب وطبع دیوان | سرمایۂ افتخار نیرنگ

۱۹۲۶ء

## نظم تاریخی منشی عبدالعزیز صاحب تخلص عزیز کارکن خزانہ صدر ریاست جھالاواڑ تلمیذ مصنف

سرکار نے کی جو قدر دانی — ذرہ ہوا آفتاب ثانی

پارس جو بنا ہوا تھا پتھر — دکھلائے سبھوں کو اُسکے جوہر

الماس کی روشنی دکھائی — ہونے لگی سب کی رہنمائی

اُستاد مرے جناب نیرنگ — ہے جنکا سخن شراب گلرنگ

سی سالہ یہاں کے ہیں نمکخوار — بندوں میں ہیں بندہ وفادار

پہلے تو بہت رہے وہ گمنام — آخر کو ہوا یہ نیک انجام

سرکار کی چشم لطف و احسان — جسم بیجان کی ہو گئی جان

سرکار سا جوہری جو پرکھے — ہیرا آنکھوں میں کیوں نہ چمکے

نیرنگ کا رنگ طبع دیکھا — ہر رنگ میں اُنکو پایا یکتا

بیشک وہ نگاہ ہے کسوٹی — کرتی ہے الگ کھری سے کھوٹی

خالص جو طلا نظر میں آیا — استاد کا مرتبہ بڑھایا

پنشن میں عطا ہوئی ترقی — دربار میں بھی نشست بخشی

یہ فخر بھی کم نظر میں آیا
بخشا لقب افتخار شعرا
بعد اُس کے ہوا یہ حکم صادر
دیوان کرو تم اپنا حاضر
آغاز سے سنکے تا بہ تمت
حاصل ہوئی قلب شہ کو فرحت
پھر حکم نے یوں نفاذ پایا
خاطر میں حضور کے یہ آیا
چھپ جائے اگر کلام نیرنگ
رہ جائے جہاں میں نام نیرنگ
تصنیف کسی کی گر چھپی ہے
وہ بعد فنا کے زندگی ہے
القصہ چھپا ہے یہ جو دیواں
نکلا ہے کنوئیں سے ماہ کنعاں
تاریخ عزیز نے جو سوچی
برجستہ اُسے یہ خوب سوجھی
دیوان نہیں ملکیے کا ہے ڈھنگ
بوتل ہے کاسہ شراب گلرنگ

## مرزا منیر بیگ صاحب یقین مدرس قصبہ سکندرہ ضلع کانپور شاگرد جناب مصنف

آجتک نظم گلستان سخن تھا بدرنگ
کیونکہ اب تک نہ چھپی تھی کوئی اچھی فرہنگ
جسقدر گذرے جہانمیں شعرائے ماضی
جان بحق ہو گئے لیکن نہوئی پھر یہ جنگ
تھا ودیعت یہ شرف جھالراپاٹن کیلئے
آخر اب ہو ہی گئی طبع کتاب نیرنگ

شمع محفل مرے اُستاد کا دیوان جو ہوا | لو لگی دل میں بھی تاریخ کی بھی آئی اُمنگ

ملہم غیب دل صاف سے بولا کہ یقین
تحفۂ ملک ہے گنجینۂ رستر نیرنگ



# حافظ محمد لیسین صاحب شہر تاجر فرنیچر ریاست جھالراپاٹن

## تلمیذ مصنف دیوان

چھپ گیا حضرت اُستاد کا دیوان جو شرر
ایک مدت سے تمنا تھی یہ شاگردوں کو
والئ جھالراپاٹن کو خدا خوش رکھے
حکم بخشا کہ ہو نیرنگ کا دیوان تیار
ماسوا اس کے یہ اک خاص ہوا فخر عطا
کس کا دیوان ہے ایسا یہ کوئی تبلائے
جس پہ سرکار کی اس طرح پڑی ہوں نظریں
الغرض فخر جو تصنیف و مصنف کو ملا
فکر تاریخ کی جب کی تو کہا ہاتف نے

سجدۂ شکر خدا میں نے کیا دل سے ادا
دیکھیں ان آنکھوں سے اُستاد کا دیوان چھپا
کر دیا جس نے تمنا کو ہماری پورا
نام نیرنگ رہے جس سے ہمیشہ زندہ
آج تک جو کسی دیوان کو حاصل نہ ہوا
ایک اک لفظ ہو جس کا کسی سلطان نے سنا
ایسی تصنیف کا فرمایئے پھر کیا کہنا
تھا ازل ہی سے یہ قسمت میں مصنف کے لکھا
اس سے خوشتر کوئی دیوان نہ ہم نے پایا
۱۹۲۸ء

## جناب بابو بشمبر ناتھ صاحب سکسینہ نشتر ہیڈ کلرک دفتر پرائیویٹ سکریٹری ریاست جھالرا وار تلمیذ حضرت مصنف

گلشن گلزار یا چمن کہہ — بوئے گل لالہ سمن کہہ

ریحان نرگس کہ یاسمن کہہ — یہ بھی نہ سہی تو نسترن کہہ

نازک ہیں بہت گل مضامین — کچھ ہرج نہیں جو گلبدن کہہ

پھیلا حسن کلام کا نور — افلاک کا ماہ سیم تن کہہ

شیرینی حیات کی ہے اس میں — عیسیٰ کا اسے لب و دہن کہہ

پروانہ ہے اس پہ ہر سخنور — بہتر ہے کہ شمع انجمن کہہ

یہ شمع سخن ہے وہ پتنگے — پرواز ہیں سب اسے لگن کہہ

استاد کا یہ لطیف دیوان — دیوان نہیں شاعری کا فن کہہ

غزلیں اس کی ہیں یا خیابان — بستان سخن کا اک چمن کہہ

کرتا ہے مشام جان معطر — پھولا ہے گلاب کا چمن کہہ

ہے بوئے عروس ہر غزل میں — بس عطر سہاگ یا دلھن کہہ

جاری ہے یہ فیض طبع استاد — گنگا اسے کہہ اُسے جمن کہہ

ہادی ہے رہِ سخن کا دیوان
احسانِ خدائے ذوالمنن کہہ
بولا یہ سروشِ غیب نشتر
تو باغ "جواہرِ سخن" کہہ
۱۹۲۶ء

## دیگر

ساقیا دورِ شرابِ ناب لازم ہے مگر
ہو ہر اک ساغر میں مضموں کی نئے گل رنگ آج
مست کیف مے سے ہو کر ہر سخنور یوں کہے
ہو گیا دیوان مکمل حضرتِ نیرنگ آج
سمت ۱۹۹۵

## جناب مولوی محفوظ الرحمن صاحب یکرنگ سررشتہ دار مجسٹریٹی ریاست جھالاواڑ شاگرد جناب مصنف

حضرت نیرنگ کا دیوان تمام
خوبیوں کا سر بسر معیار ہے
یعنے وہ نیرنگ یکتائے زماں
جو سخن کے ملک کا مختار ہے
چلکے دیکھو سیر نیرنگِ سخن
حسن معنی کا کھلا بازار ہے
کوئی کہتا ہے ادب کی جان ہے
کوئی کہتا ہے دُرِ شہوار ہے
ہے زیارت گاہِ اربابِ سخن
علم کے انوار کا دیدار ہے
مخزنِ علم و ادب کہئے اسے
یہ فصاحت کا بڑا انبار ہے

فکرِ سالِ طبع لازم ہے مجھے — گو دماغ اپنا بہت بیکار ہے

غیب سے یکرنگ یہ آئی ندا
بے مثل وہ موتیوں کا ہار ہے

## جناب منشی حبیب احمد صاحب شیدا معلم پٹواریان ریاست چھالاواڑ شاگرد جناب مصنف

ہے شکر خدائی دو جہاں کا — کی جس نے عطا ہمیں مسرت
استاد کا چھپ گیا ہے دیوان — مدت سے تھی جس کی ہمکو حاجت
اوصاف سخن کروں بیان کیا — کاغذ میں نہیں ہے اتنی وسعت
نیرنگ ہے یہ کہ سحر ساحر — معجز کی اسے کہوں کرامت
مسرور ہیں شاعر سخن سنج — ہر شعر ہے بوستان فرحت
ہاتف نے یہ دی ندا کہ شیدا — تاریخ کی تو نے کی جو ہمت

کہدے برجستہ سال ہجری
دیوان ہے مخزن فصاحت
۱۳۲۷ھ

## جناب منشی وجیہہ الدین احمد خان صاحب حیف تخلص سررشتہ دار آفس ریاست ناگود سنٹرل انڈیا شاگرد جناب امیر مینائی مرحوم مغفور

| | |
|---|---|
| دیوان سے ظاہر ہوئے نیرنگ کے جوہر | انداز بیاں سے ہے عیاں حسن طبیعت |
| ہر صفحہ کی ہر بیت ہے یا بحر رواں ہے | ہے موجزن آب در شہوار لطافت |
| ہر شعر کی ترکیب میں بیساختہ پن ہے | ہر ایک غزل شاہد معنی کی ہے صورت |
| دیوان ہے یا پھولا پھلا باغ سخن ہے | یا غنچہ و گلہائے گلستان متانت |
| ہر لفظ ہے گلدستہ گلزار معانی | ہر مصرع ہے سرو چمنستان بلاغت |

اے حیف ہے یہ طبع کی تاریخ مسیحی
دیوان ہے نیرنگ کا حامی بلاغت
۱۹۲۹ عیسوی

## مرزا رفیق بیگ صاحب تسلیم تخلص روزینہ دار ریاست جھالراپاٹن تلمیذ مصنف

| | |
|---|---|
| دل آباد دلکشا دلکش ہیا جھالراپاٹن | کہیں ہے خلد سے بہتر دیار جھالراپاٹن |

گریں نظروں سے میناکاریاں چرخ زبرجد کی
نظر آئے جو لطف سبزہ زار جھالراپاٹن

مہ و خورشید کی عینک لگاکر روز و شب گردوں
کرے نظارۂ لطف بہار جھالراپاٹن

دوبارہ پھر ہوس ہستی ہو جو اکبار آتا ہی
طلسم آباد ہے گویا دیار جھالراپاٹن

بہار خلد مرکر زاہدو دیکھی تو کیا دیکھی
تم آکر جیتے جی دیکھو بہار جھالراپاٹن

بھوانی سنگھ ہے فرمانروا جب اس ریاست کا
فلک سے کیوں نہ ہو بڑھکر وقار جھالراپاٹن

سخاوت میں شجاعت میں تحمل میں عدالت میں
بتائے کوئی مثل شہریار جھالراپاٹن

یہ حسن خلق یہ تہذیب یہ الفت رعیت سی
جہاں میں منفرد ہے شہریار جھالراپاٹن

مرے استاد کی پیش نظر تھی عزت افزائی
ہوا آخر یہ حکم تاجدار جھالراپاٹن

خطاب اُنکو عطا ہو اور چھپے نیرنگ کا دیوان
قیامت تک رہیگا یادگار جھالراپاٹن

پئے تاریخ اے تسلیم بولا ہاتف غیبی
یہ کہدے۔ بوستان شہریار جھالراپاٹن
سنہ ۱۹۲۶ع

# قطعہ تاریخ ابو البیان سید رفیق احمد علوی تسنیم سابق ایڈیٹر روزنامہ حقیقت لکھنؤ حال مہتمم تالیف تاریخ راجگڈھ

## (سنٹرل انڈیا) خلف مصنف

(نوٹ) اس قطعہ میں چار طرح سے تاریخ نکلتی ہے مصرعہائے اولی کے آخر حروف سے اور مصرعہ ثانی کے اول حروف سے اور سب سے مصرع آخری پورا تاریخی ہے

شکر خدا ہوا درِ امید آج باز ۔۔۔ تازہ کلام چھپ گیا والد کا لاجواب

اس چشمہ کرم کے یہ الطاف ہیں عیاں ۔۔۔ چھالوں کے بس کا جو درخشاں ہے آفتاب

میخانہ علوم کا دیواں ہے یہ چراغ ۔۔۔ عارف کے واسطے یہ تصوف کی ہے شراب

ہر ایک شعر اس کا فصاحت کی کہیے جان ۔۔۔ عنوانِ مصرع فنِ بلاغت کا ایک باب

تکمیل فن شعر کی ہر اک غزل نظیر ۔۔۔ دیوان کا لفظ لفظ ہے ہر ایک انتخاب

خود دل میں شوق سعادت جو تھا مجھے ۔۔۔ تسنیم فکر ہوگئی تاریخ کی شتاب

اک ندائے ہاتف غیبی برائے سال ۔۔۔ تصنیف نکتہ سنج ہے دیوان لاجواب

۱۳۸۷ھ ۔۔۔ سنہ ۱۳۸۷ھ